﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ﴾

(سورۃ النحل-۱۲۵)

تحریک دعوت اسلامی کا

منصفانہ جائزہ

تالیف

طارق انور مصباحی (کیرلا)

﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ﴾

(سورۃ النحل-۱۲۵)

تحریک دعوت اسلامی کا

منصفانہ جائزہ

تالیف

طارق انور مصباحی (کیرلا)

مکتوب

محترمی گرامی قدر حضرت مولانا یحییٰ رضا مصباحی دام ظلہ العالی-السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ بخیر وعافیت ہوں گے۔

حسب حکم ''منصفانہ جائزہ'' کا پی ڈی ایف فائل حاضر خدمت ہے-درحقیقت یہ طبع دوم کا مسودہ ہے-انشاء اللہ اس میں مزید ۵۰/صفحات کا اضافہ ہوگا-مضامین کمپوز ہو چکے ہیں-اس مسودہ میں طبع اول کے بہ نسبت بعض مضامین کا اضافہ ہے۔

انشاء اللہ مولانا فیضان المصطفےٰ قادری مصباحی (مقیم حال امریکہ) کی آمد ہند کے موقع پر ذمہ داران دعوت اسلامی کے ساتھ دوسری نشست منعقد ہوگی-بفضلہ تعالیٰ امید قوی ہے کہ اس مٹنگ میں دعوت اسلامی سے متعلق ہم ایک قوی موقف پر آجائیں گے-ہمارا طریقہ کار ہے-''کرواور کرنے دو''۔

ہم جس کی حمایت کریں گے-اسے دائرۂ شریعت کی جانب لانے کی کوشش کریں گے-آنکھ بند کر کے تائید وحمایت ہم سے نہیں ہو سکے گی-ہاں،ہماری باتیں خلاف شرع ہوں تو ہمیں بھی مطلع کیا جائے-آپ ہمارے دوستوں میں سے ہیں-ہمارا ظاہر بھی آپ کیلئے ظاہر ہے اور باطن بھی آپ کیلئے عیاں ہے-محض لوجہ اللہ دعوت اسلامی ہمارے دائرۂ حمایت میں ہے۔

قریباً دوسال سے ہم لوگ ایک میگزین کے خواہشمند تھے-رجسٹریشن کیلئے کاغذات جمع کئے جا چکے ہیں-انشاء اللہ اکتوبر/نومبر سے باضابطہ آغاز ہو جائے گا-کوشش تو یہی ہوگی کہ سال/دوسال کے اندر ہی علماء کرام کی نسل جدید صالح افکار ونظریات کے قریب تر ہو جائے-اس میگزین سے ہم نے بڑی امیدیں وابستہ کر رکھی ہیں-انتشار اور افراتفری کی تباہی کیلئے جدوجہد اور شدید کاوشیں ہوں گی-اتحاد ملت کیلئے پیش قدمیاں ہوں گی-اور ہوگا وہی جو منظور خدا ہوگا-والسلام

طارق انور مصباحی (کیرلا)

۱۵/۸/۲۰۱۴

مشمولات

مؤلف کی تالیفات

﴿۱﴾ مصباح المصابیح فی احکام التراویح

﴿۲﴾ امواج البحر علٰی اصحاب الصدر

﴿۳﴾ اہداء ثواب الخیرات الی الاحیاء والاموات

﴿۴﴾ تزکیۃ القلوب والاذہان من اباطیل تقویۃ الایمان

﴿۵﴾ حدائق الازہار الاربعین فی احادیث النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۶﴾ الضربات الہندیۃ علی الضلالات النجدیۃ

﴿۷﴾ السواد الاعظم من عہد الرسالۃ الٰی قرب القیامۃ

﴿۸﴾ ارتقاء الاسلام والمسلمین بین فتن الیہود والمسیحیین

﴿۹﴾ التوضیح والبیان فی معارف القراٰن

﴿۱۰﴾ جامع الاصول فی اوصاف الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

﴿۱۱﴾ کشف الاسرار فی مناقب فاتح بہار

﴿۱۲﴾ دفع الاعتراضات حول المزارات

﴿۱۳﴾ البرکات النبویۃ فی الاحکام الشرعیۃ

﴿۱۴﴾ التحقیق الکافی فی احوال الشہید الغازی

﴿۱۵﴾ التحقیقات الجیدۃ لدفع تلبیسات النجدیۃ

﴿۱۶﴾ القول السدید فی الاجتہاد والتقلید

﴿۱۷﴾ تحریک دعوت اسلامی کا منصفانہ جائزہ

﴿۱۸﴾ فضائل اہل بیت رضی اللہ تعالٰی عنہم

﴿۱۹﴾ الاحکام الصحیحۃ للاحادیث الضعیفۃ

﴿۲۰﴾ دلیل الطالبین فی احوال المجتہدین

﴿۲۱﴾ البیان الکافی فی حیاۃ الشافعی ﴿۲۲﴾ تذکرہ فاتح بہار

﴿۲۳﴾ مناظرہ حق وباطل ﴿۲۴﴾ آداب الافتاء

﴿۲۵﴾ البانی کی علمی خیانت

﴿۲۶﴾ الفاظ الجرح والتعدیل واحکام التصحیح والتضعیف

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم☆الحمد للّٰہ رب العٰلمین☆والصلوٰۃ والسلام علٰی سید الانبیاء والمرسلین ☆علیھم وعلٰی اٰلہ واصحابہ واتباعہ وعلماء ملتہ وشہداء محبتہ اجمعین☆

دیباچہ

وجہ نگارش: سید السادات علی الاطلاق افضل الخلائق بالاتفاق خلیفۃ اللّٰہ فی السمٰوات والارضین خاتم الانبیاء والمرسلین سیدنا وسندنا ومولٰینا **محمد رسول اللّٰہ** صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن خداداد، فضائل لاتعداد، محامد بے حساب، عطایائے رب الارباب، مناقب ثواقب ورشک شموس و کواکب میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ رب تعالٰی کے آخری رسول ونبی - قرآن آخری کتاب - اسلام بشکل معہود آخری دین - اسی طرح حضرت حبیب معظم صلی اللہ علیہ وسلم افضل الانبیاء والمرسلین - قرآن مجید افضل الکتب والصحائف - دین محمدی کے قوانین واصول بین الافراط والتفریط - قیامت تک کیلئے بلاشرکت دیگرادیان تنہا مقبول و غالب علی الادیان - اسی دین متین کے بعض خدمتگاروں کی نصرت کیلئے چند الفاظ اپنے دوستوں اور سنی بھائیوں کی بارگاہ عالی میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں - گر قبول افتد زہے عز وشرف - اس رسالہ میں مخاطب ہمارے اساتذۂ کرام ومشائخ عظام نہیں - ہاں اکابرین امت کی جانب سے اصلاح ونصیحت ہماری سعادت مندی وفیروزبختی کی دلیل اور لازم القبول ہوگی - واللہ الموفق الی الصراط القویم

احادیث نبویہ: ﴿۱﴾ ﴿عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ - مَنْ اُغْتِیْبَ عِنْدَہٗ اَخُوْہُ الْمُسْلِمُ وَھُوَیَقْدِرُ عَلٰی نَصْرِہٖ - فَنَصَرَہٗ - نَصَرَہُ اللّٰہُ فِی الدُّ نْیَا وَالْاٰخِرَۃِ﴾ (شرح السنۃ للبغوی ج۱۳ص۱۰۷ - الجامع فی الحدیث لابن وہب المالکی المصری م۱۹۷ھ ج۱ص۳۶۴)

﴿ت﴾ حضرت سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں - جس کے پاس اس کے مسلمان بھائی کی غیبت کی جائے - اور وہ اس کی مدد پر قادر ہو - اور مدد کرے تو اللہ تعالٰی دنیا وآخرت میں اس کی مدد فرمائے گا۔

﴿۲﴾ ﴿عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم - مَنْ اُذِلَّ عِنْدَہٗ مُؤْمِنٌ وَھُوَیَقْدِرُ عَلٰی اَنْ یَنْصُرَہٗ فَلَمْ یَنْصُرْہُ اَذَلَّہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ عَلٰی رُؤُوْسِ الْخَلَائِقِ﴾ (شعب الایمان للبیہقی ج۱۰ص۱۰۰ - مسند امام احمد بن حنبل ج۳ص۴۸۷ - المعجم الکبیر للطبرانی ج۵ص۳۲۳)

﴿ت﴾ حضرت خاتم الانبیاء والمرسلین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام الٰی یوم الدین نے ارشاد فرمایا - جس کے سامنے

اس کے مسلمان بھائی کی تذلیل کی جائے-اور وہ اس کی مدد کی قدرت رکھتا ہو اور مدد نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن تمام مخلوق کے سامنے ذلت دے گا۔

﴿۳﴾ ﴿عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ اُغْتِيْبَ عِنْدَهُ اَخُوْهُ الْمُسْلِمُ فَنَصَرَهُ نَصَرَهُ اللّٰهُ فِيْ الدُّ نْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاِنْ لَمْ يَنْصُرْهُ اَدْرَكَهُ اللّٰهُ فِي الدُّ نْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ (مصنف عبد الرزاق ج ۱۱ ص ۱۷۸)

﴿ت﴾ حضرت تاجدار انبیاء، شفیع روز جزاء، حبیب کردگار، نائب پروردگار ﷺ نے ارشاد فرمایا-جس کے سامنے اس کے مسلمان بھائی کی غیبت کی جائے-پس اس نے اس (مظلوم) کی مدد کی-تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی مدد فرمائے گا-اور اگر اس کی مدد نہ کی-تو اللہ تعالیٰ اس کو دنیا و آخرت میں پکڑے گا۔

اقول: حضرت حبیب کبریا ﷺ کے مذکورہ بالا فرامین مبارکہ کی تحریک وتہدید پر یہ رسالہ عجالہ مرقوم ہوا۔

باب اول / ابھی اسلام زندہ ہے ابھی قرآن باقی ہے

دعوتی تحریکیں: عہد حاضر میں تمام مذہبی جماعتیں مختلف انداز میں اپنے افکار و نظریات کو پھیلا رہی ہیں-اہلسنت و جماعت کے عقائد وافکار کی ترویج وفروغ کے لئے ماضی قریب میں چند تنظیمیں وجود میں آئیں-پاسبان ملت خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی (۱۹۲۲ء-۱۹۹۰ء) نے سال ۱۹۶۸ء میں ''سنی تبلیغی جماعت'' کا قیام فرمایا-آپ علماء کرام کو اس تحریک سے منسلک فرما کر علماء دین کے ذریعہ تبلیغ دین وسنیت کا ارادہ رکھتے تھے-علماء کرام-خواہ وہ مدرس ہوں یا امام، ان کے لئے تبلیغی دوروں کی گنجائش کم رہتی ہے-نتیجتاً یہ تحریک علاوہ بعض علاقوں کے ہندگیر پیمانے پر کام نہ کرسکی-مناظر اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری (۱۹۲۵ء-۲۰۰۲ء) جب ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۹۸۱ء میں پاکستان کے دورے پر گئے تو وہاں انہوں نے تحریک ''دعوت اسلامی'' کی تشکیل فرمائی-اور عوام الناس کے ذریعہ تبلیغ دین کا نظریہ پیش کیا-آج یہ تحریک ۶۱۷/ ملکوں میں تبلیغ سنیت کی خدمت انجام دے رہی ہے-یہ تحریک پچھتر ۷۵/ سے زائد تبلیغی، تعمیری، اشاعتی، تعلیمی و تصنیفی شعبوں پر مشتمل ہے-غیر حکومتی دینی تحریکوں میں یہ دنیا کی سب سے بڑی تحریک ہے۔

انعامات الٰہیہ: حالیہ چند سالوں میں دعوت اسلامی سے متعلق مختلف قسم کے خیالات منظر عام پر آئے-دعوت اسلامی اہل سنت و جماعت کی ایک عظیم دعوتی تحریک ہے-اگر کچھ خامی ہو تو ضرور اصلاح ہونی چاہئے-امام احمد رضا قادری کی تعلیمات، محترم تاج الشریعہ ومحدث کبیر دام ظلہما الاقدس، الجامعۃ الاشرفیہ

مبارکپور، تحریک دعوت اسلامی نادر و نایاب انعامات الٰہیہ میں سے ہیں-ان خداوندی تحائف کی ہمیں پاسبانی کرنی چاہئے-میں نے دعوت اسلامی کے ہندوستانی اعلیٰ اراکین محترم الحاج غلام یٰسین صاحب (ناگپور)، حاجی ابوبکر صاحب (ممبئی) فاضل گرامی مولانا یحیٰ رضا مصباحی (ممبئی) وغیرہم سے گفتگو کا سلسلہ آگے بڑھایا اور انہیں دعوت اسلامی کے متنازعہ فیہ مسائل کے حل سے متعلق ایک میٹنگ میں شرکت کے لئے دہلی آنے کی دعوت دی-الحاج غلام یٰسین صاحب پاکستان کی مجلس شوریٰ سے اجازت لے کر ہماری میٹنگ میں تشریف لائے-ان کے ساتھ احمد آباد گجرات کے ۳/۴ ذمہ داران اور دہلی کے چند وابستگان تحریک بھی تھے-دعوت اسلامی کے حقائق کی جانکاری اور اس سے متعلق اختلافات اور اس کے حل کی ممکنہ صورت موضوع بحث تھی-میں نے سبط صدر الشریعہ علامہ مفتی فیضان المصطفیٰ مصباحی قادری (مقیم حال امریکہ) کو خصوصی طور پر اس مجلس میں مدعو کیا تھا تاکہ حل کی کوئی صورت نکل آئے-یہ رسالہ نشست اول کی روداد پر مشتمل ہے۔

اعلان توبہ: ۶/ مارچ ۲۰۱۳ء کو جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء دہلی میں بعد نماز مغرب یہ مجلس منعقد ہوئی-بعد حمد وصلوٰۃ میں نے تمہیدی کلمات سے مجلس کا آغاز کیا-اس کے بعد الحاج غلام یٰسین صاحب نے دعوت اسلامی سے متعلق حقیقی معلومات اور اس سے اختلاف رائے رکھنے والوں کے بعض بے بنیاد سوالات کو ہمارے سامنے رکھا-اسی بیان میں حاجی صاحب نے فرمایا کہ مختلف فیہ فقہی مسائل کے علاوہ دیگر مسائل میں اگر دعوت اسلامی میں کوئی بات مسلک اعلیٰحضرت کے خلاف ہے تو ہم توبہ پہلے کریں گے اور سانس بعد میں لیں گے-اور یہی نظریہ دعوتی اسلامی کے مرکزی اراکین ومنتظمین وامیر دعوت اسلامی کا ہے-اخیر میں سبط صدر الشریعہ مفتی فیضان المصطفیٰ مصباحی نے چند مفید تجاویز پیش کی اور مستقبل کے لائحہ عمل سے متعلق گفتگو ہوئی-بعدہٗ صلوٰۃ وسلام ودعاء پر مجلس اختتام پذیر ہوئی۔

ہمارا طریقہ کار: دعوت اسلامی سے متعلق جو سوالات ہیں، اراکین وذمہ داران سے ان کے متعلق صفائی طلب کی جائے گی-پھر ان حقائق کو عوام وخواص تک پہونچانے کی کوشش ہوگی تاکہ مسلمانان اہل سنت اصل حالات سے واقف ہوسکیں-ہماری تائید وحمایت اسی شرط کے ساتھ مشروط ہوگی جو اس مجلس میں خود حاجی غلام یٰسین صاحب نے بیان کیا یعنی-مختلف فیہ فقہی مسائل کے علاوہ دیگر مسائل میں اگر دعوت اسلامی میں کوئی بات مسلک اعلیٰحضرت (مسلک اہل سنت وجماعت) کے خلاف ہے تو دعوت اسلامی کے جس فرد

سے متعلق یہ بات ہوگی، انہیں توبہ ورجوع کرنا ہوگا- واضح رہے کہ مختلف فیہ فقہی مسائل سے وہ جدید فرعی فقہی مسائل مراد ہیں جو امام اہل سنت کے بعد ماضی قریب میں علماء کے درمیان مختلف فیہ ہوگئے اور فقہاء کسی ایک نتیجہ پر متفق نہ ہوسکے- ظنی واجتہادی امور میں اختلاف بعید نہیں- پر ظہور خطا کے بعد خطا پر استمرار نا جائز-

دستور قدیم کی منسوخی: چند ہفتے قبل ہماری گذارش پر حاجی غلام یٰسین صاحب ناگپوری دعوت اسلامی کا جدید دستور اور دیگر کاغذات مجھے بذریعہ پوسٹ ارسال کئے- افادۂ عام کے لئے ان میں سے کچھ شائع کیا جاتا ہے- دعوت اسلامی کا قدیم دستور علماء اہل سنت کی ہدایات کے مطابق منسوخ کیا جاچکا ہے- اس دستور میں یہ مرقوم تھا کہ دعوت اسلامی کے اسٹیج سے بدمذہبوں کا ردوابطال نہیں کیا جائے گا- لیکن از روئے شرع ایسے قانون پر اعتراض وارد ہوتا ہے- لہٰذا وہ دستور منسوخ کردیا گیا- وہ دستور سات نکاتی منشور کے نام سے موسوم تھا- جدید دستور میں گیارہ قوانین ہیں- دستور جدید اس رسالہ میں منقول ہے-

محدث کبیر کا قول: ہماری گذارش پر ماہ ذی الحجہ ۱۴۳۴ھ کے ابتدائی عشرہ میں مفتی فیضان المصطفٰی قادری نے محدث کبیر دام ظلہ الاقدس سے دعوت اسلامی سے متعلق گفتگو فرمائی- حضرت محدث کبیر صاحب قبلہ نے فرمایا- ''نہ میں نے امیر دعوت اسلامی کو کبھی کافر کہا ہے نہ ہی کبھی گمراہ کہا- اور جو لوگ انہیں کافر یا گمراہ کہتے ہیں، وہ ہمارے کنٹرول میں نہیں- جس طرح دعوت اسلامی ہمارے کنٹرول میں نہیں ہے''- علامہ صاحب کے انکار کے بعد کسی غیر اہل کا امیر دعوت اسلامی کو گمراہ یا کافر کہنا غیر معتبر قرار پایا-

تکفیر کلامی کا اہل کون؟ ﴿۱﴾ اگر کوئی آدمی امام اہل سنت کے عقائد پر قائم ہوتو اسے کیونکر مسلک اہل سنت سے خارج کیا جاسکتا ہے؟

﴿۲﴾ علماء ہند میں حضرت تاج الشریعہ دام ظلہ العالی وحضرت محدث کبیر دام ظلہ الاقدس کے بعد کون عالم اس منزل میں ہے کہ وہ کفر کلامی کا حکم جاری کرسکے؟

اقول: فیضان سنت کی عبارت میں تاویل صحیح کی گنجائش اور فتویٰ کفر باطل- یہ عبارت طبع مابعد میں خارج کر دی گئی- جو تکفیر کیلئے ضروری علوم میں درجہ اتقان پر نہ ہو، وہ تکفیر کا اہل نہیں- تکفیر کلامی وفقہی ہر دو مشکل امر-

حدیث نبوی: ﴿عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ- لَایَرْمِیْ رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفِسْقِ وَلَایَرْمِیْہِ بِالْکُفْرِ اِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَیْہِ اِنْ لَمْ یَکُنْ صَاحِبُہٗ کَذٰلِکَ﴾ (صحیح البخاری ج ۲ باب ما

ینہی من السباب واللعن - مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۸۱ - مسند البزار ج ۹ ص ۳۵۴ - شعب الایمان للبیہقی ج ۹ ص ۴۴ - شرح مشکل الآثار للطحاوی ج ۲ ص ۳۲۲)

﴿ت﴾ حضرت تاجدار دوجہاں، سرور سروراں، سیاح لامکاں، خاتم پیغمبراں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں- جو شخص دوسرے کو فسق اور کفر کی تہمت لگائے- اور وہ ایسا نہ ہوتو اس کہنے والے پر لوٹتا ہے-

علماء حرمین کی جانب رجوع: تکفیر فقہی وتکفیر کلامی سے متعلق تفصیلی احکام ہماری کتاب ''البرکات النبویۃ فی الاحکام الشرعیۃ'' میں مرقوم ہیں- یہ کتاب دس رسالوں پر مشتمل عربی زبان میں ہے- حضرت علامہ غلام دستگیر قصوری (م ۱۳۱۵ھ - ۱۸۹۷ء) نے ''تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل'' میں گنگوہی اور انبیٹھوی پر حکم لگایا- تو سال ۱۳۰۷ھ میں حرمین طیبین جاتے وقت علماء حرمین سے تصدیق کیلئے ''تصدیق الوکیل'' کا عربی ترجمہ فرما کر بصورت استفتاء ساتھ لیتے گئے- گیارہ ماہ تک حرمین طیبین میں رہ کر تصدیقات حاصل فرمائی- ایک ہفتہ کم ایک سال بعد وطن واپسی ہوئی (تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل ص ۴۸۰ - رضا اکیڈمی ممبئ) - اسی طرح اعلیٰ حضرت بھی اپنی ''المعتمد المستند'' کے فتویٰ تکفیر کی تصدیق کیلئے سال ۱۳۲۳ھ میں برائے حج وزیارت جاتے وقت فتویٰ کو بصورت استفتاء ساتھ لے گئے- مکہ معظّمہ ومدینہ منورہ میں سلطنت عثمانیہ کی جانب سے چاروں مذاہب کے اجلہ مفتیان کرام مقرر رہا کرتے اور یہ حضرات تمام دنیاء اسلام میں مرجع کی حیثیت رکھتے تھے- علماء حرمین کی تصدیقات کا مجموعہ ''حسام الحرمین'' کے نام سے مشہور ہے- امام اہل سنت حج کی ادائیگی کے بعد فتویٰ کی تصدیق کے لئے ۲۴/ صفر المظفر ۱۳۲۴ھ تک مکہ معظّمہ میں قیام فرما رہے- پھر مدینہ طیبہ کیلئے روانگی ہوئی - چھ/ سات ربیع الاول کو دیار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری سے سرفراز ہوئے- یہاں علماء کرام کی تصدیق وتائید کیلئے ۳۱/ اکتیس دنوں تک قیام پذیر رہے- ماہ ربیع الآخر کے عشرۂ اولیٰ میں مدینہ طیبہ سے وطن کیلئے روانگی ہوئی - اس طرح تصدیقات میں قریباً چار ماہ کا وقت لگا (الملفوظ ج ۲ ملخصاً - حیات اعلیٰ حضرت ج ۱ ملخصاً)

تصدیق جدید: حسام الحرمین کی تصدیق جدید کا سلسلہ جاری ہے- اکثر اکابرین کی تصدیق موصول ہو چکی ہے- تمام تصدیقات حضرت مصباحی دام ظلہ کے پاس جمع ہیں- تصدیق جدید کی مدت کی حد بندی نہیں- انشاء اللہ اس کے لئے ایک ویب سائٹ تشکیل دی جائے گی- تصدیقات کی شمولیت اس میں جاری رہے گی-

علماء متوسطین اپنی تصدیقات بنام مصباحی صاحب شیخ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور بھیج کر کرم فرمائیں۔

سوال: (۱) حسام الحرمین میں افراد خمسہ کے حکم کفر سے آپ متفق ہیں یا نہیں؟ (۲) منکر کا کیا حکم ہے؟

ضلالت وارتداد: جب کوئی گمرہی، کفر فقہی یا کفر کلامی کا مرتکب ہو۔ اور بعد اطلاع اس سے تائب نہ ہو تو حسب جرم اس پر حکم عائد کرنا واجب۔ ہاں، تاویل صحیح کی گنجائش رہتے ہوئے کسی قول کو کفری مفہوم پر ہی محمول کرنا غلط۔ بلکہ قائل کی اصلاح کی جائے۔ طاہر پاکستانی کا نظریہ ہے کہ چاہے وہ بت پوج لے، کسی کو اسے سنیت سے خارج کرنے کا حق نہیں۔ انسان کا اعتقاد وعمل اسلام سے خارج کرتا ہے، اور مفتی اظہار حکم۔

تکفیر المتکلمین معتمد

قال الغزالی﴿فاذا فَهِمْتَ اَنَّ النَّظرَ فی التکفیر موقوفٌ علٰی جمیع هذه المقالات التی لَا یَسْتَقِلُّ بِاٰحَادِهَا الاالمبرزون—عَلِمْتَ اَنَّ الْمُبَادِرَ اِلٰی تَکْفِیْرِ مَنْ یُخَالِفُ الاشعریَّ اَوْ غَیْرَهٗ جَاهِلٌ مُجَازِفٌ—وَکَیْفَ یَسْتَقِلُّ الْفَقِیْهُ بمجرد الفقه بهٰذا الخطب العظیم—وَاَیُّ رُبْعٍ من ارباع الفقه یُصَادِفُ هذه العلوم—فاذا رَأَیْتَ الْفَقِیْهَ الذی بضاعتُه مجردُ الفقه، یخوضُ فی التکفیر والتضلیل—فَاَعْرِضْ عنه وَلَاتَشْتَغِلْ به قَلْبَکَ وَلِسَانَکَ—فَاِنَّ التَّحدِّیَ بالعلوم غَرِیْزَةٌ فی الطبع—لَایَصْبِرُعَنْهَا الْجُهال—وَلِاَجْلِه کَثُرَ الْخِلافُ بین الناس وَلَوْسَکَتَ مَنْ لَایَدْرِی—لَقَلَّ الْخِلَافُ بَیْنَ الْخَلْقِ﴾(فیصل التفرقۃ بین الاسلام والزندقۃ ص۷۴)

اہلیۃ الافتاء بالتکفیر: لاینبغی لِاَحَدٍ اَنْ یجترأ علی الافتاء بالتکفیر اِلَّامَنْ هُوَاَهْلٌ لِذٰلِکَ—وقد مرقول الغزالی ان الفقهاء لیسوا باهل لافتاء التکفیر.

قال الهیتمی﴿ینبغی للمفتی انه یحتاط فی التکفیر مَا اَمْکَنَه لِعَظِیْمِ خطره وغلبة عدم قَصْدِه سیما من العوام—وَمَازَالَ اَئِمَّتُنَا عَلٰی ذلک قَدِیْمًا وَحَدِیْثًا﴾(تحفۃ المحتاج مع حاشیۃ الشروانی ج۹ص۸۸)

قال الغزالی فی بحث الاجماع﴿المبتدع اذا خَالَفَ لم ینعقد الاجماع دونه اذا لَمْ یُکَفَّرْ بل هو کمجتهدٍ فاسقٍ وَخلاف المجتهد الفاسق معتبرٌ﴾(المستصفی ج۱ص۱۸۳)

واعلم اَنَّ خِلَافَ المبتدع الغیر الکافرمعتبرٌ عند الشوافع مع بعض الشرائط (البحرالمحیط

ج۴ص۴۶۸)وعند الاحناف لااعتبارَ لِلْمُبْتَدِعِ سواء کَانَ ضَالًّا اَوکَافِرًا کَمَا هو فی کتب الاصول فی بحث الاجماع (التوضیح والتلویح ج۲ص۴۶)

ثم قال الغزالی عَنِ الْمُبْتَدِعِ الْکَافِرِ﴿اَمَّا اِذَا کُفِّرَ بِبِدْعَتِه فَعِنْدَ ذٰلِکَ لَا یُعْتَبَرُ خِلَافُه—وَاِنْ کَانَ یُصَلِّیْ اِلَی القبلة ویعتقد نفسه مُسْلِمًا—لِاَنَّ الْاُمَّةَ لَیْسَتْ عبارة عن المصلین الی القبلة بل عن المؤمنین—وهو کافرٌ—وَاِنْ لَا یَدْرِیْ اَنَّه کَافِرٌ﴾(المستصفی ج۱ص۱۸۴)

قال الغزالی﴿فان قیل—فَلَوْ تَرَکَ بَعْضُ الفقهاء الاجماع بِخِلَافِ الْمبْتَدِعِ الْمُکَفَّرِ اِذَا لَمْ یَعْلَمْ اَنَّ بدعته تُوْجِبُ الْکُفْرَ—وَظَنَّ اَنَّ الاجماع لاینعقد دونه—فَهَلْ یُعْذَرُ من حیث اَنَّ الفقهاء لایطلعون عَلٰی مَعْرِفَةِ مَایُکَفَّرُ به من التاویلات؟—قلنا لِلْمَسْئَلَةِصُوْرَتَانِ.

(۱) اِحْدَاهُمَا اَنْ یَقُوْلَ الفقهاء—نحن لَا نَدْرِیْ اَنَّ بدعته توجب الکفرَ اَمْ لَا؟—ففی هذه الصورة لَا یُعْذَرُوْنَ فِیْهِ اِذْیَلْزَمُهُمْ مُرَاجَعَةُ علماء الاصول—ویجب علی العلماء تعریفُهم، فاذا اَفْتَوْهُمْ بِکُفْرِه فعلیهم التقلید—فَاِنْ لَمْ یَقْنَعْهُمُ التَّقلید—فَعَلَیْهِمُ السُّوَالُ عن الدلیل—حَتّٰی اذا ذُکِرَ لهم دلیلُه، فَهِمُوْهُ لَامَحَالَةَ—لِاَنَّ دَلِیْلَهٗ قَاطِعٌ—فَاِنْ لَمْ یُدْرِکْهُ فَلَایَکُوْنُ مَعْذُوْرًا—کَمَنْ لَایُدْرِکُ دَلِیْلَ صدق الرسول ﷺ فانه لَاعُذْرَ مَعَ نَصْبِ اللّٰهِ تَعَالٰی الْاَدِلَّةَ الْقَاطِعَةَ.

(۲) الصورة الثانیة اَنْ لَایکون بَلَغَتْهُ بِدْعَتُه وَعَقِیْدَتُه فَتَرَکَ الْاِجْمَاعَ لِمُخَالَفَتِه فَهُوَ مَعْذُوْرٌ فِیْ خَطَأِه وَغَیْرُ مُوَاخَذٍبِه﴾(المستصفی ج۱ص۱۸۴)(البرکات النبویۃ فی الاحکام الشرعیۃ)

قاضی القضاۃ ونائب قاضی القضاۃ کی بارگاہ میں عرض

نگراں بورڈ کی حاجت: علماء ہند کی عبقری شخصیات قاضی القضاۃ فی الہند حضرت تاج الشریعہ دام ظلہ الاقدس واستاذ رفیع الدرجات نائب قاضی القضاۃ فی الہند محدث کبیر دام ظلہ العالی کی خدمات بابرکات میں مؤدبانہ عرض ہے کہ دعوت اسلامی کیلئے انصاف پسند علماء کی ایک نگراں ٹیم بنادیں جو شرعی نقطہ نظر سے اس تحریک کی نگرانی کریں اور خلاف شرع امور پر ارباب تحریک کی صحیح رہنمائی فرماتے رہیں۔

فقیہ اکبر کے فرائض: جہاں اسلامی سلطنت نہ ہو وہاں اقامت جمعہ وعیدین کیلئے شہر کا سب سے بڑا فقیہ عالم حاکم اسلام کے قائم مقام ہے۔ ان کی ہی اجازت سے جمعہ وعیدین کا قیام ہوگا۔ اسی طرح ملک کا

سب سے بڑا فقیہ عالم بشرط اتفاق مسلمین امور مذکورہ ودیگر امور میں سلطان اسلام کے قائم مقام قرار پائیگا (بہار شریعت ج۴ص۷۷-فتاویٰ رضویہ ج۳ص۱۸۷-ج۹ نصف اول ص۱۸۰-ج۶ص۲۰)

امر مذکور میں دفع نزاع کیلئے ان اکابرین کا اقدام کرنا موافق حال وسبب دفع قیل وقال ہوگا-ان حضرات کو حالات حاضرہ کی اطلاع ہے اور پیشقدمی سودمند-واللہ اعلم بالصواب

حدیث نبوی: ﴿عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَرَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَقُوْلُ-کُلُّکُمْ رَاعٍ وَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِهٖ-فَالْاِمَامُ رَاعٍ وَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِهٖ وَالرَّجُلُ فِیْ اَہْلِهٖ رَاعٍ وَہُوَمَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِهٖ وَالْمَرْأَةُ رَاعِیَةٌ فِیْ بَیْتِ زَوْجِهَا وَہِیَ مَسْؤُوْلَةٌ عَنْ رَعِیَّتِهَا﴾ (صحیح البخاری ج۱باب العبدراع فی مال سیدہ-صحیح لمسلم ج۲باب فضیلۃ الامام العادل-سنن ابی داؤد باب مایلزم الامام من حق الرعیۃ-جامع الترمذی ج۱ باب ماجاء فی الامام)

وارثین انبیاء علیہم السلام: حضرت سید کائنات ﷺ کا فرمان ہے ﴿اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ﴾ (سنن ابی داؤد باب الحث علیٰ طلب العلم-جامع الترمذی ج۲باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ-سنن ابن ماجۃ باب فضل العلماء والحث علیٰ طلب العلم-صحیح ابن حبان ج۱ص۲۸۹)

جواب دیں: علماء کرام حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ السلام کے وارث ہیں-ان کا فرض منصبی امر بالمعروف ونہی عن المنکر ہے، نہ کہ تنقید آرائی-"وراثت انبیاء" کا مفہوم پیش نظر رکھ کر بتائیں-کیا امر ونہی کا طریقہ اور تنقید کے الفاظ وانداز یکساں ہوتے ہیں یا مختلف؟-دوستو! کرواور کرنے دو-

دعوت اسلامی کے لئے نایاب تحفہ

گر قبول افتد: میں تمام وابستگان دعوت اسلامی خصوصاً امیر دعوت اسلامی کی بارگاہ میں ایک حدیث مقدس نذر کرتا ہوں-اور قبولیت کی امید رکھتا ہوں-انشاءاللہ یہ حدیث مبارک سکون قلب کا ذریعہ ہوگی-

حدیث نبوی: ﴿عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ اَنَّهٗ قَالَ-بَیْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ جَالِسٌ وَمَعَهٗ اَصْحَابُهٗ-وَقَعَ رَجُلٌ بِاَبِیْ بَکْرٍفَاٰذَاهُ فَصَمَتَ عَنْهُ اَبُوْبَکْرٍ-ثُمَّ اٰذَاهُ الثَّانِیَةَ فَصَمَتَ عَنْهُ اَبُوْبَکْرٍ ثُمَّ اٰذَاهُ الثَّالِثَةَ فَانْتَصَرَمِنْهُ اَبُوْبَکْرٍ-فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ حِیْنَ اِنْتَصَرَاَبُوْبَکْرٍ-فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ-اَ وَجَدْتَ عَلَیَّ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ؟فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ-نَزَلَ

مَلَکٌ مِنَ السَّمَاءِ یُکَذِّبُهٗ بِمَا قَالَ لَکَ-فَلَمَّا اِنْتَصَرْتَ،وَقَعَ الشَّیْطَانُ-فَلَمْ اَکُنْ لِاَجْلِسَ اِذْ وَقَعَ الشَّیْطَانُ﴾ (سنن ابی داؤد باب فی الانتصار)

(ت) حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت شہنشاہ کائنات ﷺ اپنے اصحاب کرام کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی حضرت صدیق اکبر کے بارے میں برا بھلا کہ کرانہیں (اپنی باتوں کے ذریعہ) تکلیف دیا-توابوبکر خاموش رہے-پھر انہیں دوسری بار اذیت پہونچایا-توابوبکر خاموش رہے-پھر اس نے تیسری بار انہیں اذیت پہونچایا تو صدیق اکبر نے بدلہ لیا (جواب دیا) پس حضرت سرور کائنات ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے-توصدیق اکبر نے عرض کیا-یارسول اللہ ﷺ کیا آپ مجھ پر ناراض ہوگئے-پس آپ ﷺ نے فرمایا-ایک فرشتہ آسمان سے اترا-وہ جو کچھ آپ کو کہہ رہا تھا،فرشتہ اسے جھٹلا رہا تھا-پھر جب آپ نے بدلہ لیا تو شیطان دخل انداز ہوگیا-تو میں اب بیٹھنے والا نہیں جب کہ شیطان دخل انداز ہو چکا-

اقول: اگر کوئی کسی پر غلط الزام عائد کرتا یا طعن وتشنیع کرتا ہے-اور بندہ رضاءالٰہی کے لئے خموشی اختیار کرتا ہے-تو رب تعالیٰ کسی کو مقرر فرمادیتا ہے جو اس کا دفاع کرتار ہتا ہے-جب آدمی اپنا دفاع ازخود کرنے لگتا ہے تو شیطان اس معاملہ میں دخل انداز ہوجاتا ہے-لہٰذا بہتر یہی کہ آپ اپنا کام کریں اور وہ نفوس دفاع کریں جنہیں رب تعالیٰ دفاع پر مقرر فرمادے-بشرطیکہ مہرلب ٹوٹنے نہ پائے-صرف مقصد اصلی پیش نظر ہو-

دعوت اسلامی کا جدید دستور

دعوت اسلامی کے بنیادی ضابطے: (۱) اس غیر سیاسی تبلیغی تحریک کا نام دعوت اسلامی ہوگا-اور اس کا کام اسلامیات کی طرف دنیا کو حسب حال دعوت دینا ہے-

(۲) دعوت اسلامی کا آغاز امیر اہلسنت حضرت مولانا الیاس قادری بن عبدالرحمٰن کراچی (پاکستان) نے ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۹۸۱ء میں کیا-اور کراچی پاکستان کو مرکز قرار دیا-

(۳) اس تحریک کا مقصد اسلامیات کو حضور ﷺ کے اقوال وافعال کریمہ کے مطابق حسب حال دنیا کے لوگوں تک اس طرح پہنچانا ہے-کہ پہنچانے والے خود بھی حسب ضرورت اطاعت سے آراستہ رہیں-اور مناظرانہ ردکو ماہرفن علماء اہل سنت پر چھوڑ کر تبلیغ واشاعت کا کام کرتے رہیں-

(۴) اسلامیات سے مراد سرکار مدینہ ﷺ کے وہ اقوال وافعال ہیں جن پر ائمہ اربعہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ، سید

ناامام مالک ،سیدناامام شافعی ،سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم قائم رہے-سیدنا امام اشعری ،سیدنا امام ماتریدی رضی اللہ تعالیٰ عنہما جن کی تعلیم دیتے رہے-سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی ،سیدنا خواجہ معین الدین چشتی سنجری،سیدنا شیخ شہاب الدین سہروردی،سیدنا شیخ بہاء الدین نقشبندی رضی اللہ عنہم اجمعین جن کے حامل رہے-علماء اہل سنت جیسے خاتم الفقہاء سیدنا شیخ سید محمد امین الدین الشہیر بابن عابدین صاحب ردالمحتار،سیدنا شاہ ملاجیون علیہ الرحمہ ہندی،سیدنا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ وغیرہم جن کے قائل و عامل رہے-خصوصا سیدنا اعلیٰحضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے جن کی تصریحات اپنی تصانیف مبارکہ میں کردی-اوراس کومزید المعتمد المستند ،حسام الحرمین وغیرہا کتب مفیدہ میں واضح فرمادیا-جہاں ضرورت ہوگی-اس دفعہ کے تحت اکابر اہلسنت میں سے کسی کی ہدایت حاصل کی جائے گی۔

〈۵〉اس تحریک کا ایک مرکزی امیر ہوگا-جو پوری دعوت اسلامی کا سب سے بڑا رہنما ہوگا-جوعلم وعمل اور جسمانی صحت کی رعایت کے ساتھ دفعہ نمبر۴/ کی قطعی شرط پر حین حیات امارت کے منصب پر قائم رہے گا-اس کوامیر دعوت اسلامی کہا جائے گا-حضرت مولانا محمد الیاس قادری دامت برکاتہم العالیہ زندگی بھرمرکزی امیر رہیں گے-اوردعوت اسلامی کیلئے ہدایتوں کے حسب دفعہ۴/ وہ مکمل طور پر مجاز ہوں گے-عالمی مرکز کا باقی رکھنا یااس میں تبدیلی کرنا ان کے اختیار میں ہوگا۔

〈۶〉مرکزی امارت پر کسی ذات کا تعین مرکزی امیر کی وصیت پر ہو سکے گا-اورکسی وجہ سے یہ نہ ہوتو اس مرکز کے ملک کے صوبائی اورشہری نگران صاحبان مرکزی امیر متعین کرسکیں گے-اوردفعہ۴/ سے گریز یا دعوت اسلامی کی ذمہ داریوں سے بے پرواہی پر الگ بھی کرسکیں گے۔

〈۷〉ہرصوبہ کا ایک نگراں ہوگا اوروہ پورے صوبہ پرنگرانی رکھے گا-علم وعمل میں قابل اعتماد ہوگا اورمرکزی امیر کے سامنے جوابدہ ہوگا-مرکزی ہی اس کومقرر کرے گا اوروہ الگ بھی کرسکے گا۔

〈۸〉ہرشہر کا ایک نگراں ہوگا جس کوصوبائی نگراں مرکزی امیر کے مشورہ سے مقرر کرے گا اوراسی طرح الگ بھی کرسکے گا-شہری نگراں صوبائی نگراں کے سامنے جوابدہ ہوگا-مرکزی امیر کی جواب طلبی پر بہرحال اس کو براہ راست مرکزی امیر کے سامنے جوابدہ ہونا پڑے گا-شہری نگراں کیلئے لازمی ہوگا کہ وہ اپنے شہر اورشہر سے متعلق مواضع اوردیہات میں دعوت اسلامی کے تبلیغی اغراض ومقاصد کو پورا کرے۔

〈۹〉تبلیغ عمل کی دوصورتیں ہوں گی۔

〈**الف**〉وہ مبلغین جوعلم وعمل میں ممتاز ہوں گے-اورتبلیغ کی پوری صلاحیت رکھتے ہوں گے-وہ دعوت اسلامی کےضوابط کے تحت تبلیغی اجتماعات وغیرہ میں زبانی تبلیغ کرتے رہیں گے۔

〈**ب**〉وہ مبلغین جوعلم میں ممتاز نہ ہوں گے،وہ دعوت اسلامی کی مقرر کردہ کتب کوسامنے رکھ کرتبلیغ کرسکیں گے۔

〈۱۰〉مبلغین کی تعلیم وتربیت کے مراکز قائم کرنا خودمرکز کی ہدایت پر ہوگا-اوراس کیلئے ضابطے خودمرکزی امیر کی طرف سے جاری ہوں گے-اورجن مبلغین کو جہاں تک دعوت کی اجازت دی جائے گی-وہ اسی قدراجازت پرتبلیغی فرائض انجام دیتے رہیں گے-تمام مبلغین کیلئے یہ ضروری ہوگا کہ وہ علماء اہل سنت سے ہرگز نہ ٹکرائیں-ان کے ادب واحترام میں کوئی کوتاہی نہ کریں-اگرعلماء اہل سنت دفعہ۴/ کے تحت صحیح مسائل کی ہدایت کریں-یہ حکم شرع ہے،اُس پرعمل کریں-اگر یہ محسوس کریں کہ نزاعی صورت ہے توشہری یاصوبائی نگراں یامرکزی امیر کی طرف رجوع کریں-علماء اہل سنت کی تحقیر سے قطعاً گریز کریں-ان کے کردار اور عمل کے متعلق ہرگز گفتگو نہ کریں-ہاں،جہاں عقائد کی کمزوری اورکبائر کا ارتکاب ہو،ان کی چھاؤں سے بھی پرہیز کریں-اگرچہ وہ عالم کہلاتے ہوں۔

〈۱۱〉دعوت اسلامی کا کام ہنگامی طور پرلوگوں کے خود مالی بوجھ اٹھا لینے پر ہوتا ہے-لہٰذا عمومی چندہ نہیں کیا جا سکتا-ہاں،سخت ضرورت کے وقت مرکزی امیراس کی اجازت دے سکتا ہے۔

تبصرہ: یہ گیارہ دفعات پرمشتمل دستوراساسی ہے-اس کے کسی دفعہ میں خلاف شرع کوئی امرنہیں-علماء اہل سنت بھی اپنی رائے کا اظہار فرما سکتے ہیں-دفعہ سوم میں ہے''مناظرانہ ردکو ماہر فن علماء اہل سنت پر چھوڑ کر تبلیغ واشاعت کا کام کرتے رہیں''-یہ حکم مبلغین کیلئے ہے-دعوت اسلامی سے منسلک علماء کرام کیلئے نہیں-بلکہ مابعد میں منقول ایک مکتوب میں امیر دعوت اسلامی نے تحریر کیا-''حسب ضرورت فرق باطلہ کی تردید بھی کرتا ہوں''-عام مبلغ چونکہ عالم نہیں ہوتے-اسی لئے انہیں تقریر ووعظ کی اجازت نہیں-پھرانہیں بحث ومناظرہ کی اجازت نہیں ہوسکتی ہے-بحث ومناظرہ،وعظ وتقریر سے بڑھ کر ہے-دستور مذکور میں صراحت ہے۔

''وہ مبلغین جوعلم میں ممتاز نہ ہوں گے-وہ دعوت اسلامی کی مقرر کردہ کتب کوسامنے رکھ کرتبلیغ کرسکیں گے''۔

احکام شرعیہ: امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے فرامین محررہ ذیل ہیں۔

(۱) ''جوکافی علم نہ رکھتا ہو،اسے وعظ کہنا حرام ہے-اوراس کا وعظ سننا جائز نہیں-اوراگر کوئی معاذ اللہ بدمذہب ہے تو وہ نائب شیطان ہے-اس کی بات سُننی سخت حرام ہے''۔(فتاویٰ رضویہ ج۹ نصف اخیر ص۱۰۸)

(۲) ''منبر مسند نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے-جاہل اردوخواں اگراپنی طرف سے کچھ نہ کہے-بلکہ عالم کی تصنیف پڑھ کرسنائے-تواس میں حرج نہیں جبکہ وہ جاہل فاسق مثلاً داڑھی منڈا وغیرہ نہ ہو-کہ اس وقت وہ جاہل سفیر محض ہے اورحقیقۃً وعظ اس عالم کا جس کی کتاب پڑھی جائے-اوراگرایسا نہیں بلکہ جاہل خود کچھ بیان کرنے بیٹھے تواسے وعظ کہنا حرام ہےاوراس کاوعظ سننا حرام ہےاورمسلمانوں کوحق ہے بلکہ مسلمانوں پر حق ہے اسے منبر سے اتاردیں کہ اس میں نہی منکر ہےاورنہی منکر واجب-واللہ تعالیٰ اعلم''۔(فتاویٰ رضویہ ج ۹ نصف اخیر ص ۳۰۶-رضا اکیڈمی ممبئ)

اقول: جن کووعظ کی اجازت نہیں،ان کومناظرہ وردوابطال کی اجازت کیسے ہوگی-ایک خطرہ یہ بھی ہے کہ یہ آدمی بھی بحث ومباحثہ میں مبتلا ہوکرغیروں کی بات سے متأثر ہوکرکہیں گمرہی کا شکارنہ ہوجائے-امیر دعوت اسلامی کی توجیہات مندرج ذیل ہیں۔

(۱) ہمارے تبلیغی اجتماع سے اولاً یہ مقصد ہوتا ہے کہ لوگوں میں دین سے لگاؤ،دین سیکھنے کاذوق مسلمانوں میں بیدار کیا جائے-اوراس کیلئے اس مرحلہ میں رداوربحث ومباحثہ اوراستدلالی صورت ہم مناسب نہیں سمجھتے- ہاں،دوسرے مرحلہ میں اجتماع کے علاوہ ان میں مسائل فقہ کے ساتھ ایمان،کفر،گمرہی کے امتیاز کی تعلیم پھیلائی جائے-اہل سنت کے مذہب کی حقانیت بتائی جائے-پھر بددینوں،بدمذہبوں اور گمراہوں کی شناخت کراکےان سے بچنے بچانے کی کوشش کی جائے-یہ ہمارے بنیادی ضابطوں سے ظاہر ہے۔

(۲) سنی صحیح العقیدہ علماء کرام کااحترام ہماری تحریک کا جزء ہے-مگرتبلیغی اسٹیج پرصرف اس صلاحیت کی ضرورت ہے کہ مبلغین لوگوں کودعوت اسلامی کی طرف مائل کرکےان میں دین سے لگاؤاوردین سیکھنے کا جذبہ پیدا کر دیں-وہ مبلغین خواہ پورے عالم ہوں یانہ ہوں-عام طور پر یہ مبلغین عالم نہیں ہوتے ہیں-ہمارے نظریہ یہ ہے کہ اپنے قریب لوگوں کوبلانے کیلئے تبلیغ کے اس پہلے مرحلہ میں بحث ومباحثہ،استدلال کی شعلہ بار تقریروں سے احتیاط کی جائے-دوسرے اورتیسرے مرحلہ میں حسب ضرورت تعلیم وترتیب کا حسب دفعہ ۴/ خیال رکھا جائے۔

تحریک دعوت اسلامی کامنصفانہ جائزہ

اقول: مبلغین بدمذہبوں سے اعتقادی مسائل میں بحث ومباحثہ نہ کریں-خوف ہے کہ کہیں بدمذہب کی بات دل میں اتر جائے اوراپنا دین بھی کھوجائے-امام اہل سنت نے فرمایا-''ناقص بلکہ کامل کوبھی بلاضرورت بدمذہبوں کی کتابیں دیکھنا ناجائز ہے-انسان ہے-ممکن ہے کوئی بات معاذ اللہ دل میں جم جائے-اور ہلاک ہوجائے''۔(الملفوظ ج۴ ص۴)نیز فرمایا-''ردکرنا فرض ہے-حدیث میں ارشاد ہوا-﴿اذا ظهرت الفتن اوقال البدع ولم يظهر العالم علمه فعليه لعنة الله والملئكة والناس اجمعين- لايقبل الله منه صرفا ولا عدلا﴾ جب فتنے یا بدمذہباں ظاہر ہوں اورعالم اپنا علم ظاہر نہ کرے تواس پہ اللہ اورفرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت-اللہ نہ اس کا فرض قبول کرے نہ نفل''۔(الملفوظ ج۴ ص۴-بریلی)

امام نے لکھا-''قابلیت سے باہر علم سکھانا فتنہ میں ڈالنا ہے-اورنا قابل کومباحث ومجادل بنانا دین کومعاذ اللہ ذلت کیلئے پیش کرنا ہے-نبی ﷺ فرماتے ہیں﴿اذا وسد الامر الى غير اهله فانتظر الساعة﴾ جب نااہل کوکام سپرد کیا جائے تو قیامت کا انتظار کرو-واللہ اعلم(فتاویٰ رضویہ ج۹ جز۲ ص۳۰۴)

اقول: یہ حکم علماء کیلئے ہے-لہٰذا دعوت اسلامی کے علماء حسب موقع رد بدمذہباں سے گریز نہ کریں۔

دستور قدیم ابتدائی عہد میں منسوخ

قدیم سات نکاتی دستور کی منسوخی کی تاریخ مجھے معلوم نہ ہوسکی-امیر دعوت اسلامی کی جانب سے ایک خط مفتی عبدالحلیم صاحب رضوی کے نام پر ہے-جس میں دستورسابق کی منسوخی کا ذکر ہے-اس میں سال ۱۴۱۲ھ مرقوم ہے-اس طرح یہ مکتوب آج سے ۲۳/ سال قبل کا ہے-اورقدیم دستور کی منسوخی اس سے کئی سالوں پہلے ہوئی-دعوت اسلامی کے ہندوستان میں آغاز سے قبل ہی وہ دستور منسوخ ہوچکا تھا-منسوخی کی خبر مشہور نہ ہوسکی اوراعتراض باقی رہا-ذیل میں مکتوب سپرد قرطاس ہے۔

نقل مکتوب: عظیم المرتبت حضرت مولانا محمد الیاس قادری صاحب امیر دعوت اسلامی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب عالی!آپ کے سات نکاتی منشور پر ہمارے یہاں بعض احباب کواعتراض ہے-لہٰذا اس کی وضاحت فرمادیں-والسلام-محمد عبدالحلیم-ناگپور۲۴/اکتوبر۱۹۹۱ء

جواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم-سگ مدینہ محمد الیاس قادری رضوی ضیائی عفی عنہ کی جانب سے استاذ العلماء

محسن دعوت اسلامی الحاج حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالحلیم صاحب اشرفی رضوی دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت سراپا شفقت میں مدنی مٹھاس سے تربتر سلام-السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمدللہ رب العٰلمین علی کل حال-اللہ عزوجل آپ کے درجات عالیہ کو بلند فرمائے-اور بار بار میٹھا مدینہ دکھائے-اور آپ کا سینہ مدینہ بنائے-اللہ تعالیٰ آپ کا اور تمام علماء ومشائخ اہل سنت کا سایہ ہم غریب سنیوں پر تا دیر قائم رکھے-آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عالی جاہ! متذکرہ منشور تو سالہا سال ہوئے، ہم کالعدم کر چکے ہیں-دعاء فرماتے رہیں کہ اللہ عزوجل صرف محبوب پاک صاحب لولاک ﷺ کے عشق میں اور صلوٰۃ وسنت کی تبلیغ کے لئے ہی زندہ رکھے-اگر مسلک اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رضی اللہ عنہ سے ایک بال کے برابر بھی ہٹنے لگوں تو مجھے مدینہ منورہ میں سبز سبز گنبد کے سائے میں محبوب ﷺ کے جلوؤں میں موت عطا کر کے بقیع مبارک میں مدفن نصیب کرے-میری لاش بے شک مدینے کے کتے کھائیں-مگر کسی گستاخ رسول ﷺ کا ہاتھ یا جنازہ کو کندھا نہ لگے-والسلام مع الاکرام-سگ مدینہ محمد الیاس قادری-۱۵/ ربیع الثانی شریف ۱۴۱۲ھ

اقول: دعوت اسلامی کے منسلکین کو بھی دستور قدیم کی منسوخی کی خبر نہیں-تو دوسروں کو اس کی خبر کیسے ہوگی؟

رد وابطال بد مذہباں وجشن عید میلاد النبی ﷺ

نقل مکتوب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم-سگ مدینہ محمد الیاس عطار قادری رضوی عفی عنہ کی طرف سے حضرت علامہ مولانا مفتی مطیع الرحمٰن رضوی صاحب مدظلہ کی خدمت میں-السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا مکتوب مع سوالنامہ محررہ ۳/ رمضان المبارک ۱۴۱۶ھ وسط محرم الحرام ۱۴۱۷ھ مجھ گنہگار کے ہاتھوں تک پہونچا-اپنے مسلک کی وضاحت پیش خدمت ہے۔

الحمدللہ عزوجل میں سنی قادری رضوی ہوں-امام اہل سنت رضی اللہ عنہ کی کتاب مستطاب حسام الحرمین سے مکمل اتفاق رکھتا ہوں-﴿مَنْ شَکَّ فِیْ عَذَابِہٖ وَکُفْرِہٖ فَقَدْ کَفَرَ﴾ والا اصول حق ہے-امام اہل سنت رضی اللہ عنہ نے جس جس کی تکفیر فرمائی، میں بھی اس کو کافر سمجھتا ہوں-حسب ضرورت فرق باطلہ کی تردید بھی کرتا ہوں-میں نے اپنے "مدنی وصیت نامہ" میں بدمذہبوں سے دور رہنے کی اسلامی بھائیوں کو وصیت کی ہے-داخل سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ ہونے والوں کیلئے بھی میرا مطبوعہ مکتوب ہے-اس میں بھی اسی

قسم کی تاکیدیں ہیں-ان میں سے نمبر ۱/ اور نمبر ۲/ تحریر کئے دیتا ہوں۔

مدینہ ۱-مذہب مہذب اہل سنت وجماعت پر مضبوطی سے قائم رہیں-اور بدمذہبوں کی صحبت سے ہر حال میں بچتے رہیں۔

مدینہ ۲-امام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے بیان کردہ تمام تر عقائد عین قرآن وحدیث کے مطابق ہیں-لہٰذا ان عقائد پر مضبوطی سے جمے رہیں-اعلیٰحضرت رضی اللہ عنہ کی تصانیف تمہید الایمان اور حسام الحرمین کا مطالعہ کرلیں-یا پڑھوا کر سن لیں (مطبوعہ مکتوب منسلک ہے)

معمولات اہل سنت جیسا کہ میلاد وقیام، جشن معراج ومیلاد النبی ﷺ، اعراس بزرگان دین رضوان اللہ علیہم اجمعین، گیارہویں شریف وغیرہ کا نہ صرف معتقد بلکہ جب سے ہوش سنبھالا ہے، ان پر الحمدللہ عزوجل عامل بھی ہوں-سات نکاتی منشور کالعدم ہے-دراصل دعوت اسلامی کے اوائل میں بعض جگہ دعوت اسلامی کے نام پر لوگوں نے اپنی مرضی سے جلسے کرنے شروع کر دیئے-عرس وغیرہ کے نام پر-ہمارے یہاں عموماً جلسوں میں ویڈیو، تصویر کشی، فساق کی تعظیم، اعراس میں محفل سماع وغیرہ کا سلسلہ بھی ہوتا ہے-اور میں تصویر ذی روح یا قوالی وغیرہ سے اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ کی روشنی میں اتفاق نہیں رکھتا-پھر ان کاموں کے لئے لوگوں کا دعوت اسلامی کے نام سے چندہ کرنے کے معاملات وغیرہ وغیرہ کے سبب دعوت اسلامی کی نیکی کی دعوت کی مساعی پر غلط اثرات مرتب ہونے کے خوف سے اس طرح کے جلسے وغیرہ دعوت اسلامی کے نام سے منع کئے گئے-اب الحمدللہ عزوجل دعوت اسلامی کو عروج نصیب ہوا-اور دنیا کے کئی ممالک میں مع ہندوستان اس کا کام خوب پھیل چکا ہے-لہٰذا اب ہر جگہ جشن میلاد النبی ﷺ وغیرہ دعوت اسلامی ہی کے نام سے منایا جا رہا ہے-اور اس کے تقدس کا حتی الامکان اسلامی بھائی خیال رکھتے ہیں۔

الحمدللہ کثیر علماء اہل سنت ہند بھی مجھے بطور سنی ہی جانتے ہیں-خود شہزادۂ اعلیٰحضرت حضرت علامہ ازہری میاں دامت برکاتہم العالیہ بھی مجھے سنی ہی سمجھتے ہیں-اور اس بات کا اظہار خود میرے سامنے کئی بار فرمائے ہیں-جب میری شناخت ہی بطور سنی ہے-میری تحریریں بھی شائع ہیں-عقائد اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کا بھی معتقد ہوں-تو مجھ پر شبہہ کیوں کیا جا رہا ہے؟-میں نے آپ حضرات ہی سے سیکھا ہے کہ کافر کو کافر اور مسلمان کو مسلمان سمجھنا ضروریات دین میں سے ہے۔

ہوں مسلمان گرچہ ناقص ہی سہی اے کاملو! ماہیت پانی کی آخر یم سے نم میں کم نہیں (حدائق بخشش)

طالب غم مدینہ وبقیع ومغفرت-سگ مدینہ محمد الیاس قادری-۷/صفر المظفر ۱۴۱۷ھ

حضور تاج الشریعہ دام ظلہ العالی کے حالیہ تأثرات

حقائق ومصدوقات: حضرت تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ علماء ہند میں سرتاج فقہاء احناف-عربی زبان کے ماہر مترجم وانشاء پرداز-جزئیات فقہیہ واصول وقواعد فقہیہ میں وسیع الادراک-عربی نظم نویس ونثر نگار-فنون ادبیہ میں حجۃ الاسلام کی یاگار-علوم حدیث میں رفیع المرتبت-انگریزی زبان میں مہارت اور تادیر خطاب کی قدرت-مرجع الافاضل-خیر الاماثل-اتباع سنت وزہد واتقاء میں بے نظیر یعنی مفتی اعظم ہند کی زندہ تصویر-متصلب سنی، دنیا سے بے نیاز-بلاخوف وخطر حق گوئی ان کا نشان امتیاز-اتباع اسلاف میں یکتائے زمانہ-حزم واحتیاط میں منفرد ویگانہ-ان کے اقوال نفسیات کی پیداوار نہیں بلکہ مبنی برحقائق واخبار-شریعت وطریقت کے مجمع البحرین-مرجع الطرفین وسید الحزبین-بعض فتاویٰ سے رجوع بطیّب خاطر-یہ حق پسندی کی دلیل ظاہر-دوصدیوں میں علوم شرعیہ کے خادم وناشر، بالیقین ثم بالیقین مجدد صدی حاضر-واللہ اعلم

خبر رساں: ممدوح گرامی تک عام افراد کی رسائی نہیں-اور خبر رساں کی دیانت وثقاہت نامعلوم۔

قولی تأثر: حضرت تاج الشریعہ دام ظلہ العالی کا فتویٰ ہے کہ دعوت اسلامی اور سنی دعوت اسلامی مسلک اعلیٰ حضرت کے مبلغ نہیں-لہٰذا ان دونوں تحریکوں سے بچو۔

دلیل وثبوت: حضرت موصوف نے دعوت اسلامی سے متعلق حکم مذکور کی دلیل کے طور پر فرمایا کہ اس تحریک کے دستور میں ہے کہ دعوت اسلامی کے اسٹیج سے بدمذہبوں کا رد نہیں کیا جائے گا-اور ہمارے اسٹیج سے گیارہویں، بارہویں کے جلسے نہیں منائے جائیں گے-جب ہم ۸۰/۹۰-اسی/نوے فیصد ہیں تو علی الاعلان تردید میں ہمارے لئے کوئی مشکل نہیں-ہمارے عقائد صاف ستھرے مطابق قرآن وحدیث ہیں-اسے چھپانے کی ضرورت نہیں-ہمارے مذہب میں تقیہ بازی کی اجازت نہیں-سنی دعوت اسلامی سے متعلق فرمایا کہ اس نے ایسے کو سرپرست بنا رکھا ہے جس پر علماء کونسل (ممبئی) کی بعض دفعات کی وجہ سے شرعی اعتراض وارد ہوتا ہے-مزید یہ کہ اس نے علی الاعلان کہا کہ قبر میں مسلک نہیں پوچھا جائے گا (ملخصًا)

عدم اطلاع سبب ابتلاء: دوسال قبل میں نے فیضان مدینہ (ممبئی) میں اس دستور پر شدید تنقید

کیا تھا-چند جوابات میں سے ایک یہ تھا کہ ہمارا درس، عملی طور پر رد بدمذہباں سے ہی شروع ہوتا ہے-درس فیضان سنت یا وعظ سے قبل پڑھا جاتا ہے-الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ، الخ-جب کہ بدمذہب فرقوں کے یہاں ''یارسول اللہ'' کہنا ممنوع ہے-اسی صیغہ درود سے ہماری سنیت ظاہر اور بدمذہبوں کا رد ہو جاتا ہے-پھر امسال اسی دستور سے متعلق سوال میں نے حاجی غلام یٰسین ناگپوری سے دہرایا تو انہوں نے بتایا کہ یہ دستور آج سے بہت پہلے ہی منسوخ ہو چکا ہے-اور اس کے ثبوت میں بہت سے کاغذات روانہ فرمائے-ان میں سے کچھ اس رسالے میں منقول ہیں-ہاں، دعوت اسلامی اس دستور کی منسوخی کی خبر علماء کرام تک نہ پہونچا سکی-اس منسوخی کا علم دعوت اسلامی کے تمام منسلکین کو بھی نہیں-یہ بڑی لغزش ہے۔

اصطلاح مسلک اعلیٰ حضرت: حضرت تاج الشریعہ اور اسی طرح بعض علماء جب مسلک اعلیحضرت کی اصطلاح کا استعمال فرماتے ہیں-تو وہ امام اہل سنت کا اعتقادی مسلک وفقہی مسلک دونوں مراد لیتے ہیں-اصطلاح سازی کا قانون بالکل عام ہے-یعنی ﴿لَامُنَاقَشَةَ فِي الْاِصْطِلَاحِ﴾ (التقریر والتحریر شرح التحریر لابن الہمام الحنفی-الشارح ابن امیر الحاج الحنفی ۸۲۵ھ-۸۷۹ھ-دار الفکر بیروت) ہر جماعت، ہر طبقہ وارباب علم ودانش کو اصطلاح سازی کا اختیار رہے-محدثین کے یہاں الفاظ جرح وتعدیل میں ایک لفظ سے کسی کے یہاں کوئی مفہوم مراد ہے-دوسرے محدث اسی لفظ کا دوسرا مفہوم مراد لیتے ہیں۔

الحاصل اگر فقہی مسئلہ میں بھی کوئی امام اہل سنت کے علاوہ فقہاء احناف کے قول کو اختیار کرے تو اس کے حق میں ممدوح گرامی کا یہ قول درست ہوگا کہ وہ مسلک اعلیٰ حضرت پر نہیں-واللہ اعلم بالصواب

دستور منسوخ، حکم ساقط: امر مذکور میں دعوت اسلامی سے متعلق حضور تاج الشریعہ کی دلیل یہ تھی کہ اس تحریک کے دستور میں ہے کہ ہم اپنے اسٹیج سے بدمذہبوں کا رد نہ کریں گے-اور گیارہویں بارہویں شریف ودیگر مجالس کا انعقاد ہمارے اسٹیج پر نہیں ہوگا-اور ﴿فَاِذَا فَاتَ الشَّرْطُ، فَاتَ الْمَشْرُوْطُ﴾ (شرح الزرکشی علیٰ مختصر الخرقی للمولیٰ شمس الدین ابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الزرکشی المصری الحنبلی ۷۲۲ھ-۷۷۲ھ-ج۲ص۱۷۶-دار الکتب العلمیۃ بیروت) کے قانون کے اعتبار سے حضرت تاج الشریعہ دام ظلہ العالی کا قول مذکور کالعدم قرار پایا-کیونکہ دعوت اسلامی نے وہ دستور منسوخ کر دیا ہے-جیسے امام اہلسنت نے حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلی سے متعلق احکام تحریر فرمائے-اور ان کی توبہ کے بعد اس تحریر کو خود ہی کالعدم قرار دیا۔

ٹی وی چینل اوردعوت اسلامی / حقائق ومواخذات

جامعہ اشرفیہ سے اجازت: آج سے چندسالوں قبل دعوت اسلامی کی جانب سے ترجمانی کرتے ہوئے محبّ گرامی شہزادۂ سرپرست دعوت اسلامی حضرت مولانا یحییٰ رضا مصباحی (فیضان مدینہ ممبئی) نے مجھے بتایا کہ پاکستانی عوام ودیگر حضرات کی جانب سے تبلیغ دین کیلئے ٹی وی چینل سے متعلق بار بار آواز یں اٹھ رہی تھیں- کیونکہ بعض بدمذہب جماعتیں ٹی وی چینل کے ذریعہ برق رفتاری کے ساتھ عوام الناس کو اپنے دام تزویر میں لیتے جارہی تھیں- پاکستان کے بعض ارکان دعوت اسلامی بھی ہندوستان آتے جاتے رہے اوراس بارے میں رائے طلب کرتے رہے- لیکن انہیں انڈین مینیجمنٹ کی طرف سے مثبت جواب نہ ملا اور یہ بات معرض التواء میں پڑی رہی- جب چینل سے متعلق بہت سی رائے آنے لگی اور مسلسل دباؤ پڑنے لگا تودعوت اسلامی کی جانب سے جامعہ اشرفیہ مبارکپور میں استفتاء کیا گیا- حضرت مفتی نظام الدین رضوی صدر دارالافتاء جامعہ اشرفیہ مبارکپور نے تمام حالات سن کرغوروفکر کے بعد حاجت شرعیہ کے تحقق کی بات کہی اور انہوں نے اجازت دی - اس کے بعد مرکزی کمیٹی کی جانب سے اقدام ہوا- سال ۲۰۱۲ء میں سرپرست دعوت اسلامی حضرت مفتی عبدالحلیم ناگپوری دام ظلہ نے یہی بات مڑگاؤں گوا میں دہرائی۔

سوال اول: امیر دعوت اسلامی ودیگر ذمہ داران سے مؤدبانہ عرض ہے کہ جب ایک فقیہ اورمفتی نے تبلیغ دین کیلئے عہد حاضر میں حاجت شرعیہ کے تحقق کے اثبات کے بعد مشروط طریقے پرآپ حضرات کوٹی وی چینل کی اجازت دی تو پھرآپ حضرات ٹی وی کے جواز کے لئے دیگرتاویلات کیوں پیش کرتے ہیں؟- مثلاً عدم جواز کا حکم منسوخ ہوچکا- یاٹی وی کی تصاویرعکس یاریز ہیں- وغیرہا- اوران ہی جملوں پرشرعی احکام وارد ہوجاتے ہیں- گذارش ہے کہ ایسے جملوں سے رجوع فرمالیں اورحضرت مفتی صاحب کےفتویٰ کوہی دلیل بنائیں کیونکہ آپ حضرات نے اسی فتویٰ کے سبب اقدام کیا ہے- نیز حضرت مفتی نظام الدین صاحب رضوی اپنے فتویٰ میں ٹی وی کی تصویر کے عکس ہونے کا انکارکرچکے ہیں- اورانہوں نے حکم عدم جواز کے تغیر کی بات بھی نہیں کہی ہے- چونکہ تمام وابستگان دعوت اسلامی کواس سے آگاہ کرنا مقصود، لہٰذا سوال درج رسالہ ہوا۔

سوال دوم: حضرت مفتی صاحب نے محض ٹی وی چینل کی مشروط اجازت دی ہے- الحمدللہ آپ ان شرائط کے مطابق اپنے چینل کومیوزک، مزامیر، عورتوں کی تصاویر، اسی طرح غیرمشروع اشتہارات سے محفوظ رکھے

ہوئے ہیں- لیکن جلسوں یااجتماعات ودیگرمواقع پرتصویرکشی یاویڈیوسازی کی اجازت مفتی صاحب نے ہرگز نہیں دی ہے- پھرکس فتویٰ کی روشنی میں اس طرح کے طریقے رائج ہوگئے؟ -سوال تحریرمیں آیا تاکہ تمام منسلکین اس فعل سے خودکومحفوظ رکھیں- چینل کے بیانات ومبلغین ہی تبلیغ سنت وسنیت کے لئے کافی۔

سوال سوم: ٹی وی چینل کوبوجہ حاجت مفتی صاحب نے محض جائز کہا ہے- بعض منسلکین اسے مستحسن یا مستحب کیسے کہتے ہیں؟- اکابرفقہاء کے یہاں بوجہ حاجت جواز بھی محل اعتراض میں، پھرمستحب کیسے ہوسکتا ہے؟- ایسی باتیں نہ کہیں- دعوت اسلامی کا اول وآخر مقصد فروغ دین وسنیت ہے- کوئی ایسی بات نہ ہونے پائے جس کے سبب بلاوجہ انتشار وباہمی افتراق کی شکل رونما ہو- اعتراض کے وسائل فراہم کرنا بھی غلط ہے۔

ٹیلی ویژن پراسلامی پروگرام بوجہ ’’حاجت شرعی‘‘ جائزہے

مفتی محمد نظام الدین رضوی صدر دارالافتاء جامعہ اشرفیہ مبارکپوراعظم گڈھ

مدنی چینل کے جودینی سلسلے براہ راست دکھائے جاتے ہیں- وہ اگر جاندار کی تصویرکشی سے پاک ہیں جیسا کہ میوزک اورعورت سے پاک ہیں توانہیں دیکھنا، دکھانا جائز ہے- اور جودینی سلسلے ایسی تصویرکشی سے پاک نہیں- انہیں دیکھنا، دکھانا ایک طبقہ علماء کے نزدیک ناجائز اورایک طبقہ کے نزدیک جائز ہے- راقم الحروف کا موقف یہ ہے کہ اگرٹی وی سے دینی سلسلے نشرکرنے کی شرعی حاجت متحقق ہواوران سے وہ حاجت پوری ہوتی بھی ہوتو صورت مستفسرہ میں اجازت ہوگی- کہ حاجت کی وجہ سے اس طرح کے محظور مباح ہوجاتے ہیں۔

اس کی تفصیل مختصراًیہ ہے- ٹی وی پردینی پروگرام دیکھنا، دکھانا جائز ہے یاناجائز؟ اس بارے میں علماء اہل سنت کی تحقیقات مختلف ہیں- ایک طبقہ اسے ناجائز کہتا ہے- ان کی تحقیق میں ٹی وی پرنظرآنے والی تصاویرحقیقۃً تصاویرہی ہیں- اورجاندارکی تصویربنانا، بنوانا ناجائز ہے- دوسرا طبقہ اس کی اجازت دیتا ہے -ان کی تحقیق میں ٹی وی پرتصویرکی طرح جومناظرسامنے آتے ہیں- وہ فی الواقع تصویرنہیں- بلکہ ریز (Rays) اورشعاعیں ہیں- جوخاص طورپریکجا ہوکرتصویرکی طرح نظرآتی ہیں- راقم الحروف کواس سے اتفاق نہیں کہ وہ مناظرتصاویرنہیں کیونکہ شارع علیہ السلام نے مجسمہ کے حرام ہونے کی جوعلت بیان فرمائی ہے- وہ شعاعی تصویرمیں بھی پائی جاتی ہے- اس لئے جوحکم مجسمے کا ہے وہی حکم شعاعی تصویرکا بھی ہوگا- ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ شعاعی تصویرکی حرمت مجسمے اوردستی تصویرکی حرمت سے اخف اورکم ہو- کہ دستی

تصویراور مجسمے کی حرمت منصوص ہےاور شعاعی تصویر کی حرمت غیر منصوص - ساتھ ہی مختلف بھی ہے- مگر ناجائز ضرور ہے- پھر وقفہ وقفہ سے دینی امور کے درمیان فحش اور ناجائز مناظر کی نمائش الگ وجہ حرمت ہے- اس لئے عام حالات میں ٹی وی دیکھنے دکھانے کی اجازت نہیں ہوسکتی - ہاں، اگر ٹی وی پر نشر ہونے والے تمام امور خالص دینی ہوں اور انہیں نشر کرنے کی حاجت بھی ہو- ساتھ ہی فحش مناظر اور ممنوعات سے پاک ہوں -تو انہیں ٹی وی پر دیکھنے دکھانے کی اجازت ہوگی۔

حاجت سے مراد شرعی حاجت ہے- اس کا تحقق اس وقت ہوگا جب ٹی وی پر دینی امور نشر نہ کرنے کے باعث امت گمراہ ہو، دین ومذہب کا ضرر ہواور دینی امور نشر کردینے سے وہ ضرر دور ہواور امت گمرہی سے محفوظ ہو- حاجت کا مطلب ہے کہ مجبوری کی وہ حالت جس میں فعل یا ترک فعل پر دین، جان، عقل، نسب، مال - یا ان میں سے کسی کا تحفظ موقوف نہ ہومگر اس کے بغیر مشقت اور حرج وضرر کا سامنا کرنا پڑے- جیسے رہنے کا مکان، روشنی کے لئے چراغ، اہل علم کے لئے دینی کتابیں، دین کے لئے عقائد ظنیہ کی تعلیم جن کا مخالف گمراہ، گمراہ گر، بدعتی اور عند الفقہاء کافر تک ہوتا ہے- فرائض کفایہ، فرائض عملیہ اور واجبات کی تعلیم وغیرہ (ماخوذ از فتاویٰ رضویہ وغیرہ)

فتاویٰ رضویہ میں ہے-''شک نہیں کہ ذی روح کی تصویر کھینچنی بالاتفاق حرام ہے- اگر چہ صرف چہرہ کی ہو......اور جن کا کھینچنا حرام ہے، کھینچوانا بھی حرام ہے- مگر مواضع ضرورت مستثنیٰ رہتے ہیں ﴿الضرورات تبیح المحظورات﴾ اور حرج بین وضرر ومشقت شدیدہ کا بھی لحاظ فرمایا گیا ہے ﴿مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ - لَاضَرَرَ وَلَاضِرَارَ - يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَايُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ (اس آیت کا دائرہ ضرورت سے وسیع تر ہے- جلی النص) تصویر کھینچوانے میں معصیت بوجہ اعانت معصیت ہے- پھر اگر بخوشی ہوتو بلاشبہہ خود کھینچنے ہی کی مثل ہے- یوں ہی اگر اسے کھینچوانا مقصود نہیں - بلکہ دوسرا مقصد مباح مثلاً کوئی جائز سفر (مقصود) ہے مگر قانوناً تصویر دینی ہوگی تو اگر وہ مقصد ضرورت وحاجت صحیحہ موجب حرام وضرر و مشقت شدیدہ تک نہ پہونچا، جب بھی ناجائز کہ منفعت کے لئے ناجائز جائز نہیں ہوسکتا - اور اگر یہ حالت (ضرورت یا حاجت صحیحہ کی پائی جاتی) ہے- تو یہ اپنے اوپر سے دفع حرج وضرر کا قاصد ہونے کے سبب ﴿لَاتَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰى﴾ کا فائدہ پاتا ہے''۔ (فتاویٰ رضویہ جلد دہم نصف آخر ص ۱۹۷)

تحریک دعوت اسلامی کامنصفانہ جائزہ

''حرج بین اور ضرر ومشقت شدیدہ'' حاجت ہی کی دوسری تعبیر ہے- اور اس کے بعد والی عبارت میں ''موجب ضرر ومشقت شدیدہ'' اسی حاجت کی صفت - اس طرح اس اقتباس سے کئی اہم فائدے حاصل ہوئے۔

〈۱〉 تصویر کھینچنی بالاتفاق حرام ہے کہ یہ خود معصیت ہے۔ 〈۲〉 تصویر بخوشی کھینچائے تو یہ کھینچنے ہی کی مثل ہے۔

〈۳〉 اور اگر یہ کھینچنا، کھینچانا بخوشی نہ ہو بلکہ کسی مجبوری کی وجہ سے ہواور وہ مجبوری درجہ ضرورت یا حاجت میں ہوتو دفع حرج وضرر کے قصد سے اس کی اجازت ہے۔

〈۴〉 جسے مجبور کیا گیا، اسے تو اجازت مل جائے گی - مگر جس نے کسی کو ناجائز کام پر مجبور کیا وہ عند اللہ گنہگار ہوگا - مثلاً کوئی عمرے کی قضاء یا حج فرض کیلئے مکہ شریف جائے - اور اسے بغیر فوٹو اجازت نہ ملے تو اسے تصویر کھینچانے کی اجازت ہے- مگر جن لوگوں نے بے ضرورت وحاجت تصویر کشی کو لازم کرکے لوگوں کو اس پر مجبور کیا وہ گنہ گار ہیں۔

یہ تو مسئلہ تصویر کی مختصر تصویر کشی ہوئی - اب ٹی وی کی حاجت پر بھی ایک نظر ڈالنی چاہئے۔

یہ امر واقعہ ہے کہ آج زیادہ تر باطل فرقوں اور بد مذہبوں کے پاس اپنے ٹی وی چینل ہیں- جن کے ذریعہ وہ دین ومذہب اور قرآن وحدیث کے نام پر گمراہانہ بلکہ کفری عقائد تک کو نشر کرتے ہیں- بالخصوص رافضیوں ، قادیانیوں ، وہابیوں اور دیوبندیوں کے اپنے اپنے چینل ہیں- جو اسلام اور درس حدیث وغیرہ کے نام پر اپنے کفری عقائد اور باطل افکار وخیالات کا زہر ناواقف عوام کے اذہان وقلوب میں پیوست کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں- ظاہر ہے کہ اس سے بے شمار اذہان وقلوب متأثر ہوسکتے ہیں- بلکہ ہوتے ہیں- جن کا علاج فوری طور پر ضروری ہوتا ہے- مگر ہماری غفلت کا عالم یہ ہے کہ اولاً ہمیں ان بد مذہبوں کی خرافات اور سازشوں کا علم نہیں- ثانیاً علم بھی ہوتو معاذ اللہ، استغفر اللہ پڑھ کر خاموش ہو رہے- یا اس کے بارے میں کوئی سوال آگیا تو اس کا جواب لکھ دیا جو معدودے چند نظروں تک پہونچا - یا زیادہ سے زیادہ کوئی مضمون لکھ دیا جو اگر کہیں شائع ہوگیا تو ہزار پانچ سو افراد نے پڑھ لیا - یا کسی جلسے میں اس کے خلاف تقریر کردی جو ہزار دو ہزار لوگوں نے سن لی - ظاہر ہے ہماری یہ کوششیں بہت محدود ہیں- جن سے ایک عام اور متعدی وبا کے تباہ کن ، دوررس اور دیرپا اثرات سے عامہ امت کو نہیں بچایا جاسکتا - اس لئے مسلمانوں کے دین وایمان کے تحفظ اور سچے اسلامی عقائد وتعلیمات سے دنیا کو روشناس کرانے نیز کتاب وسنت کا صحیح مفہوم

ان تک پہونچانے کیلئے آج ہم اہل سنت وجماعت کوٹی وی چینل کی حاجت ہے-مگراس حاجت کے باوجودٹی وی دیکھنے،دکھانے کی اجازت درج ذیل شرائط کی پابندی کے ساتھ مشروط ہے۔

(۱)مزامیر یامیوزک کااستعمال ہرگزنہ ہو۔(۲)میوزک نماذ کربھی نہ ہو۔

(۳)(الف)عقائدقطعیہ وظنیہ اورفرائض عین وفرائض کفایہ اورواجبات وسنن ہدیٰ کا درس واضح دلائل کے ساتھ ہو(ب)سواداعظم اورضروریات دین کی تفہیم کے ساتھ اسلام کی مقدس شخصیات کے تعارف اوران کے عقائدکاسلسلہ بھی چلایاجائے۔

(ج)اہل باطل کی نشری حرکتوں سے پوری آگاہی اورپوری خبرگیری ہو-اسلام اوراسلامی تعلیمات پرجس نہج سے بھی اہل باطل حملہ کرتے ہیں-فوراًفوراًاس کامکمل دفاع عقل ونقل کی روشنی میں کیاجائے۔

غرض یہ کہ جس حاجت شرعی کی وجہ سے اجازت کادروازہ کھلا ہے-اس کے تقاضے پورے کرنے کی ہرممکن کوشش کی جائے-اوربہرحال اپنی نمائش،نام ونمود،آپسی مقابلےاورفخرومباہات سےمکمل اجتناب ہو کہ اس کے لئے کوئی محظورمباح نہیں ہوتا-اورمساجدمیں ٹی وی دیکھنے،دکھانے کااہتمام بالکل نہ ہوکہ اس سے بسااوقات مساجدکی حرمت پامال ہوسکتی ہے-اورکبھی لوگوں کے ذکروتلاوت اورنمازوں میں خلل بھی واقع ہوسکتا ہے-یوں بھی یہ عوام مسلمین کی وحشت کاسبب ہے-واللہ تعالیٰ اعلم(جام نورمئی ۲۰۱۰ء-ص ۳۱،۳۲)

اقول: استاذمحترم نے مطلقاًاجازت ثابت فرمائی ہے-﴿ما ابیح للضرورۃ یقدربقدرھا﴾(الاشباہ والنظائرج اص۸۶)پربھی نظرکی جائے-نیزبلاضرورت ٹی وی سے باہرتصویرسازی پرپابندی عائدکریں۔

خطاممکن: علمی تحقیق یااجتہادمیں خطاًواقع ہوناکچھ بعیدنہیں-حدیث میں دونوں صورتوں کاذکرآیا۔

حدیث نبوی: (۱)﴿عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو وَاَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ-اِذَا حَکَمَ الْحَاکِمُ فَاجْتَھَدَ وَاَصَابَ فَلَہٗ اَجْرَانِ-وَاِذَا حَکَمَ فَاجْتَھَدَ وَاَخْطَأَ فَلَہٗ اَجْرٌ وَاحِدٌ﴾(مشکوۃ المصابیح ص۳۲۴-صحیح البخاری ج۲ص۱۰۹۲-صحیح لمسلم ج۲ص۷۶)

(ت)جب حاکم فیصلہ کرےاوروہ(حکم شرع کے بارے میں)اجتہادکرےاوردرستگی کوپہونچ جائےتواس کیلئے دواجرہے-اورجب فیصلہ کرےاوراجتہادکرے،پس خطاءکرجائےتواس کیلئے ایک اجرہے۔

بلاثبوت وقرینہ بدگمانی ناجائز: کسی مفتی یافقیہ کےقول کوبلاثبوت یاقرینہ حالیہ یاقرینہ

مقالیہ کے بغیرہوائےنفس پرمحمول کرنادرست نہیں-قرآن مجیدمیں فرمان الٰہی ہے﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ-وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا-اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتًا فَکَرِھْتُمُوْہُ-وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ﴾(سورۃ الحجرات-۱۲)

(۲)﴿عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ-اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ-وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا-وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا﴾(صحیح البخاری ج۲ص۸۹۶-صحیح لمسلم ج۲ص۳۱۶)

(ت)حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے،وہ روایت کرتے ہیں حضرت سیدالخلائق ﷺ سے کہ آپ ﷺ نے ارشادفرمایاکہ تم لوگ بدگمانی سے بچو-اس لئے کہ بدگمانی سب سے بڑی جھوٹی بات ہے-اور کسی کی بات کی طرف کان نہ لگاؤاور(کسی کی)ٹوہ میں نہ رہواور(ایک دوسرے سے)حسدنہ کرواور(آپس میں)بغض نہ رکھواور(ایک دوسرے سے)ترک تعلقات نہ کرواورہوجاؤاللہ کے بندے،بھائی بھائی۔

کیوٹی وی: بعض فقہاءہندنے کیوٹی وی سے متعلق ایک سوال کے جواب میں تحریرفرمایاکہ جولوگ ٹی وی دیکھتے ہیں-وہ اگرٹی وی پرناجائزپروگرام کی بجائے اسلامی پروگرام دیکھیں تویہ مناسب وجائزہے-انہوں نے فقہ کےقاعدہ کلیہ﴿مَنْ اُبْتُلِیَ بِبَلِیَّتَیْنِ وھما متساویتان یاخذ بایتھما شاء وان اختلفتا یختار اھونھما-لان مباشرۃ الحرام لاتجوزالا للضرورۃ ولاضرورۃ فی حق الزیادۃ﴾(الاشباہ والنظائرج اص۸۹-القاعدۃ الرابعۃ)کودلیل کےطورپرپیش کیا-ہندکےمذکورہ دوفقہاءکےعلاوہ اکابرفقہاءمیں سے کسی کاقول جوازمیری نظرسےنہ گذرا-مؤخرالذکرفتویٰ کےبارےمیں عرض ہےکہ ابتلاءبالبلاءاختیاری ہو تب بھی یہ قاعدہ جاری ہوگایاابتلاءبالبلاءاضطراری ہو،تب ہی جاری ہوگا؟

ٹی وی میں ابتلاءاختیاری ہے،اضطراری نہیں-ناجائزکاجوازبلاضرورت یابلاحاجت درست نہیں -پھریہ قاعدہ اختیاری امورمیں کیسےجاری ہوسکتاہے؟فقہاءجواب دیں-یارجوع فرمائیں تاکہ دین حبیب معظم ﷺ محفوظ رہے-نیزیہ کہ غیرمبتلاکیلئےحکم جوازہوگایانہیں؟-کوئی سوال کربیٹھا-شراب پیتاہوں- کیااسےچھوڑکرتاڑی پی لوں؟-قانون مذکورجاری ہوگایانہیں؟

امام اہل سنت نےفرمایا-''من ابتلی ببلیتین اختار اھونھما''دوبلاؤں کامبتلاان میں ہلکی کواختیارکرے

-اقول یہ کریمہ ﴿اِلَّامَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ﴾ سے ماخوذ ہے-یہ قاعدہ دونوں کا اطلاق نہیں کرتا بلکہ موازنہ چاہتا ہے(فتاویٰ رضویہ ج۹ جز۲ ص ۱۹۸) جب اس قاعدہ کا ماخذ مذکورہ آیت ہے-تو اختیاری اموراس قاعدہ کے تحت کیونکر درج ہونگے ؟ دونوں بلا میں موازنہ اوراہون کواختیار کرنا لازم-جب ان دونوں امور میں اختیار نہیں-تو اختیاری امور میں اس قاعدہ کا جاری ہونا کیسے صحیح ہوگا؟ عرض ہے،اعتراض نہیں۔

فتویٰ مجوث عنہا سے متعلق فیصلہ کن بات یہ ہے کہ بعض ناجائز امورایسے ہیں جوکسی بھی وقت جائز نہیں ہوتے-اوربعض ناجائز امورایسے ہیں جوضرورت صحیحہ وحاجت صادقہ کے وقت جائز ہوجاتے ہیں-فوٹو اورتصویر بھی ان امور میں سے ہیں جوضرورت وحاجت کے وقت جائز ہوجاتے ہیں-جیسا کہ پاسپورٹ سے متعلق فتویٰ میں امام اہل سنت نے فتاویٰ رضویہ((ج۹ جز۲ ص ۱۹۷،۱۹۸)) میں صراحت فرمائی ہے-کیوٹی وی سے متعلق جواز کا فتویٰ دینے سے قبل مخدوم گرامی ضرورت شرعیہ یا حاجت فقہیہ کا اثبات فرمائیں-جس قانون فقہی کوحکم جواز کا مبنٰی بنایا گیا ہے،وہ بھی ضرورت وحاجت سے مقید ہے جیسا کہ فقہاء سے مخفی نہیں

۔

اکابرفقہاء ہند کا نظریہ

شرعی کونسل کا فیصلہ: تبلیغ دین کیلئے ٹی وی کی حاجت شرعیہ کے تحقق سے متعلق شرعی کونسل بریلی شریف میں بھی بحث ہوئی تھی-اس مجلس میں حاجت شرعیہ کے عدم تحقق کا فیصلہ ہوا-لیکن یہ دائمی فیصلہ نہیں-اسباب ستہ کی وجہ سے احکام میں تغیر ہوا کرتا ہے-حالات جب متقاضی ہوں تو جواز کا فیصلہ ممکن۔

ٹی وی کی تحقیقات: اختلافی فرعی مسائل میں ٹیلی ویژن کا مسئلہ سرفہرست ہے-اس مسئلہ میں پچیس سال قبل ٹی وی کے جواز وعدم جواز سے متعلق دوقسم کی قلمی تحقیقات منظر عام پر آئیں-عدم جواز کے دلائل قوی اورراجح قرار پائے-اس لئے اکابر علماء کی غالب اکثریت یعنی ۱۰۰/ میں قریباً ۹۵ فیصد علماء کرام عدم جواز کے قائل ہوئے-عدم جواز سے متعلق امام علم وفن حضرت علامہ خواجہ مظفرحسین رضوی (۱۹۳۴ء-۲۰۱۳ء) کی کتاب ''ٹی وی کی تحقیق'' لاجواب قرار پائی-آج تک کسی میں جواب کی جرأت نہ ہوسکی۔

فقہاء سے معروضات: ‹۱›ٹی وی کی تصویر کا جواز مرجوح-جب تک کہ عدم جواز کے دلائل کا قوی ردنہ کردیا جائے-یادلیل جواز فی نفسہ قوی ہوکہ دیگر دلائل وسوالات کالعدم قرار پائیں-امر مجوث عنہ

میں یہ صورت مفقود-کسی قائل کا کوئی قول،شرع کا ایک قول نہیں ہوسکتا جب تک کہ دلیل صحیح پیش نہ کی جائے-ورنہ تمام بدمذہب فرقوں کے اقوال،اقوال شرع واسلام قرار پائیں گے-مجتہد کی اجتہادی خطأ پر عمل کا حکم-بلکہ اس تفریق کی نہ ہی اجازت اورنہ ہی حاجت کہ کون سا قول صواب اورکون سا قول خطأ اجتہادی سے صادر ہوا-لیکن غیر مجتہد کے قول کوظہور خطأ کے بعد یااس کے بالمقابل قول صحیح ہوتے ہوئے-اسی قول کواختیار کرنا جائز نہیں-انشاء اللہ مابعد میں ترجیح کی بحث مرقوم ہے-جواز کے قائلین یا تورجوع فرمائیں یا جو قاہر رد اور قوی سوالات قائم ہوئے ہیں،ان کا جواب دیں-مجوزین فقہاء کی اقلیت اوردلائل کا ضعف قول جواز کو مرجوح قرار دینے کیلئے کافی-مسائل جدیدہ میں غیر فقہاء کا قول بے وزن-جب ناقلین فتویٰ کیلئے شرائط ہیں تو نو پیدا امر میں دیگر کوکلام کی گنجائش کہاں؟

‹۲›فتویٰ متعلقہ تحقق حاجت شرعیہ بھی مرجوح-جب تک کہ عدم تحقق حاجت شرعیہ کے دلائل کا قوی جواب نہ دیا جائے-یا تحقق حاجت کی دلیل بہ نسبت دلیل عدم تحقق قوی ہو-یہ تحقیق فقہاء کی ذمہ داری۔

‹۳›بصورت دیگر ٹی وی کی تصویر کا جواز وعدم جواز اسی طرح حاجت شرعیہ کا تحقق وعدم تحقق مساوی ومتقابل فرض کیا جائے تو بلاضرورت قبل ترجیح ناقابل عمل-فقہاء کسی ایک کوترجیح دیں-ہندوپاک میں اضطرابی کیفیت ہے-شرعی کونسل ومجلس شرعی ودیگر فقہاء مزید غوروفکر اورتحقیق فرما کراپنا فرض ادا کریں۔

اقول: باب دوم میں ۱۵/ پندرہ اسباب ترجیح مذکور ہیں-فقہاء غوروفکر فرمالیں-ہمارا یہ منصب نہیں-اورہم نے محض کثرت قائلین کا لحاظ کرتے ہوئے دوقول میں سے ایک کوراجح قرار دیا ہے-واضح رہے کہ فقہی مسائل میں فقہاء کی قلت وکثرت کا لحاظ ہوگا-غیر فقہاء کا اعتبار نہیں-فارغین مدارس اسلامیہ میں سے ہر ایک فقیہ نہیں-مسائل شرعیہ میں شوروشر برپا نہ کیا جائے-بلکہ فقہاء کی مجلس بلائی جائے-اجلہ فقہاء اسلام قوانین شرعیہ کی روشنی میں قابل قبول حل پیش کریں-اللہ تعالیٰ اپنے دین کا خود ہی محافظ ہے-جب تک ٹی وی کا مسئلہ حل نہ ہو جائے-تب تک سنی حضرات میں جو اسلامی کتب سے استفادہ کے قابل ہیں-وہ ٹی وی سے پرہیز کریں-غیر مسلمین مثلاً یہودونصاریٰ،ہنودومجوس وبدمذہبوں کی ہدایت کا مقصد ٹی وی چینل سے ہو-کیونکہ عندالاحناف غیر مسلمین احکام شرعیہ کے مخاطب نہیں-اورجو بدمذہب حد کفر تک پہونچ چکا ہو،وہ بھی امت دعوت میں ہے لہٰذا ان سبھوں کیلئے حرمت تصاویر کا حکم نہ ہوگا-ٹی وی چینل پر اسلامی عقائد ونظریات اوراہل سنت وجماعت

کے عقائد ومعمولات سے متعلق بھی بحث ہو- اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَالْبَا طِلَ بَا طِلًا -آمین

فقہاء کا اعتبار: مسائل شرعیہ میں فقہاء کی کثرت کا اعتبار ہے- غیر فقہاء کی کثرت کا اعتبار نہیں۔

〈۱〉امام اہل سنت نے لکھا﴿القاعدۃ العمل بما علیہ الاکثر کما نقلت علیہ نصوصًا کثیرۃ فی فتاوای﴾(فتاویٰ رضویہ ج۱ص۸۱)

〈۲〉علامہ شامی نے لکھا﴿(السادس)ما اذا کان احد القولین المصححین قال بہ جل المشائخ العظام-ففی شرح البیری علی الاشباہ ان المقرر عن المشائخ انہ متٰی اختلف فی المسئلۃ فالعبرۃ بما قالہ الاکثر،انتہٰی-وقد منا نحوہ عن الحاوی القدسی﴾(شرح عقود رسم المفتی ص۳۵)

چند معروضات مرقومہ ذیل ہیں-امید کہ فقہاء کرام تحقیق کی جانب پیشقدمی فرما کر کوئی حل پیش فرمائیں-اختلاف اپنی علمی حد سے تجاوز کر چکا ہے-صرف فقہاء جواب دیں-غیر فقیہ علماء یا دانشوران زمانہ کا قول ہمیں قابل قبول نہیں-نہ ہی عند الشرع فقہیات میں غیر فقیہ کا قول قابل لحاظ ہے-اور یہ بدیہیات میں سے ہے-ہاں، یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ مسائل جدیدہ میں فقہاء فیصلہ کن منزل تک پہونچنے میں دشواری محسوس کرتے ہیں-اور غیر فقیہ وہ سب کچھ بول پڑتا ہے جو اس کی لاعلمی پر واضح دلیل ہوسکے۔

〈۱〉**تحقق حاجت کا امکان قریب:** عہد حاضر میں نوجوانوں کے پاس جو موبائل ہے، وہ بالکل ایک ٹی وی ہے- بلکہ اس سے بڑھ کر ہے-بعض وہ امور جو ٹی وی سے نہیں ہوسکتے، موبائل سے وہ کام بھی ہو جاتے ہیں-یہ بات عصر حاضر میں وضاحت طلب نہ رہی-زمانہ رفتہ رفتہ ایسی سمت بڑھتا جارہا ہے کہ کبھی تبلیغ دین کے لئے ٹی وی چینل کے جواز سے متعلق حاجت شرعیہ کے تحقق پر فقہاء کا اتفاق بھی ہو جائے۔

ٹی وی چینل کے فوائد: شرعی کونسل کے دلائل عدم تحقق حاجت شرعیہ کو مد نظر رکھتے ہوئے تحقق حاجت شرعیہ کی مزید تحقیق فرمالیں-محض علمی تحقیق ہو،حضور تاج الشریعہ ومحدث کبیر دام ظلہما سے بھی رہنمائی لیں-برصغیر کے علاوہ دیگر ممالک عالم کو پیش نظر رکھتے ہوئے تحقق حاجت شرعیہ قریب الامکان ہوسکتا ہے-چینل سے بہت مفید نتائج برآمد ہو رہے ہیں-مثلاً غیر مسلموں کا قبول اسلام، بدمذہبوں کا قبول سنیت ،فساق کا گناہوں سے تائب ہونا،مسائل شرعیہ کی تعلیم ، بدمذہبوں کا ابطال -دعوت اسلامی ان فوائد کے سبب چینل سے دستبردار ہونا نہیں چاہتی- فقہاء جواز کی کوئی صورت دریافت کرلیں تو فروغ دین وسنیت میں مزید

استحکام آجائے-ورنہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کا محافظ ہے-﴿لایکلف اللہ نفسًا الا وسعھا﴾

عہد حاضر میں ذرائع ابلاغ: نسل جدید کتب ورسائل،اخبارات وجرائد کی بجائے ٹی وی، انٹرنیٹ (واٹس اپ،ویب سائٹ،فیس بک،یوٹوب)ودیگر جدید ذرائع کی طرف مائل ہے-فاصلاتی تعلیم بھی ٹی وی کے ذریعے ہی ہوتی ہے-بدمذہب فرقے جدید وسائل ترسیل وابلاغ کو اپنا کر امت مسلمہ کو گمراہ کر رہے ہیں-ٹی وی چینل دیکھنا دکھانا ناجائز اور قابل مغفرت-گمرہی وکفر وارتداد کا حکم سخت ترین-کفر وارتداد ناقابل معافی -کیا ایسی حالت میں دو صورتوں میں سے اخف صورت کو اختیار کیا جاسکتا ہے؟-ایک طرف ناجائز اور کار گناہ-دوسری جانب ارتداد وگمرہی ہے-فقہاء غور فرمائیں-کیا﴿اِذَا تَعَارَضَ مَفْسَدَتَانِ رُوْعِیَ اَعْظَمُھَا ضَرَرًا بِارْتِکَابِ اَخَفِّھِمَا﴾(الاشباہ والنظائر ج۱ص۸۹)کا اصول یہاں جاری ہوسکتا ہے؟-جدید ذرائع ابلاغ کے شیوع سے متعلق بیرون ملک قیام پذیر علماء سے دریافت کیا جائے-لگتا ہے کچھ مدت بعد الیکٹرانک میڈیا کے تیز رفتار ہونے کی وجہ سے پرنٹ میڈیا دم توڑ دے-جیسے موبائل نے خط کا اور ٹی وی نے ریڈیو کا رواج ختم کردیا-برصغیر کے علاوہ دیگر ممالک میں جلسوں کا رواج بھی نہیں جو تبلیغ دین کا اہم ذریعہ ہے-دوسرے قاعدۂ فقہیہ ﴿دَرْءُ الْمَفَاسِدِ اَوْلٰی مِنْ جَلْبِ الْمَصَالِحِ﴾(الاشباہ والنظائر لابن نجیم المصری ۹۲۶ھ-۹۷۰ھ ج۱ص۹۰)﴿المنکر لایزال بمنکر﴾(فتاویٰ رضویہ ج۹ نصف اول ص۶۸) پر بھی غور کیا جائے-ہمارا مقصد فروغ دین مع اتباع دین ہے-یہاں فساد کفر وبدمذہبیت اور الحاد و بے دینی تک کا ہے-اس لئے قواعد ممانعت واصول نہی وضوابط اذن واجازت کے مابین تقابل کیا جائے۔

دیگر چینلس موقوف: عہد حاضر میں چھتری (Umbelliform / Dish) لگالی جائے-اور ریسیور (Receiver) میں انسٹالیشن (Installation) کے وقت دیگر چینلس کو بلاک (Block) کر دیا جائے تو صرف مطلوبہ چینل (Wanted Channel) ہی ٹی وی میں آئے-اسی طرح اب ٹی وی میں بھی آپشن (Option) ہے کہ ناپسندیدہ (Disapproved) چینلس کو ہم بلاک کرسکتے ہیں-فواحش سے روکنے کا یہ اہم طریقہ ہے-فقہاء غور فرمائیں-کیا ایسی شکل میں جواز کی کوئی صورت متحقق ہوسکتی ہے؟

عرض اول: دنیا کے ہر ایک فرد تک اپنا پیغام پہونچانے کے تین ذرائع ہیں〈۱〉ریڈیو〈۲〉انٹرنیٹ〈۳〉ٹی وی-ریڈیو کا رواج ٹی وی آنے کے ماند پڑ گیا-انٹرنیٹ کی سہولت ہر ایک کے پاس موجود نہیں-ٹی وی تمام

ذرائع ابلاغ پر غالب اوراطفال سے شیوخ تک سب کو محیط الا ماشاء اللہ- بدمذہبوں اورغیر مسلموں کے بہت سے ٹی وی چینلس ہیں- جن کے ذریعہ ہرایک اپنے مذہب کی ترویج کرر ہا ہے- اورمذہب اسلام ومسلک اہل سنت وجماعت کی بیخ کنی کرر ہاہے- موجودہ ذرائع ابلاغ میں ساری دنیامیں ٹی وی سب سے زیادہ رائج اورسب سے زیادہ مقبول ہے- انٹرنیٹ ثانوی درجہ میں ہے- ریڈیو کا شمارآثارقدیمہ میں ہوتا ہے- دنیا کے ہر ایک فردتک اسلام وسنیت کا پیغام پہونچانے کے لئے کون سا ذریعہ اختیار کرنا چاہئے؟

عرض دوم: غیر مسلموں اور یہود ونصاریٰ کے چند ایسے چینلس ہیں جن کا مقصد ہی اسلامی تعلیمات سے لوگوں کوبرگشتہ کرنا ہے- ایسے چینلس مختلف زبانوں میں ہیں- کیاان کے دفاع کے لئے ہمیں مختلف زبانوں میں چینل کی حاجت نہیں؟ زبانی پیغام مثلاً خطبات وتقاریر یا کتب ورسائل وغیرہ دنیا کے ہرایک فردتک نہیں پہونچائے جاسکتے- ہرکوئی ہمارا پیغام یا کتاب پڑھے، یہ بھی توقع نہیں- چینل کے ذریعہ دنیا کے ہرایک فرد تک ہم اپنا پیغام بہت آسانی کے ساتھ پہونچاسکتے ہیں- دنیا کے حالیہ تناظر کی روشنی میں یہ حقیقت ظاہر ہے کہ موافق ہو یا مخالف- کوئی طبقہ بھی کسی چینل کو دیکھنا نہ معیوب سمجھتا ہے، نہ ہی پرہیز کرتا ہے- کیا ﴿اَلْمَشَقَّةُ تَجْلُبُ التَّيْسِيْرَ﴾ (الاشباہ والنظائر ج ا ص ۷۵) کا قانون جاری ہوسکتا ہے یانہیں؟

عرض سوم: بدمذہب فرقوں اورغیر مسلم جماعتوں کے پاس رفاہی کام انجام دینے کیلئے تنظیمیں ہیں- مصیبت کے وقت وہ لوگوں کی مدد کرتی ہیں اورانہیں رفتہ رفتہ اپنے مذہب کی جانب مائل کرکے اپنا بنالیتی ہیں - کیااس کے دفاع کیلئے ہمارے پاس رفاہی تنظیموں کی ضرورت نہیں؟ - یہود ونصاریٰ اور بدمذہبوں کے اسکول وکالجز ہیں- جن میں پڑھنے والے طلباء پروہ محنت کرکے اپنے مذاہب کی طرف انہیں مائل کرتے ہیں- کیاہمیں بھی اس جانب اقدام کی ضرورت نہیں؟ اسی طرح بہت سے امور ہیں جن کے ذریعہ لوگوں اپنی جانب مائل کرکے اپناہم مذہب بنالیا جاتا ہے- سواداعظم کے پاس ایسی ایک کمیٹی ہوجوان امور کی تفتیش کرے کہ کس طرح مسلمانان اہل سنت کا اغوا ہور ہا ہے- اوردفاع کی صورت کیا ہونی چاہئے؟

عرض چہارم: مجسماتی تصویروں کی حرمت پر اجماع ہے یا ہرقسم کی تصویروں پر؟

(۱) امام ابوزکریانووی شافعی (۶۳۱ھ-۶۷۶ھ) نے لکھا ﴿واجمعوا على منع ما كان له ظل﴾ (شرح النووی علی مسلم ج ۲ باب تحریم تصویرالحیوان)

(۲) حافظ ابن حجر عسقلانی (۷۷۳ھ-۸۵۲ھ) نے لکھا ﴿ان الصورة اذا كان لهاظل حرم بالاجماع﴾ (فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۱۰ ص ۳۸۶)

(۳) محدث بدرالدین عینی حنفی (۷۶۲ھ-۸۵۵ھ) نے لکھا ﴿وقال عياض واجمعوا على منع ما كان له ظل﴾ (عمدۃ القاری ج ۱۸ ص ۱۶۳- باب بیع التصاویر)

عرض پنجم: ٹی وی کی تصویر حرام ظنی ہے- حرام قطعی نہیں- یہ غیر منصوص امر ہے- کیا ایسے موقع پر ﴿اَلْمَشَقَّةُ وَالْحَرْجُ اِنَّمَا يُعْتَبَرَانِ فِيْ مَوْضَعٍ لَانَصَّ فِيْهِ﴾ (الاشباہ والنظائر ج ا ص ۸۳) کے اعتبار سے دفع حرج ومشقت کے کلیات مثلاً ''الضرر یزال'' (الاشباہ والنظائر ج ا ص ۸۵) جاری ہوسکتے ہیں یانہیں؟

عرض ششم: امت مسلمہ دیگر چینلس کو دیکھ کراسلامی تہذیب کو چھوڑ کر غیروں کا کلچر اپنارہی ہے مثلاً عریانیت، زن ومرد کی ناجائز محبت، غیروں کے تہوارمنانا، ہولی میں رنگ سے کھیلنا، تہذیب اسلامی پر تنقید وغیرہ- اسی طرح بدمذہبوں کے چینلس دیکھ کر بدمذہبیت کا شکار ہورہی ہے- اور یہ ابتلاء کسی خاص قوم، ملک یا شہر تک محدود نہیں- بلکہ ساری دنیا اس میں مبتلا ہے- اس ابتلاء عام کی وجہ سے حاجت شرعیہ کے تحقق کا قول راجح قرار پاتا ہے یانہیں؟

امام اہل سنت نے حقہ کے مسئلہ میں فرمایا- ''بالجملہ عندالتحقیق اس مسئلہ میں سواحکم اباحت کے کوئی راہ نہیں ہے - خصوصاً ایسی حالت میں کہ عجماً وعرباً وشرقاً وغرباً عام مومنین بلادو بقاع تمام دنیا کو اس سے ابتلاء ہے- تو عدم جواز کا حکم دینا عامہ امت مرحومہ کو معاذ اللہ فاسق بنانا ہے- جسے ملت حنفیہ سمحہ سہلہ غرا بیضا ہرگز گوارا نہیں فرماتی - اسی طرف علامہ جزری نے اپنے اس قول میں اشارہ فرمایا ہے ﴿فی الافتاء بحله دفع الحرج عن المسلمين﴾ اوراسے علامہ حامد عمادی پھر منقح علامہ محمد شامی آفندی نے برقرار رکھا- **اقول:** ولسنا نعنی بهذا ان عامة المسلمين اذا ابتلوا بحرام ،حل- بل الامران عموم البلوى من موجبات التخفيف شرعًا- وماضاق امر الا اتسع- فاذا وقع ذلك فی مسئلة مختلف فيها ترجح جانب اليسر صونًا للمسلمين عن العسر- ولايخفى على خادم الفقه ان هذا كما هوجار فی باب الطهارة والنجاسة كذلك فی باب الاباحة والحرمة ولذا تراه من مسوغات الافتاء بقول غير الامام الاعظم رضی الله عنه كما فی مسئلة المخابرة وغيرها مع تنصيصهم بانه

لایعدل عن قولہ الٰی قول غیرہ الابضرورۃ-بل ھومن مجوزات المیل الٰی روایۃ النوادر علٰی خلاف ظاھر الروایۃ کمانصوا علیہ مع تصریحھم بان مایخرج عن ظاھر الروایۃ فھوقول مرجوع عنہ-وما رجع عنہ المجتھد،لم یبق قولا لہ-وقد تشبث العلماء بھذا فی کثیرمن مسائل الحلال و الحرام(فتاویٰ رضویہ ج۱۰ص۴۳-رضااکیڈمی ممبئی)

امام اہل سنت نے رسالہ ''جلی النص فی اما کن الرخص'' (فتاویٰ رضویہ ج۹ نصف اخیرص ۱۹۸تا۲۰۱) میں پانچ امور کا ذکر فرمایا(۱)ضرورت (۲)حاجت (۳)منفعت (۴)زینت (۵) فضول-ضرورت اور حاجت کے وقت بعض امورممنوعہ جائز ہوجاتے ہیں-منفعت،زینت اورفضول کیلئے نہیں-بعض امور ایسے ہیں جو بوقت ضرورت وحاجت بھی ممنوع ہی رہتے ہیں جیسے قتل مسلم-لیکن تصویران امور میں سے ہے- جوضرورت اورحاجت کے وقت جائز ہوجاتے ہیں-اسی رسالے سے قبل متصلاً امام اہل سنت کافتویٰ تصویرہی سے متعلق ہے-جس میں بوقت ضرورت وحاجت تصویر کے جواز کا حکم مذکور ہے-اسی فتویٰ میں پاسپورٹ کے فوٹو کے حکم جواز پر بحث کرتے ہوئے امام نے رقم فرمایا۔

''یاوہاں کچھ کفاراسلام کی طرف مائل ہیں-کوئی ہدایت کرنے والا ہوتوظن غالب ہے کہ مسلمان ہو جائیں گے-اس صورت میں بھی اجازت ہوگی-فان الظن الغالب ملتحق بالیقین - بلکہ اس صورت میں وجوب چاہئے-کہ ایسی حالت میں تاخیر جائزنہیں - کیا معلوم کہ دیرمیں شیطان راہ ماردے-اوریہ مستعدی جاتی رہے-اور یہاں یہ خیال نہیں ہوسکتا کہ کچھ ہی میں تومتعین نہیں کہ ہرایک یہی خیال کرے گا تو کوئی نہ جائے گا -اوراگر یہ بھی نہیں-عام کفار کی سی حالت ہے تو بحمد اللہ تعالیٰ دعوت اسلام ایک ایک ذرۂ زمین کوپہونچ چکی- ولہٰذااب قتال کفارمیں تقدیم دعوت صرف مستحب ہے-ہدایہ میں ہے''یستحب ان یدعومن بلغتہ الدعوۃ مبالغۃ فی الانذارولایجب ذلک''اب یہ صرف منفعت کے درجہ میں آ گیا-اس کیلئے اجازت نہ چاہئے-ہاں،اگر معلوم ہوکہ وہاں ہنوز دعوت اسلام پہنچی ہی نہیں تو تبلیغ واجب ہے-یہ صورت دوم کی مثل ہوکراجازت میں رہے گا''۔(فتاویٰ رضویہ ج۹ جز۲ص ۱۹۸)

بدمذہبوں کے چینلس: بدمذہبوں کے چینل سے قبل اہل سنت کی جانب سے چینل کی تشکیل درجہ منفعت میں تھی-لیکن اب جب کہ بدمذہبوں کے چینلس سنی مسلمانوں کی گمرہی کا ذریعہ متیقنہ طورپر بن چکے

تحریک دعوت اسلامی کامنصفانہ جائزہ

ہیں-ایسی صورت میں سنی چینل درجہ حاجت میں آتی ہے یانہیں؟واضح رہے کہ انٹرنیٹ کے ذریعہ چینل سے پھیلائی جانے والی گمرہی دورنہیں کی جاسکتی-انٹرنیٹ اس قدرعام نہیں جس طرح کہ ٹی وی-انٹرنیٹ عام طور پر اہل ضرورت تک محدود-جب کہ ٹی وی گھر گھر موجود باستثناء چندمعدود-اب جلسوں کے ذریعہ بھی بدمذہبوں کا دفاع نہیں ہوسکتا-اورغیر ممالک میں جلسوں کارواج بھی نہیں-اور جہاں رواج ہے،وہاں سب لوگ شرکت بھی نہیں کرتے-فقہاء کرام فتاویٰ رضویہ ج۹ نصف اخیر(ص ۱۹۷تا۲۰۱-رضااکیڈمی ممبئی) پاسپورٹ کیلئے فوٹو کے جواز کا فتویٰ اوررسالہ''جلی النص فی اما کن الرخص''میں غورفرمائیں-شاید رفع نزاع ہوسکے-امام احمدرضانے فرمایا۔

''متاخرین نے بنظرمصلحت وحدیث''لاضررولاضرار''رواہ احمدعن عباس وابن ماجۃ عنہ وعن عبادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بسند حسن بطوراستحسان دفع ضرربین پرنظر کی ہے''۔(فتاویٰ رضویہ ج۷ص ۴۸۶-رضااکیڈمی)

اقول: اس جگہ قول ظاہرالروایہ کے مقابل دفع ضرربین کالحاظ کرتے ہوئے قول ظاہرالروایہ سے عدول ہوا- عہد حاضرمیں بعض غیرمسلمین خصوصاً نصاریٰ کامیلان اسلام کی طرف ہے- بلکہ اسلام یوروپین ممالک میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جانے والا مذہب بن چکا ہے-اورنصاریٰ اسلام کی تحقیق وقبولیت کی جانب مائل-اور بدمذہب انہیں اپنے چینلوں کے ذریعہ بدمذہب بنانے میں مشغول-جیسے قادیانیوں نے بہت سے نصاریٰ کو ایک صدی قبل تبلیغ کے ذریعہ قادیانی بنایا-علامہ بدرالقادری مصباحی مقیم ہالینڈ نے لکھا۔

''یوروپین اقوام میں آزادضمیرلوگوں کی بھی کمی نہیں-جودلائل وبراہین پایہ ثبوت کوپہونچ جانے کے بعدکسی بات کوتسلیم کرنے میں ہٹ دھرمی نہیں کرتے-اسلام کی اشاعت کیلئے جوذہنی سطح درکار ہے،وہ یہی ہے''۔ (یورپ اوراسلام ص۴۷-المجمع الاسلامی مبارکپور)

مبلغ اسلام خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی (م۱۹۵۴ء) کے ہاتھوں نہ جانے کتنے لوگ اسلام قبول کئے-الحاصل ٹی وی چینل کے ذریعہ بہت سے بدمذہبوں کا راہ حق پرآنا اوربعض غیرمسلموں کا قبول اسلام ظن غالب کی منزل میں ہے یانہیں؟فقہاء تحقیق فرما کرحل پیش فرمائیں۔

مخالف اسلام چینلس: اسلام کے نظریات وتہذیب کے خلاف زہرافشانی کرنے والے چینلس، اسی طرح اسلامی عقائدونظریات کوتباہ کرنے والی ٹی وی سیریل کے وجود سے قبل مسلمانوں کوچینل کی نہ

ضرورت تھی، نہ حاجت-محض منفعت کا درجہ حاصل تھا-لیکن ان تباہ کن چینلوں کے بعد حاجت کا تحقق ہوتا ہے یانہیں؟ چند سالوں قبل اسلام کو دہشت گردی کا مذہب باور کرانے کی کوشش ہوئی- دفاع مسلم چینلس کے ذریعہ ہوااور مختلف ممالک میں مسلمانوں کے جدید چینلس وجود میں آئے-تحریروتقریر کا دائرہ حددرجہ محدود-

انٹرنیٹ اورٹی وی: بہت سی سنی تنظیم وتحریک کے پاس اپنی ویب سائٹ ہے-اوردعوت اسلامی کے پاس ٹی وی چینل ہے-تحقیق کرلی جائے کہ ویب سائٹس کے ذریعہ کتنے لوگ قبول اسلام یابدمذہبیت سے توبہ کئے-اسی طرح دعوت اسلامی چینل سے بدمذہبیت سے تائب اوراسلام قبول کرنے والوں کی تعداد معلوم کرلیں-ایسے ہی بدمذہبوں کے چینل سے قبول اسلام کرنے والوں اور بدمذہبیت قبول کرنے والوں کی تعدادمعلوم کی جائے-تاکہ اپنے نقصان کا بھی کچھ اندازہ ہو-انٹرنیٹ اورٹی وی کے موازنہ وتقابل کا یہ عمدہ طریقہ ہے-ٹی وی ذرائع ابلاغ میں سب سے زیادہ مقبول ترین اورمؤثر ہے-انٹرنیٹ اس کا مقابل نہیں-بلکہ سنی ویب سائٹس کا عدم شہرت اس کے قلیل الافادہ ہونے پردال-اسی طرح بین العوام والخواص مدنی چینل کی شہرت اس کی افادیت کا مظہر-حکم شرع بتانا فقہاء کا منصب-غیروں کا استدلال بے معنٰی ولایعبأ بہ-

عرض ہفتم: حرج وضررمدفوع بالنص ہے-امام نے فرمایا-''الضرریزال-ضررمدفوع ہے-قال تعالٰی ﴿ما جعل علیکم فی الدین من حرج﴾ تم پردین میں کوئی تنگی نہیں رکھی (فتاویٰ رضویہ ج۹ جز۲ص ۱۹۸) اب غیروں کے چینلس کے ذریعہ جوضرر مسلمانوں کولاحق ہورہاہے-اس کے وفاع کا کیا ذریعہ ہے؟اگربغیر تصویر کے چینل ہوتو عادت مروجہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے لوگوں کا میلان ورجحان ادھرنہ ہوگا-اورمقصد فوت-اقوام عالم کہیں اسے سامان تضحیک نہ بنالیں-تجربہ کرکے دیکھ لیں یااہل تجربہ سے دریافت کیا جائے-

عرض ہشتم: بصورت جواز تلاوت قرآن،تفسیر،ذکرواذکارونعت خوانی کی اجازت ہوگی یانہیں؟

عرض نہم: عندالشرع ضرورت وحاجت دونوں کالحاظ ہے-امام اہل سنت نے لکھا﴿المشقة تجلب التیسیر﴾ مشقت آسانی لاتی ہے-اوراسی کے معنٰی میں ہے﴿ماضاق امر الااتسع﴾ مولیٰ سبحانہ فرماتا ہے﴿یرید اللّٰه بکم الیسر ولایرید بکم العسر﴾ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے اورتم پردشواری نہیں چاہتا-اس کا دائرہ ضرورت ومجبوری سے وسیع ترہے(فتاویٰ رضویہ ج۹ جز۲ص ۱۹۹) جب سے اسلام مخالف چینلس اور بدمذہبوں کے چینلس لانچ ہوئے-تب سے حاجت عرفیہ ثابت-اب عند

الشرع حاجت کے ثبوت کیلئے جوموانع ہیں،ان پرغورکیا جائے کہ وہ موانع فساد ایمان وعقیدہ وتہذیب اسلامی کی پامالی وتنفر کے وقت راجح ہوتے ہیں یامرجوح-مانع ایسا قوی ہوجوفساد عقیدہ وخروج عن الاسلام کے وقت بھی غالب ہو،اوریہ بھی ان امورمیں جوبوقت ضرورت وحاجت قابل رخصت ہوں اورغیرمنصوص ہوں،کیا امرمبحوث عنہ میں ایسی صورت ہے؟ حالانکہ مانحن فیہ امرغیرمنصوص،فرعی،ظنی اورمختلف فیہ ہے-اور تنازع بین المسلمین کا سبب بھی-لہٰذافقہاء اپنا فرض پورا کریں- ﴿الضرورات تبیح المحظورات﴾ (الاشباہ والنظائرج اص۸۵) کے ساتھ ﴿ما ابیح للضرورة یقدربقدرها﴾ (الاشباہ والنظائرج اص ۸۶) پربھی نظررہے-المختصرہرپہلوپرغوروفکرکے بعدکوئی قابل قبول فیصلہ کیا جائے-اس مقام پرتین قسم چینلس زیرغورہوں گے ‹۱› آزاد چینلس ‹۲›مخالف اسلام چینلس ‹۳› بدمذہبوں کے چینلس-ایسی صورت میں ہمیں ایک چینل کی ضرورت ہے یاچندکی؟ یا یک کی بھی نہیں؟انٹرنیٹ سے دفاع مشکل ہے-فقہاء خودہی تحقیق فرمالیں-اگرفقہاء خموشی وسکوت فرمائیں تو پھرکیا کیا جائے؟

اقول: عرض ہے کہ راقم باب فقہ کا محض ایک طالبعلم ہے-جوکچھ تحریرہوا،ابتداءً وانتہاءً عرض ہی عرض ہے-اعتراض نہیں-ان معروضات کا شرعی کونسل ومجلس شرعی سے جواب مطلوب-اب اختلاف سے دل گھبراگیا-نیزمسلمانوں کا ایک بڑاطبقہ اسلامی تعلیم سے عاری،اسلامی تحریروتقریر سے بے رغبت،تہذیب اغیار کا دلدادہ،محض عیدین میں مسجدآئیں-ٹی وی کے فحش پروگرام کے عادی-ایسوں کیلئے کونسا ذریعہ استعمال ہو؟ شاید تحققِ حاجت درجہ ثبوت میں آچکا-درجہ ظہورمیں نہ آیا-امرناجائز کا کسی وجہ سے جواز مشکل امرہے-نہ بندہ فقیہ،نہ مجھ پرذمہ داری-فروغ مذہب کے لالچ میں کچھ لکھ دیا-ورنہ مجھے دیریاسویرمرنا ہے-

سیمینار: علامہ ارشدالقادری رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۸۵ء میں کل ہندشرعی بورڈ قائم فرمایا-رویت ہلال اورلاؤڈاسپیکرپرنماز کا مسئلہ بطورموضوع منتخب ہوا-ہندوستان کے تیس اکابرفقہاء بحیثیت مباحث ومحقق مقرر ہوئے-پندرہ مقالات لکھے گئے-بحث وتحقیق کیلئے متعدداوقات میں چارنشستیں ہوئیں لیکن معاملہ حل نہ ہوسکا-فقہاء کسی ایک رائے پرمتفق نہ ہوسکے-وہی حال آج بعض مسائل میں ہے-لہٰذاکسی فقیہ پربدگمانی مناسب نہیں-ٹی وی کی حاجت شرعیہ کے تحقق سے متعلق ایک بارشرعی کونسل میں بحث ہوچکی ہے-اوربوقت ضرورت دوبارہ بھی ہوسکتی ہے-جیسے رویت ہلال پرآج تک تحقیق ہورہی ہے-سب سے بہتریہی ہے کہ کسی

فرد یا تنظیم کی جانب سے محض اسی موضوع پر فقہی سیمینار کا انعقاد ہو جس میں ہند کے ۲۰/۲۵ فقہاء کبار بشمولیت تاج الشریعہ ومحدث کبیر دام ظلہما حصہ لیں- اوران کا فیصلہ قابل قبول ہو- اگر عدم تحقق حاجت کا بھی فیصلہ ہوتو ناجائز کو ناجائز سمجھ کر کرنے والا گنہگار وفاسق ہے- گمراہ یا کافر نہیں- ہاں، حرام قطعی وحرام ظنی کو جائز اعتقاد کرنا کفر وگمرہی ہے- خواہ اس کا مرتکب ہو یا نہ ہو- مثلاً شراب کو حلال بتانے والا کافر ہے- گرچہ وہ شراب نہ پیتا ہو- اورشراب کو حرام سمجھ کر پینے والا مومن اور گنہگار ہے- اگر چھپ کر شراب پیتا ہوتو فاسق معلن بھی نہیں۔

﴿۲﴾مغفرت کا امکان قریب: حدیث ذیل میں ہے کہ اگر ہمارے ذریعہ ایک آدمی بھی مومن ہوا -تو ہمارے لئے یہ بہت بڑی نعمت اور بہت بڑا کار ثواب ہے- دعوت اسلامی کے ٹی وی چینل کے ذریعہ جتنے لوگ راہ راست پر آرہے ہیں یا اسلام قبول کررہے ہیں- امید کہ ان کا ہدایت پر آنا اور قبول اسلام وابستگان تحریک کی بخشش کا ذریعہ بن جائے- یوں تو شرعاً کفروشرک کے علاوہ ہر گناہ قابل مغفرت ہے۔

حدیث نبوی: ﴿عَنْ سَهْلٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَعْنِیْ اِبْنَ سَعْدٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم یَوْمَ خَیْبَرَ- لَاُعْطِیَنَّ الرَّایَةَ غَدًا رَجُلًا یُفْتَحُ عَلٰی یَدَیْهِ- یُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ- وَیُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ- فَبَاتَ النَّاسُ لَیْلَتَهُمْ اَیُّهُمْ یُعْطٰی فَغَدَوْا- وَكُلُّهُمْ یَرْجُوْا فَقَالَ- اَیْنَ عَلِیٌّ؟- فَقِیْلَ- یَشْتَكِیْ عَیْنَیْهِ- فَبَصَقَ فِیْ عَیْنَیْهِ وَدَعَالَهٗ فَبَرَأَ- كَاَنْ لَمْ یَكُنْ بِهٖ وَجَعٌ- فَاَعْطَاهُ- فَقَالَ- اُقَاتِلُهُمْ حَتّٰی یَكُوْنُوْا مِثْلَنَا- فَقَالَ- اُنْفُذْ عَلٰی رِسْلِكَ حَتّٰی تَنْزِلَ بِسَاحَتِهِمْ ثُمَّ ادْعُهُمْ اِلَی الْاِسْلَامِ- وَاَخْبِرْهُمْ بِمَا یَجِبُ عَلَیْهِمْ- فَوَاللّٰهِ لَاَنْ یَهْدِیَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا خَیْرٌ لَّكَ مِنْ اَنْ یَكُوْنَ لَكَ حُمْرُ النَّعَمِ﴾

(صحیح البخاری ج ۱ باب فضل من اسلم علیٰ یدیہ رجل- صحیح لمسلم ج ۲ باب من فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ)

﴿ت﴾ حضرت عالم ماکان ومایکون صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے دن ارشاد فرمایا- کل جھنڈا (لشکر کی سپہ سالاری) ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر فتح ہوگی- وہ اللہ اوراس کے رسول سے محبت رکھتا ہے- اوراللہ اوراس کے رسول اس سے محبت رکھتے ہیں- صحابہ کرام نے رات گذاری (اس فکر میں) کہ کسے جھنڈا عطا کیا جاتا ہے- پس صبح کئے اس حال میں کہ تمام صحابہ کرام جھنڈا عطا کئے جانے کی امید رکھتے تھے- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا -علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟- عرض کی گئی کہ ان کی آنکھیں دکھتی ہیں- پس حضرت طبیب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی دونوں آنکھوں میں لعاب دہن لگایا- اوران کے لئے دعاء کی- تو وہ ایسے شفایاب ہوگئے- گویا کہ

ان کی آنکھوں میں تکلیف تھی ہی نہیں- پھر حضرت شہنشاہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جھنڈا عطا فرمایا- تو حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ عرض گذار ہوئے- میں ان کے ساتھ جنگ کرتا رہوں گا یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو جائیں- حضرت ہادی دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا- تم چپکے سے ان کے میدان میں جا اترو- اور پھر انہیں اسلام کی دعوت دو اورانہیں بتاؤ کہ ان پر کیا واجب ہے- پس قسم بخدا! اگر ایک آدمی کو تمہارے ذریعہ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمادے تو یہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

علماء کرام کو دعوت فکر

فتویٰ کا طریقہ: حضرات مفتیان کرام سوال واستفتاء کے مطابق جواب وفتویٰ دیا کرتے ہیں- مثلاً جب سوال ہو کہ دعوت اسلامی کے بہت سے مبلغین مسجد حرام میں بدمذہب امام کی اقتداء میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھے گئے- مفتی کی جانب سے احکام شرع کا بیان ہوگا- مفتی کے ذمہ یہ لازم نہیں کہ وہ مسئول عنہ کے بارے میں تحقیق کرے- بلکہ اکثر سوالات زید، عمرو، بکر وغیرہا اسماء کے ذریعہ ہوتے ہیں- مسئول عنہ کا نام بھی ظاہر نہیں کیا جاتا -الحاصل مفتی کا فتویٰ ازروئے شرع بالکل درست ہوگا- لیکن کسی تنظیم یا کسی فرد پر بالتعیین حکم عائد کرنے کیلئے مزید تحقیق کرلینا مناسب ہوگا خصوصاً جب کہ اختلافی شکل ہو۔

جواب: دہلی کی مٹنگ میں حاجی غلام یٰسین ناگپوری نے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ بہت سے مبلغین غیر تربیت یافتہ ہوتے ہیں- وہ احکام شرع سے لاعلمی کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں- ہماری تحریک کی جانب سے بدمذہبوں کی اقتداء سے منع ہی کیا جاتا ہے اور تربیت یافتہ حضرات اس کی پابندی کرتے ہیں۔

سازش کا امکان: ایک صورت یہ بھی ہے کہ یہ اہل سنت کی ایسی تحریک ہے کہ دنیا کی تمام غیر حکومتی دینی تحریکوں میں سب سے قوی اور برق رفتاری کے ساتھ عروج کی طرف رواں دواں ہے- اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بعض اکابر علماء اس تحریک سے مکمل اتفاق نہیں رکھتے -اسی نظریہ کو پروان چڑھانے کیلئے بدمذہب لوگ ہری پگڑی باندھ کر امام حرم کے پیچھے نماز پڑھا کریں یا مبلغ بن کر ہمارے علماء کرام وائمہ کرام پر تنقید کرکے اختلاف کو مزید ہوا دینے کی کوشش کریں- تو یہ کوئی بعید شیء نہیں- اس لئے اس نکتہ پر مرکزی ذمہ داران سے لے کر ضلعی نگراں تک کو چوکنا رہنا ہوگا -اسی طرح علماء کرام کو بھی یہ بات مدنظر رکھنی ہوگی- دشمن ہر سمت سے تاک میں لگا رہتا ہے- عبد اللہ بن سبا یہودی بظاہر مسلمان بن کر اسلام کی بیخ کنی کرتا رہا- اور

سبائیوں کی فتنہ پروری میں بوجہ لاعلمی بہت سے مسلمان بھی شریک ہوگئے- حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت، جنگ جمل ومعرکہ صفین سبائیوں کی کارستانی کے نتیجے ہیں- اس نوعیت کے بہت سے واقعات تواریخ وسیر کی کتابوں میں موجود ہیں- صلاح الدین ایوبی کی تاریخ پڑھ لیں- انشاء اللہ ذہن کھل جائے گا۔

شہادت: علامہ حسن علی رضوی میلسی پاکستانی نے لکھا- ''بفضلہٖ تعالیٰ فقیر کا دعوت اسلامی کی ابتداء وآغاز سے آپ کے متعلق نظریہ ہے کہ آپ مسلک اعلیٰ حضرت کے سچے پکے حقیقی شیدائی، فدائی ہیں- مگر اب کچھ محسوس ہونے لگا ہے کہ آپ کے حاسدین ومعاندین آپ سے کھلم کھلا معرکہ آرائی کرکے آپ کی تحریک، آپ کی دعوت کو ناکام بنانے میں ناکام رہے ہیں- اب وہ دعوت اسلامی کی صفوں میں گھس کر عموم بلویٰ، تغیرات زمانہ، فروعی اختلافات جیسے فارمولے سکھا اور بتا کر آپ کو مسلک اعلیٰ حضرت سے ہٹا کر دعوت اسلامی کو خدانخواستہ ناکام بنانا چاہتے ہیں- ایسے حالات میں ایک عاجزانہ اور ہمدردانہ تجویز اور مدنی التجا یہ ہے کہ آپ اپنے طور پر ایسے سطحی حضرات کی مشاورت اور مصنوعی ہمدردی سے متأثر ہوکر مسائل کا از خود فیصلہ نہ فرمایا کریں- بلکہ موجودہ سنی رضوی اکابر اہل سنت اور قادری رضوی مفتیان اہل سنت ومرکز اہل سنت بریلی شریف سے رجوع فرمالیا کریں''۔ (ماہنامہ اعلیٰ حضرت ماہ اپریل مئی جون ۲۰۰۶ء- ص۷۲)

تاج الشریعہ کا مقصد: احکام شرع کا بیان اور تنقید دو متباین امر ہیں- اکابرین بوقت ضرورت احکام بیان فرماتے ہیں- اسے تنقید تصور کرنا غلط فہمی ہے- حضرت تاج الشریعہ دام ظلہ العالی نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ دعوت اسلامی کو فنا کے گھاٹ اتار دو- انہوں نے پرہیز کا حکم دیا- پرہیز کا یہ مفہوم نہیں کہ دعوت اسلامی کیلئے صور اسرافیل پھونک دیا جائے- اگر کوئی اصلاح کرے تو یہ حضرت تاج الشریعہ دام ظلہ الاقدس کی خوشی کا سبب ہوگا کیونکہ اظہار احکام سے ان کا مقصد بھی اصلاح ہے نہ کہ تنقید آرائی - بیان حکم اور تنقید میں فرق ہے- رانی بنور کرناٹک کے جلسے میں خطیب شہیر علامہ عبد المصطفیٰ ردولوی حشمتی دام ظلہ العالی نے فرمایا کہ میں نے جبل پور میں حضرت تاج الشریعہ دام ظلہ الاقدس سے دعوت اسلامی وسنی دعوت اسلامی سے متعلق استفسار کیا تھا- حضرت نے جواباً فرمایا کہ یہ دونوں تحریکیں اہل سنت وجماعت کی ہیں- ہاں، ان دونوں میں کچھ خامیاں ہیں- اگر ان خامیوں کو درست کرلیں تو پھر یہ ہمارے ہیں۔

اظہار حق واجب: تاج الشریعہ عصر حاضر میں امام احمد رضا قادری کے جانشیں- ایسے شخص کو یہی

زیب دیتا ہے کہ جو حق ہو، اسے بیان کیا جائے- چاہے اپنوں کے خلاف ہی کیوں نہ کہنا پڑے- بلکہ اہل سنت وجماعت میں یہ طریقہ رہا ہے کہ خود اپنے خلاف فتویٰ پاتے ہیں تو اسے قبول کرکے حسب ضرورت علی الاعلان توبہ ورجوع کرتے ہیں جیسے حضرت علامہ محبوب علی خاں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خلاف فتویٰ کو قبول فرمایا- خود توبہ نامہ شائع فرمایا- حالانکہ ان سے صرف یہ لغزش ہوئی کہ انہوں نے حدائق بخشش کو طباعت کے لئے مطبع میں دیدیا اور انہیں کتابت کے بعد نظر ثانی کا موقع نہ مل سکا- خود امام اہل سنت نے اپنے اوپر ایک فتویٰ جاری فرمایا- پڑھئے اور اپنے اسلاف کرام کی حق گوئی، حق شناسی اور حق پسندی کو دیکھئے اور عمل کیجئے۔

اپنی ذات پر فتویٰ: ملک العلماء علامہ سید ظفر الدین محدث بہاری نے تحریر فرمایا- ''رمضان ۱۳۳۹ھ میں اعلیٰ حضرت قبلہ بھوالی میں تشریف رکھتے تھے- اس وجہ سے کہ فرائض الٰہیہ کی عظمت اعلیٰ حضرت کا قلب ایسا محسوس کرتا تھا جو اولیاء کاملین کا مخصوص حصہ ہے- گونا گوں امراض اور فراوان ضعف سے یہ طاقت نہ رکھتے تھے کہ موسم گرما میں روزہ رکھ سکیں- اس لئے آپ نے اپنے حق میں یہ فتویٰ دیا تھا کہ پہاڑ پر سردی ہوتی ہے- وہاں روزہ رکھ لینا ممکن ہے- تو روزہ رکھنے کیلئے وہاں جانا استطاعت کی وجہ سے فرض ہوگیا - اسی فتویٰ کی بنا پر اعلیٰ حضرت متعدد سال سے آخر شعبان کو بھوالی تشریف لے جاتے تھے- اور رمضان کے روزے پورے فرما کر عید کا چاند دیکھتے ہی بریلی شریف تشریف لے آیا کرتے- اور نماز عید الفطر بریلی شریف اپنی مسجد میں ادا فرمایا کرتے تھے- چنانچہ اس سنہ میں بھی حضور کوہ بھوالی ماہ رمضان المبارک شریف میں تشریف رکھتے تھے''۔ (حیات اعلیٰ حضرت ج۳ ص۲۹۰- امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف)

حدیث نبوی: ﴿عَنْ اَبِیْ صِرْمَۃَ صَاحِبِ النَّبِیِّ ﷺ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ اَنَّہٗ قَالَ- مَنْ ضَارَّ اَضَرَّ اللّٰہُ بِہٖ وَمَنْ شَاقَّ شَاقَّ اللّٰہُ عَلَیْہِ﴾ (سنن ابی داؤد ص۵۱۲- جامع ترمذی جلد دوم ص۱۵)

〈ت〉 حضرت ابو صرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے- وہ روایت بیان کرتے ہیں حضرت سید الانبیاء والمرسلین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام سے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے (کسی کو) نقصان پہونچایا، اللہ تعالیٰ اسے نقصان دے گا- اور جس نے (کسی کو) مشقت میں ڈالا، اللہ تعالیٰ اسے مشقت میں مبتلا فرمائے گا۔

توضیح: مثل مشہور ہے- جیسی کرنی، ویسی بھرنی- جیسا بوؤ گے، ویسا کاٹو گے- جماعتی اصلاح شغل محمود- تنقید برائے تنقید ناپسندیدہ امر- خطا ظاہر ہو جانے پر صحیح اصلاح قبول نہ کرنا شرعاً معیوب وقابل مواخذہ۔

نگرانوں کی غفلت: دعوت اسلامی کے مبلغین عوام الناس سے منتخب کئے جاتے ہیں- نہ ان میں سے ہرایک کے پاس کامل تربیت ہوتی ہے، نہ ہی سب اعلیٰ تعلیم یافتہ ہوتے ہیں- ان مبلغین میں سے بعض مبلغین علماء کرام یا ائمہ مساجد پر تنقید کردیتے ہیں- نتیجتاً ائمہ کرام یا علماء دین ان مبلغین سے بدظن ہوجاتے ہیں- مبلغین کا کام علماء کے احوال کی تفتیش نہیں ہے بلکہ عوام الناس کو مسلک حق اہل سنت وجماعت کی تعلیمات سے روشناس کرنا ہے- دعوت اسلامی کے دستور میں ہے کہ علماء کرام سے عمدہ روابط رکھے جائیں- دعوت اسلامی کے ضلعی نگرانوں سے التماس ہے کہ اپنے متعلقہ اضلاع کے مبلغین سے ان امور سے متعلق تفتیش کرتے رہیں- کہیں ائمہ کرام اور مبلغین کے درمیان نااتفاقی کی شکل ہوتو بطریق احسن اپنے معاملات کی صفائی کرلیں، علماء سے مشورہ اور رہنمائی لیں- خیال رہے کہ قوم علماء کرام کے ماتحت ہوا کرتی ہے-

نسخہ کیمیا

اقول: حضرات انبیاء کرام وملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام معصوم ہیں- ان کے علاوہ سے صدور خطاممکن- ہاں، بہت سے حضرات منجانب اللہ محفوظ عن الخطا بھی ہوتے ہیں- لیکن اس کا دعویٰ آسان، دلیل مشکل-

امام عبدالوہاب شعرانی شافعی (۸۹۸ھ-۹۷۳ھ) نے لکھا ﴿کان رضی اللّٰہ عنہ اذا استنبط حکمًا یقول لاصحابہ-انظروا فیہ فانہ دین وما من احد الاوماخوذ من کلامہ ومردود علیہ الا صاحب ہذہ الروضۃ یعنی بہ رسول اللہ ﷺ﴾ (میزان الشریعۃ الکبریٰ ج۱ص۵۹)

(ت) امام مالک رضی اللہ عنہ جب کسی مسئلہ کا استنباط فرماتے تو اپنے اصحاب کو کہتے کہ اس میں غور کرو اس لئے کہ یہ دین ہے- اور اس صاحب روضہ یعنی حضرت سیدالانبیا ﷺ کے علاوہ ہرایک کے کلام سے کچھ ماخوذ اور کچھ متروک ہے-

حافظ ابن صلاح (۵۷۷ھ-۶۴۳ھ) نے لکھا ﴿وقد اخطأ فیہ غیرواحد علی غیرواحد-فجرحوہم بمالاصحۃ لہ-من ذلک جرح ابی عبد الرحمن النسائی لاحمد بن صالح وھوامام حافظ ثقۃ لایعلق بہ جرح-اخرج عنہ البخاری فی صحیحہ-وقد کان من احمد الی النسائی جفاء افسد قلبہ علیہ-وروینا عن ابی یعلی الخلیلی الحافظ قال-اتفق الحفاظ علی ان کلامہ فیہ تحامل-ولایقدح کلام امثالہ فیہ-قلت-النسائی امام حجۃ فی الجرح

تحریک دعوت اسلامی کامنصفانہ جائزہ

والتعدیل-واذا نسب مثلہ الی مثل ہذا-کان وجہہ ان عین السخط تبدی مساوی،لہا فی الباطن مخارج صحیحۃ تغمی عنہا بحجاب السخط-لا ان ذلک یقع من مثلہ تعمدًا لقدح یعلم بطلانہ -فاعلم ہذا،فانہ من النکت النفیسۃ المہمۃ﴾ (مقدمۃ ابن صلاح ص۱۹۴)

(ت) بہت سے حضرات بہت سے لوگوں پر جرح کے باب میں خطاء کرگئے- پس انہوں نے ایسے سبب کے ذریعہ ان پر جرح کیا جو صحیح نہیں ہے- انہی میں سے امام نسائی کا احمد بن صالح پر جرح کرنا ہے اور وہ حدیث کے امام، حافظ الحدیث اور ثقہ ہیں، جرح ان سے متعلق نہیں ہوتا ہے- امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں ان (کی روایت) سے حدیث کی تخریج کیا- اور احمد بن صالح مصری م۲۴۸ھ کی جانب سے امام نسائی کے حق میں کچھ زیادتی ہوئی، جس نے ان کے خلاف نسائی کے دل کو فاسد کردیا- اور ہم نے حافظ ابویعلی خلیلی سے روایت کیا- انہوں نے کہا کہ احمد بن صالح کے بارے میں امام نسائی کے کلام میں بے انصافی ہے- اور ایسے لوگوں کا کلام ان کے بارے میں اعتراض پیدانہیں کرے گا- میں کہوں گا کہ امام نسائی حجت، جرح وتعدیل کے امام ہیں- اور جب ایسے لوگ ایسی باتوں کی طرف منسوب کئے جائیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ناراضگی گی آنکھ ایسی برائی کو ظاہر کرتی ہے کہ باطن میں اس کی صحیح تاویل ہوتی ہے جو ناراضگی کے پردے کی وجہ سے اس سے مخفی رہتی ہے- ایسا نہیں ہے کہ امام نسائی کے مثل سے اس طرح کی بات قصداً واقع ہوتی ہے، کسی ایسے سبب کی وجہ سے جس کا بطلان انہیں معلوم ہو- پس اسے علم میں رکھو- کیونکہ یہ اہم عمدہ نکتوں میں سے ہے-

اقول: اگر مذکورہ بالا دونوں قول پر غور کیا جائے تو عہد حاضر کے بہت سے اختلافات کافور ہوجائیں گے-

غیبت وبہتان طرازی-عیب جوئی وآبروریزی

مبلغین وعلماء سے التماس: مبلغین کا علماء دین وائمہ مساجد کی غیبت، ان کے خلاف سازش کرنا، ان کی معزولی کی کوشش کرنا شرعاً ناجائز ہے- حدیث میں غیبت کو زنا سے شدید جرم قرار دیا گیا- اسی طرح دعوت اسلامی کے منسلکین کی غیبت وآبروریزی بھی جائز نہیں- بدمذہب کی برائی بیان کرنا جائز ولازم ہے (فتاویٰ رضویہ ج۹ جز۲ ص۱۹۷) لیکن دعوت اسلامی کے منسلکین امام اہل سنت کے عقائد پر قائم اور سنی صحیح العقیدہ ہیں- ممکن ہے کہ ابتدائی مبلغین میں کچھ خامیاں ہوں- علماء کرام ان کی اصلاح فرمادیں یا مقامی نگراں سے رابطہ کریں- علماء کرام جس طرح قوم کے مقتداء ہیں اسی طرح مبلغین کے بھی مقتدا ہیں-

احادیث نبویہ: 〈۱〉﴿عَنْ اَبِیْ سَعْدٍ وَجَابِرِبْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَا–قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ–اَلْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا–قَالُوْا–یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ!–وَکَیْفَ الْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا؟– قَالَ–اِنَّ الرَّجُلَ لَیَزْنِیْ فَیَتُوْبُ فَیَتُوْبُ اللّٰہُ عَلَیْہِ–وَفِیْ رِوَایَۃِ حَمْزَۃَ–فَیَغْفِرُلَہٗ–وَاِنَّ صَاحِبَ الْغِیْبَۃِ لَایُغْفَرُلَہٗ حَتّٰی یَغْفِرَھَا لَہٗ صَاحِبُہٗ﴾ (شعب الایمان للبیہقی ج۹ص۹۸)

〈ت〉 حضرت تاجدار کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ غیبت زنا سے بدتر ہے-صحابہ کرام نے عرض کیا-یا رسول اللہ ﷺ! غیبت زنا سے بدتر کیسے ہے؟-آپ ﷺ نے فرمایا-انسان بدکاری کرتا ہے-پھرتوبہ کرتا ہے تواللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے-حمزہ کی روایت میں ہے-اللہ اس کی مغفرت فرماتا ہے-اورغیبت کرنے والے کی مغفرت نہیں جب تک کہ غیبت کووہ معاف نہ کردے،جس کی وہ غیبت کیا ہے۔

〈۲〉﴿عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ–اَ تَدْرُوْنَ–مَا الْغِیْبَۃُ؟–قَالُوْا–اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ–قَالَ–ذِکْرُکَ اَخَاکَ بِمَا یَکْرَہُ–قِیْلَ–اَ فَرَأَیْتَ–اِنْ کَانَ فِیْ اَخِیْ مَا اَقُوْلُ–قَالَ–اِنْ کَانَ فِیْہِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ اِغْتَبْتَہٗ–وَاِنْ لَّمْ یَکُنْ فِیْہِ مَا تَقُوْلُ فَقَدْ بَھَتَّہٗ﴾ (صحیح لمسلم ج۲باب فی تحریم الغیبۃ-سنن ابی داؤد باب فی الغیبۃ بالتغییر الیسیر)

〈ت〉 حضرت سرورکل جہاں ﷺ نے فرمایا-تمہیں معلوم ہے-غیبت کیا ہے؟-صحابہ کرام نے عرض کی-اللہ ورسول خوب جانتے ہیں-آپ ﷺ نے فرمایا-تیرااپنے بھائی کااس چیز کے ساتھ ذکرکرنا جسے وہ ناپسند کرتا ہو-عرض کی گئی-آپ ﷺ فرمائیے-اگرمیرے بھائی میں وہ بات ہوجومیں کہہ رہاہوں؟-آپ ﷺ نے ارشادفرمایا-اگراس میں وہ بات ہے جوتم کہہ رہے ہوتوتم نے اس کی غیبت کی ہے-اوراگروہ بات جوتم کہہ رہے ہو،اس میں نہ ہوتوتم نے اس پرتہمت لگائی ہے(اسٹیجوں پرسنی حضرات کو برا بھلا کہنا یقیناً غیبت ہے)

〈۳〉﴿عَنْ حُذَیْفَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ–لَایَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَتَّاتٌ﴾ (صحیح بخاری جلددوم ص۸۹۵–صحیح مسلم جلددوم ص۷۰–مشکوٰۃ المصابیح ص۴۱۱)

〈ت〉 حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا-میں نے حضرت رسول اللہ ﷺ کوفرماتے سنا-چغلخور جنت میں داخل نہیں ہوگا (غیبت کی حرمت ٹی وی سے زیادہ مؤکد-غیبت کی حرمت منصوص،ٹی وی کی غیرمنصوص)

〈۴〉﴿عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ مِنْ اَکْبَرِالْکَبَائِرِ اِسْتِطَالَۃَ الْمَرْءِ فِیْ عِرْضِ

تحریک دعوت اسلامی کامنصفانہ جائزہ

رَجُلٍ مُسْلِمٍ بِغَیْرِحَقٍّ وَمِنَ الْکَبَائِرِ اَلسَّبَّتَانِ بِالسَّبَّۃِ﴾ (سنن ابی داؤد باب فی الغیبۃ)

〈ت〉 حضرت سیدالسادات علی الاطلاق افضل الخلائق بالاتفاق ﷺ نے فرمایا کہ بڑے کبیرہ گناہوں میں سے انسان کا بغیرکسی حق کے کسی مسلمان آدمی کی آبروریزی کرنی ہے-اورایک گالی کے بدلے دوگالی۔

اقوال فقہیہ: صدرالشریعہ حضرت علامہ امجد علی اعظمی (۱۸۷۸ء-۱۹۴۸ء) نے تحریرفرمایا-’’فقیہ ابو اللیث نے فرمایا کہ غیبت چارقسم کی ہے-ایک کفراس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص غیبت کررہا ہے-اس سے کہا گیا کہ غیبت نہ کرو- کہنے لگا-یہ غیبت نہیں،میں سچاہوں-اس شخص نے ایک حرام قطعی کوحلال بتایا-دوسری صورت نفاق ہے کہ ایک شخص کی برائی کرتا ہے-اوراس کا نام نہیں لیتا مگرجس کے سامنے برائی کرتا ہے،وہ اس کوجانتا پہچانتا ہے-لہٰذا یہ غیبت کرتا ہے-اوراپنے کوپرہیزگارظاہرکرتا ہے-یہ ایک قسم کا نفاق ہے-تیسری صورت معصیت ہے-وہ یہ کہ غیبت کرتا ہے-اوریہ جانتا ہے کہ یہ حرام کام ہے-ایسا شخص توبہ کرے-چوتھی صورت مباح ہے-وہ یہ کہ فاسق معلن یابدمذہب کی برائی بیان کرے-بلکہ جب کہ لوگوں کواس کے شر سے بچانا مقصود ہوتوثواب ملنے کی امید ہے‘‘۔(بہارشریعت حصہ۱۶ص۱۵۱)

سوالات

〈۱〉 علی الاعلان یاخفیہ طورپرسنی علماء یادعوت اسلامی کوبرا بھلا کہنا جائزہے یاناجائز؟

〈۲〉 کسی کی اعلانیہ غیبت کرنے والا فاسق معلن ہے یانہیں؟

〈۳〉 کیاازروئے شرع غیبت کی استثنائی صورتوں میں مظلوم سنی علماء اورمنسلکین دعوت اسلامی داخل ہیں؟

〈۴〉 آپ حضرات رہبرورہنما ہیں-اپنی اصلاح کب فرمائیں گے؟

امیردعوت اسلامی کی تصدیق حسام الحرمین

سوال: کیااعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب مستطاب’’حسام الحرمین‘‘ سے آپ متفق ہیں؟

جواب: الحمدللہ عزوجل مکمل اتفاق ہے-میں’’حسام الحرمین‘‘ کے ایک ایک لفظ بلکہ ہرہرحرف کا مؤیدہوں-میرے آقا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت ولی نعمت عظیم البرکت عظیم المرتبت پروانہ شمع رسالت مجدددین وملت حامی سنت ماحی بدعت عالم شریعت پیرطریقت باعث خیروبرکت حضرت علامہ مولانا الحاج الحافظ القاری شاہ امام احمدرضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے’’حسام الحرمین‘‘میں گستاخان رسول ﷺ کی گستاخانہ عبارات پرشرعی

گرفت فرما کر گستاخوں کی تکفیر فرمائی ہے-اس کتاب پر حرمین طیبین کے اس دور کے جید علماء کرام رحمہم اللہ السلام کی تصدیقات موجود ہیں-الحمدللہ میں نے بھی ۱۹/ ذی قعدہ ۱۴۱۹ھ کو اس پر چند تائیدی سطور لکھی ہیں-جو دعوت اسلامی کے مکتبۃ المدینہ سے شائع ہونے والی اِس کتاب (حسام الحرمین) میں برابر شامل کی جاتی ہیں-دعوت اسلامی سے وابستہ اسلامی بھائیوں اور اسلامی بہنوں کے عقائد واعمال کی اصلاح کی خاطر جاری کئے جانے والے ''مدنی انعامات'' میں ہر سال کم ازکم ایک بار ''حسام الحرمین'' کا مطالعہ کرنے کی بھی ترغیب موجود ہے-دعوت اسلامی سے وابستہ پڑھے لکھے اسلامی بھائیوں اور اسلامی بہنوں میں شاید ہی کوئی ایسا ہوگا جس نے کم ازکم ایک بار ''حسام الحرمین'' کا مطالعہ نہ کیا ہو-''حسام الحرمین'' پر کی جانے والی تائید بنام ''مدنی التجاء'' کی نقل ملاحظہ فرمائیے۔

مدنی التجاء

سگ مدینہ محمدالیاس عطارقادری رضوی عفی عنہ

الحمد للہ رب العلمین-والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین-امابعد-فاعوذباللّٰہ من الشیطان الرجیم-بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم- اللہ عزوجل کا کروڑہا احسان کہ اس نے ہمیں مسلمان کیا-اور دامن رحمت عالمیان ﷺ ہمارے ہاتھوں میں دیا-سلطان مدینہ منورہ اور سردار مکہ مکرمہ ﷺ کے صدقے میں جہاں ہم بے شمار اولیاء کرام کے فیضان سے مالامال ہیں، وہاں اللہ عزوجل کے ولی، عاشق نبی ﷺ نائب غوث جلی رضی اللہ عنہ مجدد دین مصطفوی سیدی ومرشدی امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کا فیضان بھی ہمارے لئے انشاءاللہ عزوجل باعث فلاح دارین ہے-آپ ایک ایسے متبحر عالم تھے کہ جس عنوان پر قلم اٹھایا، علم کے دریا بہادیئے-آپ کی کتب مبارکہ سے ایک دنیا فیضیاب ہو رہی ہے-زیر نظر کتاب ﴿تمہید الایمان مع حسام الحرمین﴾ کے تو کیا کہنے-واللہ العظیم جل جلالہ میرے آقا احمد رضا نے یہ کتابیں لکھ کر دودھ کا دودھ پانی کا پانی کردیا۔

دودھ کا دودھ، پانی کا پانی کیا   کس نے تیرے سوا شاہ احمد رضا (رضی اللہ عنہ)

تمام اسلامی بھائیوں اور بہنوں سے میری مدنی التجاء ہے کہ پہلی فرصت میں اس کتاب کا مطالعہ فرمالیں-اور اس میں دی ہوئی ہدایات پر سختی سے عمل کریں-اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی جملہ تحریریں عین قرآن وسنت کے

مطابق ہیں-اگر شیطان کے وسوسوں میں پھنس کر میرے آقا اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی کسی بھی تحریر پر تنقید کی یا تنقید کرنے والے کی صحبت اختیار کی بلکہ اس سے محبت بھی کی تو خبردار! کہیں ایمان سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں۔

میں ہوں سنی، رہوں سنی، مروں سنی مدینے میں   بقیع پاک میں بن جائے تربت یارسول اللہ ﷺ

سگ مدینہ محمد الیاس قادری-۱۹/ ذی قعدہ ۱۴۱۹ھ

(کفریہ کلمات کے بارے میں سوال وجواب ص ۸۴،۸۵-مکتبۃ المدینہ مٹیا محل جامع مسجد دہلی)

امیر دعوت اسلامی کا مجدد ہونے سے انکار

علامہ حبیب الرحمٰن سعیدی پاکستانی نے ''پندرہویں صدی کا مجدد کون؟'' نامی رسالہ تحریر کیا-جس میں امیر دعوت اسلامی کو موجودہ صدی کا مجدد قرار دیا-یہ رضا پبلشنگ کراچی سے ۲۰۰۱ء میں شائع ہوا-امیر ممدوح نے کتاب کے مطالعے کے بعد انہیں اپنے تأثرات ایک مکتوب میں لکھ بھیجا-مکتوب درج ذیل ہے۔

نقل مکتوب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم-سگ مدینہ محمد الیاس عطار قادری رضوی عفی عنہ کی جانب سے حضرت مولانا حبیب الرحمٰن سعیدی اطال اللہ حیاتہ کی خدمت سراپا الفت میں گنبد خضریٰ کو چومتا ہوا، گرد کعبہ مشرفہ گھومتا ہوا پر کیف وپر بہار سلام-السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ-الحمدللہ رب العٰلمین علیٰ کل حال۔

(۱) اللہ عزوجل آپ کی مغفرت فرمائے-اور آپ کے علم وعمل کو مدینے ۱۲/ چاند لگائے-آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

(۲) مجھ گنہگاروں کے سردار کے بارے میں آپ کے جذبات کی عکاس تصنیف ''پندرہویں صدی کا مجدد کون؟'' باصرہ نواز ہوئی-پڑھنے پر نفس اور ضمیر میں لڑائی ٹھن گئی-نفس اگرچہ بہت موٹا تازہ ہے-مگر بالآخر ضمیر نے اس پر چند لمحات کے لئے قابو پا کر میرے ہاتھ میں قلم پکڑا ہی دیا-آپ کی دل شکنی تو ہوگی ہی-مگر مجھے اپنی خاموشی سفلہ پن محسوس ہوئی-اس لئے معروض ہوں کہ آپ کی تصنیف انتہائی مبالغہ آمیز ہے-نہ میں ولی ہوں نہ ہی مجدد-بخدا!- اس قدر گنہگار ہوں کہ اگر میرے عیوب آشکار ہو جائیں تو آپ مجھے اُگالدان بنانا بھی اپنے تھوک کی توہین سمجھیں۔

(۳) واللہ باللہ تاللہ نہ میرے اعمال ولایت کے قابل ہیں-نہ مجددیت کے-اللہ عزوجل محض اپنے فضل وکرم سے مجھے آپ کے حسن ظن سے بھی بہتر بنائے-تو اس کے خزانے میں کوئی کمی بھی نہیں-رہی دین کی خدمت

-وہ تو میں ابھی شروع بھی نہیں کر پایا- کیونکہ میرے نزدیک خدمت اسی وقت خدمت ہے جب کہ زیور اخلاص سے مزین ہو-اورآہ!اپنے پلّے اخلاص کا ''الف'' بھی کہاں۔

(۴) میرے میٹھے میٹھے مدنی بیٹے! آپ کی کتاب میں مجھے سیدی ومرشدی قطب مدینہ رضی اللہ عنہ کا خلیفہ لکھا گیا ہے- مجھے مرشدی سے نہیں بلکہ ان کے شہزادے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب سے خلافت بشمول اجازات کتب احادیث مبارکہ نصیب ہے-حضرت غزالی دوراں علامہ کاظمی شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سند احادیث مبارکہ نہیں، عملیات وتعویذات کی اجازت حاصل ہے-جب میں نے حضرت قبلہ سید حامد سعید کاظمی شاہ صاحب مدظلہ سے اس کا تذکرہ کیا تو فرمانے لگے- یہی تو غزالی دوراں کی خلافت ہے-واللہ اعلم ورسولہ اعلم عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔

(۵) سیدی غزالی دوراں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اتنا عرض کرتا چلوں کہ میری آنکھوں نے اپنی زندگی میں نہ کبھی اتنا بڑا عالم دیکھا-نہ کسی ایسے کا میرے کانوں نے بیان سنا-وہ اپنے بیان میں علم کا دریا بہاتے -اورعلمی ذوق رکھنے والے حضرات آپ کے ملفوظات قلمبند کرتے-ایسا خلیق وشفیق اورملنسار عالم بھی میں نے کبھی نہیں دیکھا-اس قدر متبحر عالم ہونے کے باوجود سلام میں پہل کرتے-اور ہر حال میں خندہ پیشانی سے ملتے-میں نے بارہا زیارت کی سعادت پائی-خلوتوں میں جا پہونچا-مگر کبھی غصہ ہوتے نہیں دیکھا- مجھے لگتا ہے، مجھ پر بے حد مہربان تھے۔

(۶) ایک حافظ صاحب جو حضرت کے مرید تھے-رحیم یارخاں کے دورے میں ملے-فرمانے لگے-میں حضرت غزالی دوراں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا-ایک صاحب حاضر ہوئے-اورتم کو (سگ مدینہ کو) برا بھلا کہنے لگے-اس پر غزالی دوراں رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے فرمایا-ہاتھ اٹھاؤ، دعاء کرتے ہیں -پھر آپ نے دعاء فرمائی-''یااللہ عزوجل! الیاس قادری میں جو خامیاں ہوں، وہ دور فرمادے''- پھر کچھ اس طرح متواضعانہ کلمات ارشاد فرمائے- بھائی! دیکھو، الیاس قادری جو کام اس وقت کررہا ہے-وہ نہ تم نے کیا ہے-نہ میں کرسکا ہوں-لہٰذا اس کی مخالفت سے باز رہو-رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۷) میرے عزیز بھائی! آپ کی تصنیف کی بنیاد جو میں سمجھ سکا ہوں-وہ ہے حضرت سید یوسف شاہ صاحب رفاعی مدظلہ (الکویت) کی تقریر وتحریر، جس تحریر کا آپ نے عکس چھاپا ہے-اس میں تو کہیں مجھے مجدد نہیں کہا

گیا-ہاں، انہوں نے میرے مجدد بننے کی دعاء ضرور فرمائی ہے-لہٰذا میں ان کے نزدیک مجدد تو نہ ہوا- بالفرض انہوں نے اپنے بیان میں مجھے مجدد تسلیم کیا ہو تو تادم تحریر میں نے بیان کا کیسیٹ نہیں سنا-اگر وہ مجدد کہہ بھی دیں تو ایک یا چند علماء کے کہنے سے مجدد ہونا ثابت کیونکر ہوگا-جب کہ کثیر علماء کھلم کھلا اس بارے میں اختلاف رائے رکھتے ہیں۔

(۸) میرے آقا اعلیٰحضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارادتمندوں نے کسی تقریر یا تحریر کے ذریعہ کہیں بھی یہ اشارہ کیا ہو، ایسا نظر سے نہیں گذرا کہ اعلیٰحضرت کو مجدد مانو- بلکہ حقیقی مجدد اپنے مجددانہ کارناموں سے پہچان لیا گیا -اورعرب وعجم کے علماء حقہ نے بے ساختہ انہیں مجدد کہا اور مانا-اور جس کا نام الیاس قادری ہے، وہ بے چارہ میمن برادری کے غریب گھرانے کا پروردہ، اپنی نااہلی کے باعث اسکول بھی صرف آٹھ جماعت تک پڑھ سکا -اورکند ذہن ہونے کے سبب گھر بیٹھ گیا-کسی دارالعلوم سے کسی قسم کی سند نہیں، نہ مولوی فاضل ہے-نہ عالم و مفتی-ایسا شخص بھلا کیسے مجدد ہوسکتا ہے؟

(۹) بہر حال میں نہایت ہی قلیل العلم اور انتہائی کثیر الخطأ ہوں-نہ میں مجدد ہوں، نہ اپنے آپ کو مجدد کہتا ہوں، نہ سمجھتا ہوں-میری دھن مجدد کہلوانے کی نہیں-رضائے الٰہی عزوجل پانے کی ہے-اوراس کے لئے مجدد ہونا شرط نہیں-لہٰذا میرا اپنا ذہن یہ ہے کہ اگر ساری دنیا مل کر بھی مجدد کہہ دے، تب بھی مجھے چین نہیں آسکتا-مجھے اپنے رب لم یزل ولا یزال کی بے نیازی سے بہت ڈرلگتا ہے-میں فقط اس کی خوشنودی چاہتا ہوں-میرے فضائل ومناقب میں صفحے سیاہ نہ فرمائیں-میرے لئے دعاء فرمائیں-کہ مجھ سے اللہ ورسول عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے راضی ہوجائیں۔

عفو کر اور سدا کے لئے راضی ہوجا   یہ کرم ہوگا تو جنت میں رہوں گا یارب

گر تو ناراض ہوا، میری ہلاکت ہوگی   ہائے! میں نار جہنم میں جلوں گا یارب (عزوجل)

(۱۰) آپ کی کتاب کے صفحہ ۵/سطر۴/ پر رب لم یزل لکھنے میں ''لم'' محذوف ہوگیا ہے-غالباً ٹائپ سے رہ گیا ہے-یہ بے حد فاحش خطا ہے-فوراً تلافی فرمالیں-میری کوئی بات ناگوار خاطر گذری ہو تو معافی کا طلبگار ہوں-والعفو عندکرام الناس مقبول-والسلام مع الاکرام-طالب غم مدینہ وبقیع ومغفرت-سگ مدینہ محمد الیاس قادری-۲۹/محرم الحرام ۱۴۲۲ھ

(۱۱) مدنی التجا۔ برائے مہربانی ''پندرہویں صدی کا مجدد کون؟'' کی اشاعت روک دیجئے۔

بے مثال انکسار: ایک عالمی تحریک کے مسندنشیں ہوکر اسقدر منکسر المزاجی کامرانی کی واضح دلیل ہے۔ علماء کرام ایسوں کی صحیح رہنمائی کرکے دینی خدمات لیں۔ اختلاف سے محض رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں۔

وہابیہ کی اقتداء میں نماز سے انکار

غلط فہمی: ''آئینہ صلح کلیت'' نامی رسالہ میں لکھا ہے کہ امیر دعوت اسلامی نے حضرت محدث کبیر مدظلہ سے بدمذہبوں کی اقتداء میں نماز کی اجازت طلب کی تھی۔ محدث کبیر دام ظلہ العالی نے ۲۱/ جون ۲۰۱۴ء کو رانی بنور کرناٹک کے جلسہ میں بھی یہ واقعہ بیان فرمایا۔ مگرانہوں نے فرمایا کہ مجھ سے تبلیغی ضرورت کیلئے اقتداء بدمذہباں سے متعلق سوال کیا گیا۔ سوال کرنا اوراجازت طلب کرنا دوامر ہے۔ محض سوال پر از روئے شرع کوئی حکم عائد نہیں ہوتا۔ لاعلم کو اہل علم سے سوال کا حکم ہے۔ مبلغین سے راقم کی گذارش ہے کہ کسی بدمذہب کی اقتداء میں ہرگز نماز نہ ادا کریں۔ اگر لاعلمی میں کبھی ایسا ہو چکا ہو تو نماز کو دہرالیں اور توبہ کرلیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کا حافظ وناصر ہے۔ دعوت دین کیلئے قانون دین کو ترک نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح چینل کے باہر تصویرکشی سے پرہیز لازم ہے۔ عدم اقتداء سے متعلق امیر دعوت اسلامی کی تحریر درج ذیل ہے۔

حلف نامہ: الحمدللہ۔ دعوت اسلامی کے قیام سے سالہا سال پہلے جب سے سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فتاویٰ بدمذہبوں کے بارے میں پڑھے ہیں۔ تب سے بدمذہبوں کی اقتداء حرام سمجھتا ہوں اور تادم تحریر واللہ باللہ تاللہ دیدہ ودانستہ میں نے کسی بدمذہب کی اقتداء میں جائز سمجھ کر ایک بار بھی نماز نہیں پڑھی۔

مدعا علیہ اپنے اوپر بدمذہبوں کی اقتداء کی اجازت طلب کرنے کا الزام لگائے جانے پر سخت دل گرفتہ ہے۔ اس کی ناقص معلومات کے مطابق مدعا بہا کیلئے شرعی گواہ پیش کرنا مدعی کے ذمے ہے۔ ورنہ مدعا علیہ قسم اٹھا کر عائد کردہ الزام سے بری ہو چکا۔

دشمنوں کی بھی نظر میں پھول تم۔ دوستوں کی بھی نظر میں خار ہم (حدائق بخشش شریف)

یارب مصطفیٰ عزوجل! مسلک اعلیٰ حضرت کا بول بالا فرما۔ کسی سنی کے خلاف سنی سنائی باتوں پر بلاتحقیق اندھا اعتماد کرنے سے بچا۔ اگر کوئی سنی خطا کا ارتکاب کربیٹھے تو اس کی تفہیم کے تقاضے پورے کرنے کی سعادت عنایت فرما۔ اور بلا اجازت شرعی اس کو بدنام کرنے سے بچا۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلم۔ صلوا علی الحبیب۔ صلی اللہ تعالیٰ علی محمد ﷺ۔ سگ مدینہ محمد الیاس قادری ۱۴/ ربیع الآخر ۱۴۳۵ھ

حکم شرع: مؤلف رسالہ حضرت محدث کبیر دام ظلہ العالی کی تحریر مع دستخط متعلقہ طلب اجازت برائے اقتداء بدمذہباں پیش کرے۔ صحت دعویٰ کیلئے مدعی پر ثبوت پیش کرنا شرط ہے (بہار شریعت ج ۱۳ ص ۵)

تحریر دوم: الحمدللہ عزوجل دعوت اسلامی ۱۹۸۱ء میں قائم ہوئی۔ اور اس سے کافی پہلے جب سے سیدی اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتاویٰ کی برکتیں نصیب ہوئیں۔ بدمذہبوں کی اقتداء میں کبھی جائز سمجھ کر نماز پڑھی ہے اور نہ ہی ناجائز سمجھ کر پڑھی ہے۔

تونے باطل کو مٹایا اے امام احمد رضا — دین کا ڈنکا بجایا اے امام احمد رضا

سگ مدینہ محمد الیاس قادری۔ ۲۷/ ربیع الآخر ۱۴۳۵ھ

اقول: دونوں تحریروں میں انکار ہے۔ اقتداء بدمذہباں گناہ ہونے کے ساتھ توبہ کی وجہ سے قابل زوال بھی۔ جب تک کہ توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ امت محمدیہ کو یہ اعزاز حاصل ہے۔ نیز مومن کے گناہ کی تشہیر بھی گناہ۔

حدیث نبوی: ﴿عَنْ اَبِیْ عُبَیْدَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ۔ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ﴾ (سنن ابن ماجۃ کتاب الزہد۔ السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۱۰ ص ۱۵۴۔ المعجم الکبیر للطبرانی ج ۸ ص ۴۹۰)

(ت) حضرت سید کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ گناہ سے توبہ کرنے والا ویسا ہے جس کا کوئی گناہ نہ ہو۔

بعد توبہ اعتراض ساقط: ﴿عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ۔ مَنْ عَیَّرَ اَخَاهُ بِذَنْبٍ لَمْ یَمُتْ حَتّٰی یَعْمَلَهٗ۔ قَالَ اَحْمَدُ۔ مِنْ ذَنْبٍ قَدْ تَابَ مِنْهُ﴾ (جامع الترمذی ج ۲ کتاب صفۃ القیامۃ)

(ت) حضرت سید الابرار والاخیار ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جس نے اپنے بھائی کو کسی گناہ پر عار دلایا۔ تو مرنے سے پہلے وہ خود اس گناہ میں مبتلا ہوگا۔ امام حنبل نے فرمایا۔ ایسے گناہ پر عار دلایا جس سے وہ توبہ کر چکا ہے۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے۔ حضرت سید دوعالم ﷺ نے فرمایا ﴿مَنْ اٰذٰی مُسْلِمًا فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰهَ﴾ (المعجم الاوسط للطبرانی ج ۴ ص ۶۰۔ المعجم الصغیر ج ۱ ص ۲۸۴)

(ت) جس نے مومن کو تکلیف دی، اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے تکلیف دی، اس نے رب کو اذیت پہونچائی۔

امیر دعوت اسلامی کا اعلانیہ مطالبہ

برصغیر کے اسلامی رہنماؤں میں امیر دعوت اسلامی عالمی شہرت یافتہ ہیں-اس کے باوجود ہر مذاکرہ سے قبل اعلانیہ فرماتے ہیں-''آپ سوالات کیجئے-ہر سوال کا جواب،وہ بھی بالصواب دے پاؤں،یہ ضروری نہیں-اگر معلوم ہوا،عرض کرنے کی سعی کروں گا-بھول کرتا پائیں،میری اصلاح فرمائیں-مجھے آئیں بائیں شائیں کرتا،اپنے موقف پر بلاوجہ اڑتا نہیں،شکریہ کے ساتھ رجوع کرتا پائیں گے''۔(سی ڈی مدنی مذاکرہ)

باادب عرض: اگر علماء کرام کسی لغزش پر مطلع ہوں تو براہ راست امیر دعوت اسلامی یا کسی ذمہ دار کو مطلع فرمادیں-یہ خیرخواہی مسلمین ہے-تنقید آرائی سے اپنا گھر ٹوٹے گا-بدمذہب تیرے افراد لوٹے گا۔

دعوت اسلامی کی حمایت عقل وخرد کی میزان میں

مقاصد: دعوت اسلامی سے متعلق خیرخواہی کا جذبہ محض اس لئے رکھتا ہوں کہ بدمذہب فرقوں پر یہ روک لگائے اور فروغ سنیت کیلئے مزید اپنی قوت استعمال کرے-میں نے دہلی کی مٹنگ میں اس بات کی صراحت کردی تھی-ہمارے پاس اس کے علاوہ دوسری کوئی عالمی تحریک نہیں-دوسرا مقصد یہ کہ دعوت اسلامی امام اہل سنت واکابرین اہل سنت کی کتابوں کو عربی ودیگر زبانوں میں شائع کرکے عرب دنیا،یوروپین ممالک ودیگر قطعات عالم تک پہونچانے کی کوشش کرے-یہ قوت دوسری کسی تحریک کے پاس نہیں- ثالثاً یہ کہ دعوت اسلامی نیک اور مفید مشوروں کو قبول کرتی ہے-اس لئے امید کہ ان کی خامیوں کی نشاندہی کے بعد یہ خود کو سنبھالنے کی کوشش کرے گی-غلطیاں انسان سے ہوا کرتی ہیں''اَلْاِنْسَانُ مُرَكَّبٌ مِنَ الْخَطَاءِ وَالنِّسْيَانِ''

حدیث نبوی: ﴿عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ-اُنْصُرْ اَخَاکَ ظَالِمًا اَوْمَظْلُوْمًا فَقَالَ رَجُلٌ-يَا رَسُوْلَ اللّٰہِ!-اَنْصُرُہٗ اِذَا کَانَ مَظْلُوْمًا اَفَرَاَيْتَ اِذَا کَانَ ظَالِمًا-کَيْفَ اَنْصُرُہٗ-قَالَ-تَحْجُزُہٗ اَوْتَمْنَعُہٗ مِنَ الظُّلْمِ فَاِنَّ ذٰلِکَ نَصْرُہٗ﴾(صحیح البخاری ج۲ص۱۰۲۸)

﴿ت﴾حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے-انہوں نے کہا کہ حضرت خاتم النبیین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اپنے بھائی کی مدد کرو ظالم ہو یا مظلوم-پس ایک شخص نے عرض کیا-یارسول اللہ! ﷺ میں اس کی مدد کروں جب کہ وہ مظلوم ہو تو آپ بتائیے کہ جب وہ ظالم ہو تو میں کیسے اس کی مدد کروں؟-آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا-تم اسے ظلم سے باز رکھو یا اسے روکو-پس بے شک یہی اس کی مدد ہے۔

توضیح: مسلمان اگر کسی کے ظلم واستبداد کا شکار ہوجائے تو دوسرے مسلمانوں کو ظالم وجابر کے خونخوار پنجے سے اپنے مسلمان بھائی کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے-اسی طرح اگر کوئی مسلمان کسی پر ظلم کرے تو اسے ظلم سے روکا جائے تاکہ ہمارے افعال واعمال سے اسلام کے منصفانہ اصول کا اظہار ہو-اسی حدیث کی روشنی میں دعوت اسلامی میں جو بات غلط ثابت ہوتی ہے-ذمہ داروں سے مواخذہ کرتا ہوں تاکہ اس امر سے وہ حضرات رجوع فرمالیں-وہ تبلیغ دین میں مگن رہیں-ہم ان کے شرعی امور کی نگرانی کریں۔

اپنے من میں ڈوب کر پاجا سراغ زندگی

اصلاح وافساد: جو علماء دائرۂ شرع میں رہ کر اصلاح کی کوشش کرتے ہیں-ان کی تبصرہ آرائی کی وجہ سے دعوت اسلامی میں جو کچھ اصلاحات رونما ہوں گی،رہنمائی کرنے والے کو ثواب ملے گا-بلکہ محض رہنمائی پر بھی وہ مستحق ثواب ہوں گے-اور جو حضرات محض تنقید کی نیت سے لب کشائی فرماتے ہیں-انہیں ثواب ملنے کی امید تو نہیں بلکہ بدنیتی کی وجہ سے وبال کا خطرہ ہے-﴿اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ﴾(صحیح البخاری جلداول حدیث اول)﴿ت﴾اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے-اصلاح وتنقید کے طور طریقے مختلف،اول مفید دوم مضر۔

ایک جائز مطالبہ: علماء کرام سے مؤدبانہ عرض ہے کہ یا تو دعوت اسلامی کی اصلاح فرمائیں یا اس کا نعم البدل یا کم ازکم اس کا متبادل پیش فرمائیں-تاکہ فروغ سنیت اور تبلیغی جماعت وغیرہا کا دفاع ہوسکے۔

سپاہیان مصطفےٰ ﷺ: وہ مجاہدین جن کی فطرت میں رب تعالیٰ نے حدود سنیت کے تحفظ وبقاء اور رد بدمذہباں کا جوہر ودیعت فرمایا ہے-ان میں سے بعض خانہ جنگیوں کی طرف رخ موڑ لئے-اے کاش! یہ سپاہیان مصطفےٰ ﷺ سرحدوں پر واپس جاکر فروغ سنیت کے لئے دفاعی خدمات انجام دیتے اور سنیت کو مزید توانائی پہونچاتے-باہمی تنازع کے سبب بعض لوگ بدمذہب ہوگئے-اور ہمیں نہ خبر،نہ کچھ احساس۔

فقہاء سے عرض:(۱)خدانخواستہ اگر امیر دعوت اسلامی اپنی آبروریزی وقیل وقال دیکھ کر انتخاب قدیری کی طرح مسلک اعلیٰ حضرت سے باغی ہوجائے-تو سبب بغاوت ہونے کی وجہ سے ہم لوگ عنداللہ ماخوذ ہوں گے یا نہیں؟-بقول محدث کبیر دام ظلہ امیر دعوت اسلامی گمراہ یا کافر نہیں-تو وہ مومن ہیں۔

(۲)دعوت اسلامی کو اکھاڑ پھینکنا تو قریباً ناممکن ہے-اصلاح کی کوشش کرنی ازروئے شرع جائز ہے یا ناجائز؟

افسوس: بعض باہمی علمی اختلافات سوسال قبل ہوئے-لیکن اس کے جراثیم آج تک ختم نہ ہوئے۔

عکوس: دعوت اسلامی کے دستور وخطوط کی عکسی کاپیاں میرے پاس محفوظ ہیں-علماء قوم کومحفوظ رکھیں۔

نقوش: مفتی اعظم ہنداپنے وارثین کو متحدہ سنیت سونپ کر گئے-اب اکابرین ہمیں ٹوٹا گھر تھمارہے ہیں-متصلب ومذبذب،اہل افراط وتفریط اخلاف کو ملے-اکابرین بھی حدود شرع میں محدود-خدا حامی وناصر۔

الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ ہند کا جامع ازہر: جامعہ اشرفیہ مبارکپور برصغیر میں مسلمانان اہل سنت کا جامع ازہر ہے-حتی الامکان معاونت کی جائے-اشرفیہ مصباحیوں کی جاگیر نہیں-بلکہ اکابرین مارہرہ، بریلی وکچھوچھہ وجملہ علماء اہل سنن کی جانب سے عطا کردہ ایک علمی میراث اورامانت کبریٰ ہے-وارثین کی اہلیت پر منحصر کہ اسے عروج وارتقاء سے مزین فرما کر سربلندی حاصل کریں-یا اسے پستی کی جانب دھکیل کر اپنی نااہلی کا ثبوت فراہم کریں-اسلاف کرام کی امانت تباہ نہ کرو-ہاں،خامیوں کی اصلاح ہم سب پر لازم ہے۔

باب دوم / فقہ اسلامی میں ترجیح کے احکام

قوت وکثرت

(۱)امام احمد رضا نے لکھا﴿**انماالاحتیاط العمل باقوی الدلیلین کمافی الفتح والبحر وغیرھما**﴾(فتاویٰ رضویہ ج اص۴۴)(البحر الرائق باب فرائض الغسل ج اص ۱۷۵-فتح القدیر فصل فی القرأۃ ج۲ص۱۶۲-ردالمحتار ج اص۱۸۲-مراقی الفلاح حاشیہ نورالایضاح ج اص۲۱۰)

(۲)امام احمد رضا نے لکھا﴿**والقاعدۃ العمل بما علیہ الاکثر-کمانقلت علیہ نصوص کثیرۃ فی فتاوای**﴾(فتاویٰ رضویہ ج اص۸۱)

اقول: مذکورہ بالا دونوں قول سے معلوم ہوا کہ جس قول کی دلیل قوی ہو،اس پر عمل ہوگا-اسی طرح جس قول کو اکثر فقہاء نے اختیار کیا ہو،اس پرعمل ہوگا۔

کثرت: کثرت سے مراد یہ ہے کہ اس فقہی مسلک کے فقہاء کی کثیر تعداد اس جانب گئے ہوں-خواہ وہ ایک ملک کے ہوں یا چند ممالک کے-شریعت اسلامیہ میں ایسے مواقع پرساری دنیا کے اعتبار سے احکام جاری ہوتے ہیں-ہاں اگر صورت مسئلہ میں کسی عرف خاص کا دخل ہوتو اس عرف سے متعلق فقہاء کی کثرت کا اعتبار ہوگا-جو فقہاء اس عرف سے نہ متعلق ہوں-نہ ہی انہیں اس عرف کی جانکاری ہو اور نہ اس عرف پر بناء

حکم کیا ہو تو ان کا اعتبار نہیں-عرف کی بحث میں تفصیل مذکور ہے۔

قوت دلیل: دلیل کے اعتبار سے ترجیح دینا مجتہدین یعنی طبقہ سادسہ وسابعہ سے بالاتر فقہاء کا کام ہے-اور دلیل کی معرفت صرف مجتہدین کو ہوتی ہے-ہاں ظہور دلیل کے بعد اس دلیل کی قوت وضعف کے اعتبار سے طبقہ سادسہ وسابعہ کے فقہاء بھی دوقول میں سے ایک کو ترجیح دے سکتے ہیں-اورقرین قیاس یہی ہے کہ یہاں یہی صورت مراد ہے-واللہ تعالیٰ اعلم

شرائط افتاء

اقول: فتویٰ نویسی اسی کیلئے جائز ہے جو جزئیات فقہیہ کے ساتھ اصول فقہ وقواعد فقہیہ کا قوی علم رکھتا ہو-اور ماہر مفتی کے پاس تربیت پاچکا ہو-یہ ہر کسی کا مقدر نہیں-غیر تربیت یافتگان کو خموشی بہتر ہے۔

(۱)امام اہل سنت نے تحریر فرمایا ''علم الفتویٰ پڑھنے سے نہیں آتا ہے جب تک مدتہا کسی طبیب حاذق کی صحبت نہ کیا ہو''۔(فتاویٰ رضویہ ج۹ نصف اول ص۲۳۱-رضا اکیڈمی ممبئی)

(۲)شاہ ولی اللہ محدث دہلوی(۱۱۱۴ھ-۱۱۷۶ھ)نے لکھا﴿**لوان الرجل حفظ جمیع کتب اصحابنا لابد ان یتلمذ للفتوٰی حتی یھتدی الیہ-لان کثیرًا من المسائل اجاب عنھا اصحابنا علٰی عادۃ اھل بلدھم ومعاملاتھم فینبغی لکل مفتی ان ینظر الٰی عادۃ اھل بلدہ و زمانہ فیما لاتختلف الشریعۃ**﴾(عقد الجید ص۴۱-استنبول ترکی)

(ت)اگر آدمی اپنے اصحاب کی تمام کتابیں یاد کرلے تو فتویٰ دینے کیلئے اسے شاگردی اختیار کرنا ضروری ہے-تاکہ وہ اس کی راہ پالے-اس لئے کہ ہمارے فقہاء نے اکثر مسائل کا جواب اپنے اہل شہر کی عادت وعرف اوران کے معاملات کے مطابق جواب دیا ہے-پس لازم ہے کہ ہر مفتی اپنے اہل شہر اور اپنے اہل زمانہ کی عادت پر نظر رکھے-ان امر میں جن میں شریعت کی مخالفت نہ ہوتی ہو۔

(۳)علامہ شامی نے لکھا﴿**فللمفتی اتباع عرفہ الحادث فی الالفاظ العرفیۃ وکذا فی الاحکام التی بناھا المجتہد علٰی ما کان فی عرف زمانہ وتغیر عرفہ الٰی عرف اٰخر اقتداءً بھم لکن بعد ان یکون المفتی ممن لہ رأی ونظر صحیح ومعرفۃ بقواعد الشرع حتّٰی یمیز بین العرف الذی یجوز بناء الاحکام علیہ وبین غیرہ-فان المتقدمین شرطوا فی المفتی**

الاجتهاد وهذا مفقود فی زماننا—فلا اقل من ان یشترط فیه معرفة المسائل بشروطها و قیودها التی کثیرًا ما یسقطونها ولا یصرحون بها اعتمادًا علٰی فهم المتفقه—وکذا لابد له من معرفة عرف زمانه و احوال اهله والتخرج فی ذلک علٰی استاذ ماهر﴾ (شرح عقود رسم المفتی ص۴۱)

﴿ت﴾ پس مفتی کیلئے اپنے عرف جدید میں الفاظ عرفیہ کا اتباع کرنا ہے-اوراسی طرح ان احکام میں جن کی بنیاد مجتہد نے اپنے زمانہ کے عرف پر رکھا ہے-اوروہ عرف دوسرے عرف کی طرف بدل گیا-فقہاء متقدمین کی پیروی کرتے ہوئے-لیکن بعداس کے کہ مفتی ان میں سے ہوجو صاحب رائے،نظرصحیح اورقواعدشرعیہ کی معرفت رکھتا ہو یہاں تک کہ اس عرف کی تمیز کرسکے-جس پر احکام کی بنا درست ہے اورجس پر احکام کی بنا درست نہیں-اس لئے کہ متقدمین نے مفتی میں اجتہاد کی شرط لگائی ہے-اور یہ شرط ہمارے زمانے میں مفقود ہے-پس کم ازکم اس کیلئے ان شرائط اورقیود کے ساتھ ان مسائل کی معرفت کی شرط لگائی جائے جن کو اکثر حذف کردیتے ہیں-اورفقیہ کی فہم پر اعتماد کرتے ہوئے اس کی تصریح نہیں کرتے-اوراسی طرح اپنے زمانہ کے عرف کی معرفت اوراپنے اہل زمانہ کے احوال کی معرفت ضروری ہے-اوراس بارے میں کسی ماہراستاذ کے پاس سیکھنا ضروری ہے۔

﴿۴﴾﴿وقد رأیت فی فتاوی العلامة ابن حجر—سئل فی شخص یقرأ ویطالع فی الکتب الفقهیة بنفسه ولم یکن له شیخ—ویفتی ویعتمد علٰی مطالعته فی الکتب—فهل یجوز له ذلک ام لا؟ فاجاب بقوله—لایجوزله الافتاء بوجه من الوجوه—لانه عامی جاهل لایدری مایقول؟بل الذی یاخذ العلم عن المشائخ المعتبرین لایجوز له ان یفتی من کتاب ولا من کتابین—بل قال النووی رحمه الله تعالٰی—ولامن عشرة فان العشرة والعشرین قد یعتمدون کلهم علٰی مقالة ضعیفة فی المذهب فلایجوزتقلیدهم فیهابخلاف الماهرالذی اخذ العلم عن اهله وصارت له فیه ملکة نفسانیة فانه یمیز الصحیح من غیره ویعلم المسائل وما یتعلق بها علی الوجه المعتد به—فهذا هوالذی یفتی الناس ویصلح ان یکون واسطة بینهم وبین الله تعالٰی واما غیره فیلزمه اذا تسور هذا المنصب الشریف التعزیرالبلیغ والزجرالشدید الزاجر ذلک لامثاله عن هذا الامرالقبیح الذی یؤدی الٰی مفاسد لاتحصی—والله تعالٰی اعلم﴾ (شرح عقود رسم المفتی ص۱۱)

﴿ت﴾ میں نے علامہ ابن حجر ہیتمی کے فتاویٰ میں دیکھا-اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جوازخود فقہی کتابوں کو پڑھے اورمطالعہ کرے-اوراس کا کوئی شیخ نہ ہو-اوروہ فتویٰ دیتا ہواوراپنے مطالعہ کتب پراعتماد کرتا ہو-پس کیا یہ اس کیلئے جائز ہے یا نہیں؟

پس علامہ ابن حجر نے جواب دیا-اس کیلئے کسی طرح فتویٰ دینا جائز نہیں-اس لئے کہ وہ عام فرد، لاعلم ہے-اسے معلوم نہیں کہ وہ کیا کہہ رہا ہے-بلکہ وہ شخص جومعتبر مشائخ سے علم حاصل کرتا ہے-اس کیلئے بھی ایک یادوکتاب سے فتویٰ دینا جائز نہیں-بلکہ امام نووی نے فرمایا کہ نہ ہی دس کتابوں سے-اس لئے کہ دس اوربیس مؤلفین کبھی اعتماد کرتے ہیں مذہب کے کسی ضعیف قول پر-پس ان کی تقلید جائز نہیں ہے-برخلاف ماہر کے جس نے قابل استاذ سے علم حاصل کیا-اوراسے اس بارے میں ذاتی ملکہ ہوگیا تو وہ صحیح اورغیرصحیح کی تمیز کرلیتا ہے-اورمسائل کواوراس کے متعلقات کوقابل اعتماد طریقے پرجانتا ہے-پس یہ وہ ہے جولوگوں کو فتویٰ دیگا-اوراللہ تعالیٰ اورمومنین کے درمیان واسطہ ہوسکتا ہے۔

لیکن اس کے علاوہ جب اس بزرگ منصب پرآجائے توزبردست تعزیراورشدید زجرلازم ہے جوان کے مماثلین کواس امرقبیح سے روکنے والا ہو-جوبے شمار مفاسد تک پہونچانے والا ہو۔

﴿۵﴾ صدرالشریعہ نے لکھا-حاکم اسلام پرلازم ہے کہ اس بات کاتجسس کرے کہ کون فتویٰ دینے کے قابل ہے اورکون نہیں ہے-جوناہل ہو،اسے اس کام سے روک دے کہ ایسوں کے فتویٰ سے طرح طرح کی خرابیاں واقع ہوتی ہیں-جن کااس زمانے میں پوری طرح مشاہدہ ہورہا ہے۔(عالمگیری)(بہارشریعت ح۱۲ص۱۷)

فتویٰ کے بارے میں فتویٰ

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ خدا کے یہاں مفتی فتویٰ دینے کاذمہ دار ہوگا یا وہ بھی جو فتویٰ پرعمل کرے؟-بینواتوجروا

الجواب: اگروہ مفتی قابل فتویٰ نہیں-یاعامہ مسلمین شہردربارۂ فتویٰ اس پراعتماد نہیں کرتے-یافتویٰ ایسا غلط ہے جس کی صریح غلطی مستفتی پرظاہر ہے-یاعالم معتمدومستند نے اس کے اغلاط ظاہرکردیئے-یافتویٰ واقعات پرنہیں ہے-اوراس میں مفتی نے اصل واقعہ چھپایا اورغلط رخ دکھایا-تومفتی واس پرعمل کرنے والا دونوں ماخوذوگرفتار ہیں-ورنہ جب تک حق واضح نہ ہو،جاہل پروبال نہیں-واللہ تعالیٰ اعلم(فتاویٰ رضویہ ج۹

نصف دوم ص۲۸۴-رضا اکیڈمی ممبئی)

امام اہل سنت نے فرمایا-''بےتحقیق مسئلہ کا جواب دینا حرام ہے''۔(فتاویٰ رضویہ ج۱۴ص۶۱۲)

اقول: عہد حاضر میں فقہاء معتمدین کی تعداد حد درجہ کم ہے-فقہی قابلیت جو عصر ماقبل میں تھی،آج مفقود ہے-مذکورہ بالا عبارت سے واضح ہوگیا کہ اگر کسی مسئلہ کی خطا واضح ہوگئی-تواس پر عمل کرنے والا بھی گنہگار ہوگا-آج کل جدید فقہی اختلافی مسائل سے متعلق یہ کہا جاتا ہے-علماء زمانہ کے دوقول ہیں-دونوں میں سے کسی پر عمل ہوسکتا ہے-واضح رہے جس فقیہ کے قول پر قوی دلائل کے ساتھ سوالات قائم کئے گئے-یا راجح دلیلوں سے اس کا قول رد کر دیا گیا-تواب دوصورتیں ہیں-یاتو قائل اول اپنے قول سے رجوع کرے-یا دیگر فقہاء کے دلائل کا علمی رد اور سوالات کا صحیح جواب دے-اور ایسے قول پر عمل کرنے والوں کا حکم فتاویٰ رضویہ کی عبارت سے ظاہر ہوگیا-واضح رہے کہ مجتہد کو اپنے ظن غالب اور اجتہاد پر عمل کا حکم ہے-لیکن فقہاء طبقہ سابعہ یعنی ناقلین فتویٰ کیلئے ایسا حکم نہیں کہ وہ اپنی تحقیق پر ہی عمل کریں خواہ وہ خطا ہو یا صواب-ان کیلئے ﴿فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِاِنْ كُنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ﴾ کا حکم ہے-فقہاء کو اس کا علم ہے۔

رجوع کا حکم

سوال: جو صاحب جھوٹا مسئلہ بیان کریں،ان کے واسطے شرع شریف کا کیا حکم ہے؟

الجواب: جھوٹا مسئلہ بیان کرنا سخت شدید کبیرہ ہے-اگر قصداً ہے تو شریعت پر افتراء ہے-اور شریعت پر افتراء اللہ عزوجل پر افتراء ہے-اور اللہ عزوجل فرماتا ہے﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ﴾ وہ جو اللہ پر جھوٹا افتراء کرتے ہیں،فلاح نہ پائیں گے-اور اگر بے علمی سے ہے تو جاہل پر سخت حرام ہے کہ فتویٰ دے-حدیث میں ہے-نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں﴿مَنْ اَفْتٰى بِغَيْرِعِلْمٍ لَعَنَتْهُ مَلٰئِكَةُ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ﴾ جو بغیر علم کے فتویٰ دے،اس پر آسمان وزمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں-ہاں،اگر عالم سے اتفاقاً سہواً واقع ہوا اور اس نے اپنی طرف سے بے احتیاطی نہ کی-اور غلط جواب صادر ہوا-تو مواخذہ نہیں-مگر فرض ہے کہ مطلع ہوتے ہی فوراً اپنی خطا ظاہر کرے-اس پر اصرار کرے گا تو پہلی شق یعنی افتراء میں آئے گا۔(فتاویٰ رضویہ ج۹ نصف اخیر ص۲۷۵)

عرف وعادات کا لحاظ

(۱)علامہ شامی نے لکھا﴿ان جمود المفتی او القاضی علیٰ ظاہر المنقول مع ترک العرف و القرائن الواضحة والجھل باحوال الناس یلزم منه تضییع حقوق کثیرة وظلم خلق کثیرین﴾ (شرح عقود رسم المفتی ص۴۲)

(۲)﴿فی القنیة-لیس للمفتی ولا للقاضی ان یحکما علیٰ ظاہر المذھب ویترکا العرف﴾ (شرح عقود رسم المفتی ص۴۲)

(۳) علامہ شامی نے لکھا﴿قد قالوا-ومن جھل باھل زمانه فھو جاھل﴾(شرح عقود رسم المفتی ص۴۱)

(۴)امام احمد رضا نے لکھا﴿من لم یعرف اھل زمانه ولم یراع فی الفتیا حال مکانه فھو جاھل مبطل فی قوله وبیانه﴾(فتاویٰ رضویہ ج۱۲ص۲۱۴-جدید)

(ت) جو شخص اپنے اہل زمانہ کو نہ پہچانے اور فتویٰ میں اپنے علاقہ کے حال کا لحاظ نہ کرے،وہ لاعلم ہے-اور اس کا قول وبیان باطل ہے۔

تحقیق مسائل جدیدہ

فقیہ وغیر فقیہ: عہد حاضر میں تمام فقہاء طبقہ سابعہ سے تعلق رکھتے ہیں-اور بہت سے مفتی وفقیہ کہلانے والے فقہاء کی فہرست سے خارج ہیں-نقل فتاویٰ وتحقیق مسائل جدیدہ ہر دو کیلئے مشکل شرائط ہیں۔

(۱)علامہ شامی نے لکھا﴿والتحقیق ان المفتی فی الوقائع لابد له من ضرب اجتھاد ومعرفة باحوال الناس﴾(شرح عقود رسم المفتی ص۴۱)

(ت) تحقیق یہ ہے کہ واقعات (وحوادث جدیدہ) کے بارے میں فتویٰ دینے والے کیلئے ایک قسم کا اجتہاد اور لوگوں کے احوال کی معرفت ضروری ہے۔

اقول: علامہ شامی کی قید''ضرب من الاجتہاد''سے صاف ظاہر ہے کہ مسائل جدیدہ کی تحقیق کا حق ہر ایک کو نہیں-عہد حاضر میں طبقہ سابعہ کے فقہاء متقنین ہی اس کے اہل ہیں-نو واردین کا یہ منصب نہیں-عصر حاضر کی فقہی مجلسوں میں اس شرط کی کما حقہ رعایت نہیں کی جارہی ہے-جس کے سبب یکے بعد دیگرے مسائل جدیدہ مختلف فیہ ہوتے جارہے ہیں-رب تعالیٰ ہمیں راہ صواب کی ہدایت عطا فرمائے-آمین

ہدایت وتنقید

اقول: اگر کسی فقیہ سے خطا صادر ہو-اس کی رہنمائی ضروری ہے-لیکن ہدایت کے شرائط ملحوظ رہیں۔

(۱)امام اہل سنت نے خطبہ کے درمیان آمین وغیرہ بولنے سے متعلق فرمایا-''علماء محتاطین تو ایسے مسائل اجتہادیہ میں انکار بھی ضروری وواجب نہیں جانتے -نہ کہ عیاذاً باللہ نوبت تابہ تضلیل واکفار''۔(فتاویٰ رضویہ ج۸ص۴۸۴-جدید)

(۲)امام اہل سنت نے فرمایا-''جہاں اختلافات فرعیہ ہوں جیسے باہم حنفیہ وشافعیہ وغیرہما فرق اہل سنت میں -وہاں ہرگز ایک دوسرے کو بُرا کہنا جائز نہیں''۔(الملفوظ ج اص۴۶-قادری کتاب گھر بریلی)

(۳)امام اہل سنت نے فرمایا-''اے عزیز!اس زمانہ فتن میں لوگوں کو احکام شرع پر سخت جرأت ہے-خصوصاً ان مسائل میں جنہیں حوادث جدیدہ سے تعلق ونسبت ہے-جیسے تار برقی وغیرہ-سمجھتے ہیں کہ کتب ائمہ دین میں ان کا حکم نہ نکلے گا جو مخالفت شرع کا ہم پر الزام چلے گا-مگر نہ جانا کہ علماء دین شکر اللہ تعالیٰ مساعیہم الجمیلۃ نے کوئی حرف ان عزیزوں کے اجتہاد کو اٹھا نہیں رکھا ہے-تصریحاً تلویحاً تفریعاً تاصیلاً سب کچھ فرمادیا ہے-زیادہ علم اسے ہے-جسے زیادہ فہم ہے-اور ان شاء اللہ العزیز زمانہ ان بندگان خدا سے خالی نہ ہوگا جو مشکل کی تسہیل ،معضل کی تحصیل ،صعب کی تذییل ،مجمل کی تفصیل کے ماہر ہوں-بحر سے در،صدف سے گہر،بذر سے درخت ،درخت سے ثمر نکالنے پر باذن اللہ تعالیٰ قادر ہوں''۔(فتاویٰ رضویہ ج۴ص ۵۲۶)

(۴)امام اہل سنت نے فرمایا-''آجکل درسی کتابیں پڑھنے پڑھانے سے آدمی فقہ کے دروازے میں بھی داخل نہیں ہوتا-نہ کہ واعظ جسے سوائے طلاقت لسان کوئی لیاقت جہاں درکار نہیں''۔(فتاویٰ رضویہ ج۴ص ۵۶۵)

(۴)امام اہل سنت نے فرمایا-''علم دین فقہ وحدیث ہے-منطق وفلسفہ کے جاننے والے علماء نہیں-یہ امور متعلق بہ فقہ ہیں-تو جو فقہ میں زیادہ ہو،وہی بڑا عالم دین ہے-اگرچہ دوسرا حدیث وتفسیر سے زیادہ اشتغال رکھتا ہو-پھر بھی عالم دین نہ ہوگا مگر سنی المذہب-کہ فاسد العقیدہ جہل مرکب میں گرفتار-جو جہل بسیط سے ہزار درجہ بدتر خصوصاً غیر مقلدین کہ فقہ وفتویٰ میں ان پر اعتماد تو ایسا ہے جیسے چور کو پاسبان بنانا''۔(فتاویٰ رضویہ ج۴ص ۵۷۲)

انطباق مسائل جدیدہ

طبقہ سابعہ: عہد حاضر میں نہ کوئی مجتہد مطلق ہے اور نہ ہی کوئی مجتہد فی المذہب-بلکہ کوئی مجتہد فی

المسائل بھی نہیں-تمام فقہاء طبقہ سابعہ یعنی ناقلین فتویٰ ہیں الا ماشاء اللہ-نئے مسائل کا سلسلہ روز بروز بڑھتا جا رہا ہے-ان حوادثات جدیدہ کے حل کی کیا صورت ہے؟-علماء اسلام نے مسائل جدیدہ کے حل کی شکلیں کتابوں میں لکھا ہے-بعض شکلیں ذیل میں تحریر کی جاتی ہیں-انہی اصولوں کی روشنی میں عہد حاضر کے فقہاء جدید مسائل کے حل کی کوشش کرتے ہیں-اور وہی اقدام کرے جو جزئیات فقہیہ وقواعد واصول فقہ کا ماہر ہو۔

(۱)امام زرکشی نے لکھا﴿والحق ان الفقیه الفطن القَیَّاسَ کالمجتهد فی العامی،لا الناقل فقط﴾(البحر المحیط ج۶ص ۲۰۷)

(ت) اور حق یہ ہے کہ قیاس پر قدرت رکھنے والا ذہین فقیہ عام افراد کے حق میں مجتہد کی طرح ہے-نہ کہ صرف اقوال فقہیہ نقل کرنے والا۔

اقول: جو محض ناقل ہو،وہ مسائل جدیدہ میں کوئی فیصلہ نہ دے سکے گا-ہاں وہ فقیہ جو گرچہ درجہ اجتہاد پر فائز نہیں ہے لیکن احکام کو احکام پر قیاس کر لیتا ہے تو وہ حکم قدیم اور حادثہ جدیدہ میں وجہ مناسبت تلاش کر کے حکم کا تعین کر لیتا ہے اور وہ فقہی ضرورت کی تکمیل میں مجتہد کے قائم مقام ہے۔

(۲)علامہ شامی نے سوال مذکورہ بالا کا طویل جواب دیا ہے-بوجہ ضرورت اسے نقل کیا جاتا ہے-اس میں انہوں نے بتایا ہے کہ جتنے بھی جدید مسائل ہوا کرتے ہیں،فقہ کی کتابوں سے ان مسائل کا جواب دیا جا سکتا ہے-فقہ کی کتابوں میں یا تو وہ مسئلہ بعینہ مذکور ہوگا یا کوئی ایسا قاعدہ کلیہ ہوگا جو اس مسئلہ جدیدہ کو شامل ہوگا۔

﴿قال فی اٰخر الحاوی القدسی-ومتٰی لم یوجد فی المسئلة عن ابی حنیفة روایة، یوخذ بظاهر قول ابی یوسف ثم بظاهر قول محمد ثم بظاهر قول زفر والحسن وغیرهم-الاکبر فالاکبر-هکذا الٰی اٰخر من کان من کبار الاصحاب-واذا لم یوجد فی الحادثة عن واحد منهم جواب ظاهر وتکلم فیه المشائخ المتأخرون قولًا واحدًا یوخذ به-فان اختلفوا یوخذ بقول الاکثرین مما اعتمد علیه الکبار المعروفون کابی حفص وابی جعفر وابی اللیث والطحاوی وغیرهم فیعتمد علیه-وان لم یوجد منهم جواب البتة نصًّا-ینظر المفتی فیها نظر تأمل وتدبر واجتهاد لیجد فیها ما یقرب الی الخروج عن العهدة ولایتکلم فیها جزافًا لمنصبه وحرمته ولیخش اللّٰه تعالٰی و یراقبه فانه امر عظیم لایتجاسر علیه الا کل

جاهل شقی–انتہٰی–وفی الخانیة–وان کانت المسئلة فی غیر ظاهرالروایة ان کانت توافق اصول اصحابنا یعمل بها–فان لم یجد لها روایة عن اصحابنا–واتفق فیها المتأخرون علٰی شیء،یعمل به–وان اختلفوا یجتهد ویفتی بما هوصواب عنده–وان کان المفتی مقلدًا غیرمجتهد،یاخذ بقول من هو افقه الناس عنده و یضیف الجواب الیه–فان کان افقه الناس عنده فی مصراٰخر،یرجع الیه بالکتاب ویکتب الجواب ولایجازف خوفًا من الافتراء علی اللّٰه تعالٰی بتحریم الحلال وضده–انتہٰی–قلت–و قوله(وان کان المفتی مقلدًا غیر مجتهد الخ)یفید ان المقلد المحض لیس له ان یفتی فیما لم یجد فیه نصًّا عن احد– ویؤیده ما فی البحرعن التاترخانیة–وان اختلف المتائخرون،اخذ بقول واحد فلو لم یجد من المتأخرین،یجتهد برایه اذا کان یعرف وجوه الفقه و یشاور اهله – انتہٰی–فقوله(اذا کان یعرف الخ)دلیل علٰی ان من لم یعرف ذلک بل قرأ کتابًا اواکثرو فهمه وصارله اهلیة المراجعة والوقوف علٰی موضع الحادثة من کتاب مشهور معتمد، اذا لم یجد تلک الحادثة فی کتاب،لیس له ان یفتی فیها برأیه بل علیه ان یقول لا ادری–کما قال من هواجل منه قدرًا من مجتهدی الصحابة ومن بعدهم–بل من اید بالوحی ﷺ–و الغالب ان عدم و جد انه النص لقلة اطلاعه اوعدم معرفته بموضع المسئلة المذکورة فیه–اذ قل ما تقع حادثة الاولها ذکرفی کتاب المذهب–اما بعینها اوبذکر قاعدة کلیة تشملها–ولا یکتفی بوجود نظیرها مما یقاربها فا نه لایا من ان یکون بین حادثته وما وجده فرق،لایصل الیه فهمه –فکم من مسئلة فرقوا بینها وبین نظیرتها حتّٰی الفوا کتب الفروق لذ لک–و لووُکِّلَ الامرُ الٰی افهامنا،لم ندرک الفرق بینهما–بل قال العلامة ابن نجیم فی الفوائد الزینیة–لا یحل الافتاء من القواعد والضوابط–وانما علی المفتی حکایة النقل الصریح کما صرحوا به–انتہٰی –وقال ایضًا–ان المقررفی الاربعة المذ اهب ان قواعد الفقه اکثریة،لاکلیة– انتہٰی– نقله البیری–فعلٰی من لم یجد نقلًا صریحًا ان یتوقف فی الجواب او یسأل من هواعلم منه ولو فی بلدة اخرٰی کما یعلم مما نقلناه عن الخانیة–وفی

الظهیریة–وان لم یکن من اهل الاجتهاد لا یحل له ان یفتی الابطریق الحکایة فیحکی ما یحفظ من اقوال الفقهاء– انتہٰی–نعم،قد توجد حوادث عرفیة غیرمخالفة للنصوص الشرعیة فیفتی المفتی بها﴾(شرح عقودرسم المفتی ص۲۸)

﴿ت﴾''الحاوی القدسی'' کے اخیر میں لکھا کہ جب مسئلہ میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے کوئی روایت نہ پائی جائے تو امام ابو یوسف کے ظاہرالروایہ قول کو لیا جائے گا،پھرامام محمد،پھرامام زفر بن ہذیل وامام حسن بن زیادلؤلؤ وغیرہم کے ظاہرالروایہ قول کو لیا جائے گا-الاکبرفالاکبر کے اعتبار سے-اسی طرح امام ابوحنیفہ کے اکابرین اصحاب میں سے آخر تک (یہ سلسلہ چلا جائے گا)-اور جب حادثہ کے بارے میں ان میں سے کسی سے ظاہری جواب نہ پایا جائے-اوراس بارے میں متأخرین مشائخ نے ایک قول (متفقہ فیصلہ) کیا ہوتو اسے اختیار کیا جائے گا-اوراگرمشائخ متأخرین کا اس حادثہ کے بارے میں مختلف جواب ہوتو اکثریت کے قول کو لیا جائے گا جس پر مشہورا کابرین جیسے امام ابوحفص،امام ابوجعفر،ابواللیث سمرقندی،امام طحاوی وغیرہم نے اعتماد کیا ہو پس اسی جواب پراعتماد کیا جائے گا-اوراگرصراحتًا ان علماء سے کوئی جواب بالکل نہ پایا جائے تو مفتی اس بارے میں تأمل وتدبراوراجتہاد کی نظر کے ساتھ غوروفکر کرے گا تاکہ اس بارے میں کوئی ایسا جواب پالے جو ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے قریب ہو(یعنی کوئی ایسا جواب صحیح اس کے ذہن میں رونما ہو جو اس کے افتاء کی ذمہ داری کو پوری کردے)-اوراس حادثہ کے بارے میں اٹکل اورانداز ے سے کلام نہ کرے اپنے منصب اوراپنے وقار کا لحاظ کرتے ہوئے-اوراللہ تعالیٰ سے ڈرے اورحق اللہ کی حفاظت کرے-اس لئے کہ یہ(اجتہاد بلاوجودشرائط اورشرعیات میں اٹکل اورانداز ے سے بات کرنا)ایک بڑا معاملہ ہے-جاہل بدبخت کے علاوہ کوئی اس کی جرأت نہیں کرتا(جیسا کہ آج کل بدبخت جاہل وہابیہ بلاوجودشرائط،اجتہاد پر کمر بستہ ہوکرخودکوجرم عظیم میں ڈال چکے ہیں)

فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے-اگرمسئلہ غیرظاہرالروایہ میں ہواوروہ ہمارے اصحاب احناف کے اصول کے مطابق ہوتواس پرعمل کیا جائے گا-اوراگرہمارے اصحاب احناف کی کوئی روایت اس کے لئے نہ پائی جائے اوراس بارے میں متأخرین کسی حکم پرمتفق ہوں تو اس پرعمل کیا جائے گا-اوراگرمتأخرین کا اس بارے میں اختلاف ہوتو مفتی اجتہاد کرے گا اوراس امر کا فتویٰ دے گا جو اس کے نزدیک صحیح ہے-اوراگرمفتی مقلدو

غیر مجتہد ہوتو اس کے قول کو اختیار کرے گا جو اس کے نزدیک لوگوں میں زیادہ فقیہ ہو-اور جواب کو اسی کی طرف منسوب کرے گا-پس اگر اس کی نظر میں لوگوں میں سب سے زیادہ فقہ جاننے والا شخص دوسرے شہر میں ہوتو خط کے ذریعہ اس کی طرف رجوع کرے اور (اس کے حسب ہدایت) جواب لکھے اور اٹکل اور اندازے سے کلام نہ کرے، حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دے کر رب تعالیٰ پر افتراء پردازی کا خوف کرتے ہوئے (تاتارخانیہ کی عبارت ختم ہوئی)

علامہ سید ابن عابدین شامی نے کہا کہ صاحب تاتارخانیہ کا قول ''وان کان المفتی مقلدًا غیر مجتہد الخ'' یہ عبارت بتارہی ہے کہ مقلد محض کیلئے اس بارے میں فتویٰ دینے کا حق نہیں ہے جس بارے میں وہ کسی فقیہ سے نص (صریح قول) نہ پائے-اور اسی مفہوم کی تائید کرتا ہے جو کچھ ''البحر الرائق'' میں تاتارخانیہ کے حوالے سے ہے کہ اگر متأخرین کا اختلاف ہو جائے تو کسی ایک فقیہ کے قول کو اختیار کرے-پس اگر متأخرین سے کوئی قول نہ پائے تو اپنی رائے سے اجتہاد کرے جب کہ وہ اصول وقواعد فقہیہ کی معرفت رکھتا ہو اور اہل فقہ سے مشاورت کرے (البحر الرائق کی عبارت ختم ہوئی)

ابن عابدین شامی نے لکھا-پس صاحب بحر الرائق کا قول ''اذا کان یعرف الخ'' دلیل ہے اس بات پر کہ جو اصول وقواعد فقہیہ کی معرفت نہ رکھتا ہو بلکہ ایک یا بہت سی کتابیں پڑھا اور اس کو سمجھا اور اسے کسی مشہور معتمد کتاب میں موضع حادثہ پر واقفیت اور (اس کی طرف) رجوع کرنے کی اہلیت ہوگئی تو جب وہ اس حادثہ کو کتاب میں نہ پائے تو اسے یہ حق نہیں کہ اس حادثہ جدیدہ کے بارے میں اپنی رائے سے فتویٰ دے بلکہ اس پر ضروری ہے کہ وہ کہے کہ میں نہیں جانتا ہوں جیسا کہ ''لا ادری'' اس نے کہا جو اس سے مرتبہ میں بڑھ کر ہے یعنی مجتہدین صحابہ اور ان کے مابعد کے مجتہدین بلکہ جن کی تائید وحی کے ذریعے کی گئی یعنی حضرت سرکار مصطفیٰ ﷺ (پھر بعد میں بطور وحی آپ ﷺ کو اس کا علم دیا گیا)-اور غالب تر یہی ہے کہ مفتی کا نص (قول صریح) کو نہ پانا اس کی قلت اطلاع یا اس جگہ کی معرفت نہ ہونے کی وجہ سے ہے جہاں اس مسئلہ کو ذکر کیا گیا ہو-اس لئے کہ بہت کم ایسا حادثہ واقع ہوتا ہے مگر یہ کہ اس کا ذکر مذہب کی کتابوں میں ہوتا ہے-یا تو اس مسئلہ کا بعینہٖ ذکر ہوتا ہے یا ایسا قاعدہ کلیہ مذکور ہوتا ہے جو اس مسئلہ کو شامل ہو-اور کسی ایسی نظیر (مماثل) کا وجود کافی نہیں ہوگا جو اس کے قریب ہو-اس لئے کہ اس (خدشہ) سے امن نہیں کہ اس حادثہ اور پائی جانے والی نظیر

کے درمیان کوئی ایسا فرق ہو جس تک اس کا ذہن نہ پہونچ پارہا ہو-پس بہت سے ایسے مسئلے ہیں کہ اس کے اور اس کی نظیر کے درمیان فقہاء نے فرق کیا-یہاں تک کہ اس کے بیان کیلئے علماء نے ''کتاب الفروق'' لکھا -اور اگر معاملہ ہمارے ذہنوں کے سپرد کر دیا جائے تو ہم ان دونوں کے درمیان فرق نہ کر سکیں گے-بلکہ علامہ ابن نجیم مصری نے ''فوائد زینیہ'' میں کہا کہ قواعد وضوابط سے (عام مفتی کو) فتویٰ دینا جائز نہیں-اور مفتی پر نقل صریح کی حکایت ضروری ہے جیسا کہ علماء نے اس کی تصریح کر دی ہے (فوائد زینیہ کی عبارت ختم ہوئی)

اور علامہ ابن نجیم نے یہ بھی کہا کہ مذاہب اربعہ میں یہ ثابت شدہ ہے کہ فقہ کے قواعد اکثری ہیں، کلی نہیں (فوائد زینیہ کی عبارت ختم ہوئی-اسے ابراہیم بیری نے نقل کیا ہے)-پس جو نقل صریح کو نہ پائے اس پر جواب میں توقف کرنا ضروری ہے-یا اس سے دریافت کرے جو اس سے زیادہ علم والا ہو، گرچہ دوسرے شہر میں ہو-ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اس عبارت سے جو ہم نے ''تاتارخانیہ'' سے نقل کی ہے-اور ''ظہیریہ'' میں ہے کہ اگر مفتی اہل اجتہاد میں سے نہیں ہے تو اس کیلئے فتویٰ دینا حلال نہیں مگر حکایت کے طریقے پر-پس فقہاء کے جو اقوال اسے محفوظ ہیں، اسے وہ بیان کرے گا (ظہریہ کی عبارت ختم ہوئی) ہاں، بہت سے عرفی حوادث پائے جاتے ہیں کہ وہ نصوص شرعیہ (صریح احکام فقہیہ) کے مخالف نہیں ہوتے ہیں-پس مفتی ان حوادثات ظاہرہ کے بارے میں فتویٰ دے گا۔

اقول: آج کل جو مفتیان کرام نئے مسائل کی تحقیق کر رہے ہیں، وہ اہل اجتہاد تو نہیں ہیں لیکن وہ مسئلہ ثابتہ اور حادثہ نازلہ کے درمیان ایک صحیح مناسبت کو ظاہر کر کے مسئلہ مستنبطہ کے حکم کو حادثہ جدیدہ پر منطبق کرتے ہیں اور خطاء کے وہم کو دور کرنے کیلئے ان پر مشاورت لازم ہے-اس لئے آج کل مجلس فقہی اور فقہی سیمینار کا انعقاد ہوتا رہتا ہے اور دلیل کے ذریعہ حکم کو ثابت کرنا ان مفتیان کرام کی قدرت سے باہر ہے-پس ثابت ہوا کہ فقہاء ناقلین کا وظیفہ حوادث نازلہ کے سلسلے میں صرف حکم کا انطباق ہے-یعنی مناسبت صحیحہ پائے جانے کے وقت مسئلہ فقہیہ قدیمہ کا حکم حادثہ جدیدہ کیلئے ثابت کریں اور دیگر فقہاء سے مشاورت کریں۔

ہر زمانے میں فقہاء کا وجود

عادت الٰہیہ: عادت الٰہیہ اس طرح جاری ہے کہ ہر زمانے میں ضرورت کے مطابق فقہاء اور علماء کا وجود ہوتا رہا-جب امت مسلمہ کو مجتہد مطلق کی حاجت تھی، اللہ تعالیٰ نے مجتہدین کو پیدا فرمایا-اب جب کہ

مذہب اسلام میں فقہی جزئیات کی تخریج وتدوین ،اس کے اصول وضوابط کی توضیح وتشریح ائمہ مجتہدین کے ذریعہ ہوچکی تواب کسی مجتہد مطلق کی ضرورت نہیں-بعض حوادث جدیدہ اورنو پید مسائل کے حل کیلئے مجتہد مطلق کی ضرورت نہیں- بلکہ ماہرفقہاء ان مسائل کے حل کیلئے کافی ہیں-اورحسب ضرورت رب تعالیٰ کی جانب سے ایسے فقہاء کا سلسلہ جاری ہے۔

امام محمد بن علی بن محمد حصنی علاءالدین حصکفی (۱۰۲۵ھ-۱۰۸۸ھ) نے رقم فرمایا﴿فَاِنْ قُلْتَ-قد یکون اقوالًا بلا ترجیح وقد یختلفون فی التصحیح؟-قُلْتُ-یُعْمَلُ بمثل ما عملوا من اعتبار تغیر العرف واحوال الناس-وما هو الاوفق وما ظهر علیه التعامل وما قوی وجهه-ولایخلوا الوجود عمن یمیز هذا حقیقةً-لاظنًّا-وعلٰی من لم یمیزان یرجع لمن یمیز لبرأة ذمه-فنسأل اللّٰه التوفیق والقبول بجاه الرسول صلی اللہ علیہ وسلم﴾ (الدرالمختار مع ردالمحتار ج۱ ص۸۲)

〈ت〉 پس اگرتم اعتراض کروکہ (فقہ کی کتابوں میں) کبھی فقہاء کے اقوال بلاترجیح پائے جاتے ہیں-اورکبھی فقہاءتصحیح میں اختلاف کرتے ہیں- میں جواب دوں گا کہ (ان اقوال پر) ویسے ہی عمل کیا جائے گا جیسا کہ ان لوگوں نے عمل کیا یعنی تغیرعرف اورلوگوں کے احوال کے بدل جانے کا اعتبار کرتے ہوئے اوراس کا اعتبار کرتے ہوئے جواہل زمانہ کے زیادہ موافق ہے اورجس پرتعامل مسلمین ظاہر ہے اورجس کی دلیل قوی ہے (ان سب احوال کا اعتبار کرتے ہوئے فقیہ ایک مسئلہ کودوسرے پرترجیح دے گا)-اورزمانہ حقیقی طور پراس فقیہ سے خالی نہیں ہوگا جواس کوممتاز کردے،نہ کہ ظنی طور پر (یعنی یہ امریقینی وقطعی ہے کہ ہرزمانے میں ایسے فقہاءہوں گے جوعمل کے اعتبار سے راجح ومرجوح مسائل کوایک دوسرے سے ممتاز کردیں گے-اورایسے فقیہ کا وجودظنی نہیں بلکہ یقینی ہے) اورجوتمیز نہ کرسکے،اسے اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کیلئے اہل تمیز کی طرف رجوع کرنا ہے-پس ہم حرمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل رب تعالیٰ سے توفیق اورقبولیت طلب کرتے ہیں۔

اقول: مسائل جدیدہ میں فقیہ کوافقہ کی جانب رجوع کاحکم-عصرحاضر میں رجوع آسان اورمطلوب شرع بھی-نیزیہ حکم فقہاء کے باہمی تعلقات کی بہتری اوراضافہ علم کا ایک عمدہ طریقہ-حکم شرع خالی ازحکمت نہیں۔

قول مرجوح پرفتوی دیناجائزنہیں

قول مرجوح کاحکم: عصرحاضر کے فقہاء کیلئے بھی وہی قانون ہے جوفقہاء ماقبل کیلئے تھا-آج کل

عوام الناس نے یہ سمجھ لیا کہ ہم کسی قول پربھی عمل کرلیں،شریعت پرعمل ہوگیا-یہ خیال غلط ہے-قول مرجوح پرنہ فتویٰ دینے کی اجازت،نہ ہی عمل کی اجازت-بعدترجیح دومتضاداقوال میں سے ایک راجح اوردوسرامرجوح ہوتا ہے-اولاً حکم تحریر کیا جاتا ہے-اس کے بعداسباب ترجیح رقم کئے جائیں گے-علامہ شامی نے لکھا۔

﴿(قوله فنسأل اللّٰه التوفیق)ای الٰی اتباع الراجح عند الائمة وما یوصل الٰی برائة الذمة-فان هذا المقام اصعب ما یکون علٰی من اُبْتُلِیَ بالقضاء والافتاء﴾ (ردالمحتار ج۱ ص۱۹۵)

〈ت〉 امام حصکفی کا قول کہ ہم اللہ سے توفیق طلب کرتے ہیں-یعنی ائمہ کے یہاں راجح قول کے اتباع کی اوراس کی جوبری الذمہ ہونے تک پہونچادے-اس لئے کہ یہ مقام مشکل ترین ہے اس کیلئے جوقاضی اورمفتی بنایا گیا۔

اقول: اقتباس مرقومہ بالا کاصریح مفہوم یہی ہے کہ مفتی وقاضی کوراجح قول پرفتویٰ وفیصلہ دینا ہے۔

مذہب احناف: 〈۱〉﴿ان الواجب علٰی من اراد ان یعمل لنفسه اویفتی غیره ان یتبع القول الذی رجحه علماء مذهبه فلا یجوز له العمل اوالافتاء بالمرجوح﴾ (شرح عقودرسم المفتی ص۱۰)

〈ت〉 جواپنے لئے عمل کرنا چاہے یا غیرکوفتویٰ دینا چاہے-اس کیلئے اس قول کاتتبع واجب ہے جسے علماء نے راجح قراردیا ہو-پس اس کیلئے مرجوح پرعمل کرنا یافتویٰ دینا جائزنہیں۔

〈۲〉﴿قال الامام المحقق العلامة قاسم بن قطلوبغا فی اول کتابه تصحیح القدوری ...... و المرجوح فی مقابلة الراجح بمنزلة العدم والترجیح بغیرمرجح فی المتقابلات ممنوع﴾ (شرح عقودرسم المفتی ص۱۱)

〈ت〉 امام قاسم بن قطلوبغا (۸۰۲ھ-۸۷۹ھ) نے اپنی کتاب ''تصحیح قدوری'' کے ابتدائی حصہ میں فرمایا-مرجوح،راجح کے مقابلہ میں عدم کی منزل میں ہے-اورمتقابل اقوال میں بلامرجح،ترجیح دینا ممنوع ہے۔

〈۳〉﴿قدمنا اول الشرح عن العلامة قاسم ان الحکم والفتیا بما هومرجوح خلاف الاجماع وان المرجوح فی مقابلة الراجح بمنزلة العدم والترجیح بغیر مرجح فی المتقابلات ممنوع-وان من یکتفی بان یکون فتواه او عمله موافقًا لقول او وجه فی المسئلة ویعمل

بما شاء من الاقوال والوجوه من غير نظرفی الترجيح فقد جهل وخرق الاجماع-انتھٰی-وقدمنا هناك نحوه عن فتاوى العلامة ابن حجر﴾ (شرح عقود رسم المفتی ص۴۸)

〈ت〉 ہم نے شرح عقود کے شروع میں علامہ قاسم کے حوالہ سے لکھا کہ مرجوح پر کا حکم لگانا اور اس پرفتویٰ دینا اجماع کے خلاف ہے-اور راجح کے مقابلہ میں مرجوح عدم کی منزل میں ہے-اور متقابلات میں ترجیح بلا مرجح ممنوع ہے- اور جو اس پر اکتفاء کرے کہ اس کا فتویٰ یا عمل کسی قول یا مسئلہ کی کسی وجہ سے موافق ہو اور ترجیح پر نظر کئے بغیر اقوال ووجوہ میں سے جس پر چاہے، عمل کرے-تو اس نے نادانی کی اور اجماع کی مخالفت کی-علامہ قاسم کی عبارت ختم ہوئی-اور ہم تمہیں وہاں اسی طرح کا قول فتاویٰ ابن حجر سے پیش کر چکے ہیں۔

〈۴〉 علامہ شامی نے لکھا﴿مذهب الحنفية المنع عن المرجوح حتى لنفسه-لكون المرجوح صار منسوخًا﴾ (شرح عقود رسم المفتی ص۴۹)

〈ت〉 احناف کا مذہب مرجوح (پرعمل) سے ممانعت ہے یہاں تک کہ اپنے لئے بھی-مرجوح کے منسوخ ہو جانے کے سبب (یعنی مرجوح منسوخ کی منزل میں ہے)

مذہب مالکیہ: 〈۱〉(قال الباجی ......و اما الحكم والفتيا بما هو مرجوح فخلاف الاجماع) (شرح عقود رسم المفتی ص۱۱)

〈ت〉 ابوالولید باجی (۴۰۳ھ-۴۷۴ھ) نے کہا-قول مرجوح کا حکم دینا اور فتویٰ دینا خلافِ اجماع ہے۔

〈۲〉﴿كلام القرافى دال علىٰ ان المجتهد والمقلد لايحل لهما الحكم والافتاء بغير الراجح لانه اتباع للهوىٰ وهو حرام اجماعًا﴾ (شرح عقود رسم المفتی ص۱۰)

〈ت〉 امام احمد بن ادریس قرافی مالکی (۶۲۶ھ-۶۸۴ھ) کا کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مجتہد اور مقلد کیلئے مرجوح کا حکم دینا اور فتویٰ دینا حلال نہیں ہے-اس لئے کہ یہ اتباع نفس ہے-اور بالا جماع حرام ہے۔

مذہب شوافع: 〈۱〉﴿قال الامام ابو عمرو فى اٰداب المفتى-اعلم ان من يكتفى بان يكون فتواه او عمله موافقًا لقول او وجه فى المسئلة و يعمل بما شاء من الاقوال والوجوه من غير نظرفى الترجيح-فقد جهل وخرق الاجماع﴾ (شرح عقود رسم المفتی ص۱۱)

〈ت〉 حافظ ابن صلاح (۵۷۷ھ-۶۴۳ھ) نے ''آداب المفتی ''میں کہا-جان لو کہ جو اس پر اکتفاء کرتا ہو

کہ اس کا فتویٰ یا عمل کسی قول یا مسئلہ کی کسی وجہ کے موافق ہو-اور ترجیح پر نظر کئے بغیر اقوال ووجوہ میں سے جس پر چاہے، عمل کرے-تو وہ جہالت کی راہ لیا اور اجماع کی مخالفت کیا۔

〈۲〉 حافظ ابن صلاح نے لکھا﴿اعلم ان من يكتفى بان يكون فى فتواه او عمله موافقًا لقول او وجه فى المسئلة و يعمل بما شاء من الاقوال اوالوجوه من غير نظرفى الترجيح و لايقيد به-فقد جهل وخرق الاجماع﴾ (ادب المفتی والمستفتی ص۶۳-عالم الکتب بیروت)

مذہب حنابلہ: احمد بن حمدان نمری حرانی حنبلی (۶۰۳ھ-۶۹۵ھ) نے لکھا﴿من يكتفى بان يكون فى فتياه او عمله موافق لقول او وجه فى المسئلة ويعمل بما شاء من الاقوال اوالاوجه من غيرنظرفى الترجيح ولا يقتدى به-فقد جهل وخرق الاجماع﴾ (صفۃ الفتوٰی والمفتی والمستفتی ص۴۱-المکتب الاسلامی بیروت)

〈ت〉 جو اس پر اکتفاء کرتا ہو کہ وہ اپنے فتویٰ یا عمل میں کسی قول یا مسئلہ کی کسی وجہ کے موافق ہو-اور ترجیح پر نظر کئے بغیر اقوال ووجوہ میں سے جس پر چاہے، عمل کرے-اور ترجیح کا اتباع نہ کرے-تو وہ جہالت کی راہ لیا اور اجماع کی مخالفت کیا۔

اقول: فقہاء مذاہب اربعہ کے حوالے سے ثابت ہو گیا کہ قول مرجوح، عدم کی منزل میں ہے-اور قول مرجوح پر عمل کرنا وفتویٰ دینا خلاف اجماع ہے-اقوال متقابلہ میں اولاً ترجیح دی جائے-بعدہٗ عمل وفتویٰ۔

قول مرجوح وضرورت صحیحہ

اقول: متاخرین فقہاء شوافع میں امام سبکی اور امام بلقینی نے قول ضعیف پر عمل کو جائز قرار دیا-لیکن قاضی کو قول مرجوح پر فیصلہ دینا یا مفتی کو قول مرجوح کا فتویٰ دینا جائز نہیں-علامہ شامی نے کہا کہ شاید بوجہ ضرورت قول ضعیف پر عمل کرنا مراد ہے-مگر فقہاء شوافع کا قول مطلق ہے۔

قول احناف: احناف کے یہاں بوجہ ضرورت قول ضعیف پر عمل ہو سکتا ہے-لیکن مفتی کو قول راجح پر فتویٰ دینا واجب ہے-عامل خود اس پر عمل کرے-قاضی کو بعض صورتوں میں اختیار حاصل ہے۔

〈۱〉 بوقت ضرورت اگر صادقہ باشد-عمل بقول مرجوح یا مذہب امام دیگر درآں خاص مسئلہ مبتلا برائے نفس خودش عمل می تواں کرد-فامامفتی رانمی رسد کہ بافتویٰ دہد۔ (فتاویٰ رضویہ ج۵ ص۶۸۴-ادبی دنیا دہلی)

〈ت〉اگرضرورت صحیحہ ہوتو مبتلاشخص خاص اس مسئلہ میں ازخود قول مرجوح یا دوسرے امام مجتہد کے مذہب پر عمل کرسکتا ہے-لیکن مفتی کو یہ حق نہیں ملتا کہ وہ اس کا فتویٰ دے۔

امام اہل سنت نے فرمایا-''وآنکہ برائے نفس خودش باو عمل کند،واجب است کہ جملہ شرائط آں قول مرعی دارد -مثلاً قول امام محمد درتفریق زن مجنوں شرط تفریق قاضی-کہ بے او برآں قول مرجوح ہم عمل نباشد-بلکہ بہوائے نفس-والعیاذ باللہ تعالیٰ''۔(فتاویٰ رضویہ ج۵ص۶۸۴-ادبی دنیا دہلی)

〈ت〉جواپنے لئے قول مرجوح پرعمل کرے-ضروری ہے کہ اس قول کے شرائط کی رعایت کرے-مثلاً امام محمد کا قول پاگل کی بیوی کی تفریق کے بارے میں قاضی کی تفریق کی شرط ہے-بغیر قاضی کے اس قول مرجوح پر بھی عمل نہ ہوگا-بلکہ ہوائے نفس پرعمل ہوگا۔

اقول: یہ تفریق وہی قاضی کرسکتا ہے جسے بوقت ضرورت قول مرجوح پر فیصلہ دینے کی اجازت ہو۔

〈۲〉شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد بن سہل سرخسی م۴۹۰ھ نے لکھا﴿**والرأی لایکون ناسخًا للرأی-ولهذا لم یجز نسخ احد القیاسین بالرأی-ولکن طریق العمل طلب الترجیح بزیادة قوة لاحد الاقاویل-فان ظهر ذلک وجب العمل بالراجح-وان لم یظهر،یتخیر المبتلیٰ بالحادثة فی الاخذ بقول ایهما شاء بعد ان یقع فی اکثر رأیه انه هو الصواب وبعد ما عمل باحد القولین لایکون له ان یعمل بالقول الاٰخر الابدلیل**﴾(اصول السرخسی ج۲ص۱۱۳-دارالکتب العلمیہ بیروت)

〈ت〉رائے،رائے کی ناسخ نہیں ہوتی ہے-اسی لئے دو قیاس میں سے ایک کا نسخ رائے کے ذریعہ درست نہیں-لیکن(دو قیاس میں سے کسی ایک پر)عمل کا طریقہ(چند)اقوال میں سے کسی ایک قول کی زیادتی قوت کے ذریعہ ترجیح تلاش کرنی ہے-پس اگر(زیادتی قوت کے ذریعہ)ترجیح ظاہر ہوجائے توراجح پرعمل کرنا ضروری ہے-اوراگر ترجیح ظاہر نہ ہوتو حادثہ میں مبتلاشخص کو دو میں سے کسی ایک قول پرعمل کا اختیار ہے-بعد اس کے اس کی غالب رائے میں وہی قول درست ثابت ہو-اور دو قول میں سے کسی ایک قول پرعمل کرلینے کے بعد اسے بلادلیل دوسرے قول پرعمل کا اختیار نہ ہوگا۔

〈۳〉علامہ ابن امیر الحاج محمد بن محمد بن محمد بن حاج(۸۲۵ھ-۸۷۹ھ)نے لکھا﴿**قد قدمنا فی فصل التعارض ان مشائخنا قالوا فی القیاسین اذا تعارضا واحتیج الی العمل یجب التحری فیهما**

فاذا وقع فی قلبه ان الصواب احدهما یجب العمل به-واذا عمل به لیس له ان یعمل بعده بالاٰخر الا ان یظهر خطأ الاول-فحینئذ یعمل بالثانی-اما اذا لم یظهر خطأ الاول فلایجوز له العمل بالثانی-لانه لما تحری ووقع تحریه علیٰ ان الصواب احدهما وعمل به وصح العمل-حکم بصحة ذلک القیاس وان الحق معه ظاهرٌ-اوببطلان الاٰخروان الحق لیس معه ظاهرًا مما لم یرتفع ذلک بدلیل سوی ما کان موجودًا عند العمل به-لا یکون له ان یصیر الی العمل بالاٰخر-فعلیٰ هذا اذا تعارضا قولا مجتهدین یجب التحری فیهما-فاذا وقع فی قلبه ان الصواب احد هما یجب العمل به واذا عمل به لیس له ان یعمل بالاٰخر الا اذا ظهر خطأ الاول-لان تعارض اقوال المجتهد ین بالنسبة الی المقلد کتعارض الاقیسة بالنسبة الی المجتهد و ستسمع عنهم ایضًا ما یشده-واللّٰه سبحانه اعلم﴾ (التقریر والتحریر شرح التحریر لابن الہمام ج۳ص۴۶۷)

〈ت〉ہم فصل تعارض میں بیان کر چکے ہیں کہ مشائخ نے فرمایا-جب دو قیاس متعارض ہوجائیں اور عمل کی حاجت ہوتو دونوں قیاس میں تحری کی ضرورت ہے-پس جب اس کے دل میں واقع ہو کہ درست ان میں سے ایک ہے تو اس پرعمل کرنا واجب ہے-اور جب عمل کرلیا تو اس کے بعد اس کیلئے دوسرے قیاس پرعمل کی اجازت نہیں مگر یہ کہ اول کی خطا ظاہر ہو-پس اس وقت دوسرے پرعمل کرے گا-لیکن جب اول کی خطا ظاہر نہ ہوتو اس کیلئے دوسرے پرعمل کی اجازت نہیں-اس لئے کہ جب تحری کیا-اوراس کی تحری ان دو میں سے ایک کے درست ہونے پر واقع ہوئی اوراس پرعمل اور عمل درست ہوا تو اسی قیاس کی صحت کا حکم دیا جائے گا اور ظاہری طور پر حق اسی کے ساتھ ہوگا-یا دوسرے کے بطلان کا اور حق ظاہری طور پر اس کے ساتھ نہیں-اس لئے کہ وہ قیاس کسی دلیل سے مرتفع(باطل)نہیں ہوا-علاوہ اس کے جو عمل کے وقت موجود تھی(یعنی محتاج کی تحری)تو محتاج کیلئے دوسرے قیاس پرعمل کی اجازت نہیں-پس اس بنیاد پر جب مجتہدین کے دو قول متعارض ہوجائیں-تو ان دونوں میں تحری کرنا ضروری ہے-پس جب اس کے دل میں واقع ہو کہ درست ان میں سے ایک ہے-تو اس پرعمل کرنا واجب ہے-اور جب اس پرعمل کرلیا تو اس کیلئے دوسرے قیاس پرعمل کی اجازت نہیں-مگر جب اول کی خطا ظاہر ہوجائے-اس لئے کہ مجتہدین کے اقوال کا متعارض ہونا مقلد کی طرف نسبت

کرتے ہوئے قیاس کے متعارض ہونے کی طرح ہے مجتہد کی جانب نسبت کرتے ہوئے (اور مجتہد کو تحری کا حکم ہے تو اسی طرح مقلد کو بھی ہوگا) اور آپ عنقریب فقہاء سے بھی سنیں گے جو اس مفہوم کو تقویت دیتا ہے۔

(۴)﴿و اذا لم تقع حاجة الی العمل یتوقف فیه﴾ (التقریر والتحریر ج۳ ص۷- دار الفکر بیروت)

(ت) اور جب ضرورت واقع نہ ہو تو اس میں توقف کیا جائے گا۔

(۵) امام احمد رضا نے لکھا﴿عند الضرورة تقلیدقیل فی المذهب احسن من تقلید مذهب الغیر﴾ (حاشیة الفتاوی الرضویة ج۱ ص۶۳)

(ت) ضرورت کے وقت مذہب کے قول ضعیف پر عمل کرنا مذہب غیر کی تقلید سے بہتر ہے۔

اقول: علامہ شامی ایک مرتبہ ایک مرض میں مبتلا ہوئے- انہوں نے بوجہ ضرورت قول شاذ پر عمل کیا- اس کا ذکر انہوں نے ''شرح عقود رسم المفتی'' (۴۵) میں کیا- امام احمد رضا نے بھی اسی طریقہ کو راجح قرار دیا۔

(۶) امام احمد رضا نے لکھا﴿ تقدم ان الدم فی مجلس یجمع وهی الروایة الدوارة فی الکتب اجمع- لکن قال الامام الاجل برهان الملة والدین صاحب الهد ایة رحمه الله تعالیٰ فی کتابه مختارات النوازل فی فصل النجاسة- الدم اذا خرج من القروح قلیلا قلیلا غیر سائل فذاک لیس مانع وان کثر- وقیل- لوکان بحال لوترکه لسال یمنع- اه- ثم اعاد المسئلة فی نواقض الوضوء- فقال- ولوخرج منه شئ قلیل ومسحه بخرقة حتی لوترک یسیل،لا ینقض- وقیل الخ- فهذا صریح فی ترجیح عدم الجمع مطلقًا لکنه متوغل فی الغرابة حتی قال العلامة الشامی- لم ارمن سبقه الیه- ولامن تابعه علیه بعد المراجعة الکثیرة فهوقول شاذ- قال- و لکن صاحب الهدایة امام جلیل من اعظم مشائخ المذهب من طبقة اصحاب التخریج و التصحیح- فیجوز للمعذور تقلیده فی هذا القول عند الضرورة- فان فیه توسعة عظیمة لاهل الاعذار- قال- وقد کنت ابتلیت مدة بکی الحمصة ولم اجد ما تصح به صلاتی علیٰ مذهبنا بلامشقة الا علیٰ هذا القول- اضطررت الیٰ تقلیده- ثم لما عافانی الله تعالیٰ منه- اعدت صلاة تلک المدة- ولله الحمد- اه- هذا کلامه فی شرح منظومته فی رسم المفتی- وقال- فی الفوائد المخصصة- صاحب الهد ایة من اجل اصحاب

الترجیح فیجوز للمبتلی تقلیده- لان فیما ذکرناه مشقة عظیمة فجزاه الله تعالیٰ خیر الجزاء حیث اختار التوسیع والتسهیل الذی بنیت علیه هذه الشریعة الغراء السهلة السمحة- اه﴾ (فتاویٰ رضویہ ج۱ ص۶۳)

(ت) گذر چکا کہ ایک مجلس کے خون کو جمع کیا جائے گا- اور یہ روایت تمام کتابوں میں موجود ہے- لیکن صاحب ہدایہ نے اپنی کتاب ''مختارات النوازل''، فصل نجاست میں فرمایا- زخموں سے جب نہ بہنے والا خون تھوڑا تھوڑا نکلے- تو یہ (نماز سے) مانع نہیں، گرچہ زیادہ ہو- اور کہا گیا کہ اگر اس منزل میں ہو کہ گر چھوڑ دے- تو ضرور بہے گا- تو یہ (نماز سے) مانع ہے- پھر انہوں نے نواقض وضو کے بیان میں مسئلہ کو دوبارہ بیان کیا- پس فرمایا- اور اگر زخم سے تھوڑی چیز نکلے اور اسے کپڑا کے ٹکڑے سے پوچھ دے- یہاں تک کہ وہ نہ بہے- تو نماز فاسد نہ ہوگی- اور کہا گیا- الخ۔

پس یہ عدم جمع کو مطلقاً ترجیح دینے کے بارے میں صریح قول ہے- لیکن یہ قول انتہائی غریب ہے- یہاں تک کہ علامہ شامی نے کہا- میں نے نہیں دیکھا جو پہلے یہ قول کیا ہو- اور نہ ہی (کتب فقہیہ کی طرف) مراجعت کثیرہ کے بعد کسی کو اس کی متابعت کرتے دیکھا- پس یہ شاذ قول ہے- علامہ شامی نے کہا- لیکن صاحب ہدایہ مشائخ مذہب میں سے جلیل القدر امام ہیں- اصحاب التخریج اور اصحاب الترجیح کے طبقہ سے ہیں - پس معذور کیلئے اس قول میں ان کی تقلید بوقت ضرورت جائز ہے- اس لئے کہ اس میں معذور کیلئے بہت وسعت ہے- علامہ شامی نے کہا- میں ایک مرتبہ آبلوں کے مرض میں مبتلا ہوگیا- اور میں کوئی صورت نہیں پاتا، جس سے بلا مشقت میری نماز ہمارے مذہب پر درست ہو سکے- مگر اسی قول پر- تو میں اس کی تقلید کی طرف مجبور ہوا- پھر جب اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے شفاء عطا فرمادیا تو میں نے اس مدت کی نماز کو دہرایا- اور اللہ ہی کیلئے حمد ہے- یہ شامی کا کلام ہے شرح عقود رسم المفتی میں- اور ''فوائد مخصصہ'' میں فرمایا- صاحب ہدایہ اصحاب الترجیح میں بزرگ تر ہے- پس مبتلا کیلئے اس کی تقلید ضروری ہے- اس لئے کہ جو ہم نے ذکر کیا، اس میں عظیم مشقت ہے- پس اللہ تعالیٰ اسے بہتر جزاء دے- اس لئے کہ انہوں نے وسعت دینے اور آسانی لانے کو پسند کیا جس پر اس روشن، آسان، نرم شریعت کی بنیاد ہے۔

(۵) امام احمد رضا نے اس کے بعد لکھا﴿نعم للمبتلیٰ فیه ما فیه ترفیه وهو ایسر له من تقلید الامام

الشافعی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ–فان النجاۃ من التلفیق شاؤ سحیق﴾ (فتاویٰ رضویہ ج۱ص۶۳)

〈ت〉ہاں، مبتلیٰ کیلئے اس میں آسانی ہے-اور یہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کی تقلید سے زیادہ آسان ہے-اس لئے کہ تلفیق سے نجات حاصل کرنا دور کی راہ ہے۔

اقول: بوقت ضرورت شرعیہ قول ضعیف پر بھی عمل جائز ہے-اسی طرح دیگر مجتہد کے قول پر بھی عمل جائز۔

〈۷〉علامہ شامی نے حنفی کیلئے بوجہ ضرورت امام اعظم کے علاوہ دیگر مجتہدین کی تقلید سے متعلق لکھا﴿والتقلید و ان جاز بشرطہ فھو للعامل لنفسہ–لا للمفتی لغیرہ–فلایفتی بغیر الراجح فی مذھبہ﴾ (رد المحتار باب العدۃ ج۳ص۵۰۸)

〈ت〉اور تقلید غیر گرچہ اپنی شرط کے ساتھ جائز ہے-پس یہ خود عمل کرنے والے کیلئے ہے-دوسرے کو فتویٰ دینے والے کیلئے نہیں-پس مفتی مذہب کے صرف راجح قول پر فتویٰ دے گا۔

〈۸〉امام احمد رضا نے اس عبارت پر حاشیہ لکھا﴿تقلید الغیر عند الضرورۃ وان جاز بشروطہ فلعمل نفسہ–اما الافتاء فلایکون الا بالراجح فی المذھب﴾ (حاشیہ فتاوی رضویہ ج۱ص۶۳)

〈ت〉غیر امام کی تقلید گرچہ ضرورت کے وقت اپنی شرط کے ساتھ جائز ہے-پس خود عمل کرنے کیلئے جائز ہے-لیکن فتویٰ مذہب کے صرف راجح قول پر دیا جائے گا۔

قول شوافع: 〈۱〉امام ابوزکریا نووی شافعی (۶۳۱ھ-۶۷۶ھ) نے لکھا﴿ولیس للمفتی والعامل علٰی مذھب الامام الشافعی فی المسئلۃ ذات الوجھین اوالقولین ان یفتی اویعمل بماشاء منھما من غیر نظر–وھذا لا اختلاف فیہ–بل علیہ فی القولین ان یعمل بالمتأخر منھما–ان علمہ والا فالذی رجحہ الشافعی–فان لم یکن رجح احدھما–ولا علم السابق–لزمہ البحث عن ارجحھما فیعمل بہ–فان کان اھلًا للترجیح، اشتغل بہ معترفًا ذلک من نصوص الشافعی و ماٰخذہ وقواعدہ–والا فلینقلہ عن الاصحاب الموصوفین بھذہ الصفۃ فان لم یحصل لہ ترجیح بطریق، توقف﴾ (روضۃ الطالبین ج۱ص۱۱۱-المکتب الاسلامی بیروت)

〈ت〉مذہب امام شافعی پر فتویٰ دینے والے مفتی اور عمل کرنے والے کو جائز نہیں کہ دو وجہ والے مسئلہ یا دو قول میں ترجیح کے بغیر جس پر چاہے فتویٰ دے اور عمل کرے-بلکہ اس پر دو قول میں سے متأخر قول پر عمل کرنا لازم

ہے-اگر اسے (قول متأخر کا) علم ہو-ورنہ اس پر عمل کرے جس کو امام شافعی نے راجح قرار دیا ہو-پس اگر کسی کو ترجیح نہ دیا ہو-اور نہ سابق کا علم ہو تو اسے راجح کی تفتیش کرنی لازم ہے-پھر اس راجح پر عمل کرے-پس اگر وہ ترجیح کا اہل ہو تو امام شافعی کی نصوص، مآخذ اور قواعد کے ذریعہ ترجیح دینے میں مشغول ہو جائے اپنے صاحب ترجیح ہونے کا اعتراف کرتے ہوئے-ورنہ ترجیح نقل کرے ان اصحاب سے اس صفت سے متصف ہوں (یعنی اصحاب الترجیح ہوں) پس اگر اسے کسی طرح ترجیح حاصل نہ ہوئی تو توقف کرے۔

〈۲〉علامہ ابن حجر ہیتمی مکی شافعی (۹۰۹ھ-۹۷۳ھ) نے لکھا﴿وسئل رحمہ اللّٰہ تعالٰی–ھل یجوز العمل و الافتاء والحکم باحد القولین اوالوجھین–ان لم یکن راجحًا سواء المقلد البحت والمجتھد فی الفتوٰی وغیرہ؟

فاجاب نفعنا اللّٰہ تعالٰی بعلومہ بقولہ–فی زوائد الروضۃ انہ لا یجوز للمفتی والعامل ان یفتی او یعمل بما شاء من القولین اوالوجھین من غیر نظر–قال–وھذا لا خلاف فیہ وسبقہ الٰی حکایۃ الاجماع فیھما ابن الصلاح والباجی من المالکیۃ فی المفتی.

وقد یوخذ من قول الروضۃ "بغیر نظر" ان محل ماذکرہ بالنسبۃ للعامل ان کان من اھل النظر بخلاف غیرہ–فانہ یجوز لہ مطلقًا وھو متجہ–ویدل علیہ ما صححہ فیھا من ان العامی لا یلزمہ ان یتمذھب بمذھب معین–بل لہ تقلید من شاء.

وکلام القرافی اَوَّلُ احکامہ وعند السوال الثانی والعشرین دال علٰی ان المجتھد والمقلد لایحل لھما الحکم والافتاء بغیر الراجح–لانہ اتباع للھوٰی وھو حرام اجماعًا –وان محلہ فی المجتھد ما لم تتعارض الادلۃ عندہ ویعجز عن الترجیح والا فقیل تسقط–وقبل یختار واحدًا ولیس اتباعًا للھوٰی–لانہ بعد بذل الجھد و العجز عن الترجیح–وان لمقلدہ حینئذ الحکم باحد القولین اجماعًا–وھذا لایخالف کلام الروضۃ باعتبار مادل علیہ کلامھا بعد ما قدمناہ عنھا–ویلتزم ان یقال بقضیۃ کلامہ الاخیر– فاذا وجد قولین اووجھین فی مسئلۃ ولم یعلم الراجح منھما وعجز عن طریق الترجیح –جاز لہ العمل بایھما احب.

فقول السبکی–فان قلت–اذا استوی عندہ القولان–فھل یجوز ان یفتی اویحکم باحدھما

من غیرترجیح کما اذا استوٰی عند المجتھد امارتان یتخیرعلٰی قول؟–قلت–الفرق بینھما –ان تعارض الامارتین قد یُحَصِّلُ حکم التخییر من اللّٰہ تعالٰی–واما قول الامام الشافعی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ مثلًا–اذا تعارضا ولم یحصل بینھما ترجیح ولا تاریخ یمتنع ان یقال –مذھبہ کل واحد منھما اواحدھما لابعینہ حتّٰی یخیر–فلیس الا التوقف الٰی ظھور الترجیح مناف لکلام القرافی الذی نقل علیہ الاجماع–ثم مقتضی کلام الروضۃ ایضا.

واذا اختلف متبحران فی مذھب لاختلا فھما فی قیاس اصل امامھما–ومن ھذا یتولد وجوہ الاصحاب–فبقول ایھما یاخذ العامی فیہ ما فی اختلاف المجتھدین–ای فیکون الاصح التخییر–لانہ یجوز تقلید الوجہ الضعیف فی العمل ویؤیدہ افتاء البلقینی بجواز تقلید ابن سریج فی الدور–وان ذلک ینفع عند اللّٰہ تعالٰی فما فی الجواھر عن ابن عبد السلام من امتناعہ اخذًا من قول ابن الصباغ انہ خطأ غیر متجہ–ویؤیدہ ایضًا قول السبکی فی الوقف من فتاویٰہ–یجوز تقلید الوجہ الضعیف فی نفس الامر والقوی بالنسبۃ للعمل فی حق نفسہ–لا الفتوٰی والحکم– فقد نقل ابن الصلاح الاجماع علٰی انہ لا یجوز﴾

(الفتاوی الفقہیۃ الکبریٰ ج۴ص۳۰۴)

〈ت〉 علامہ ہیتمی رحمہ اللہ سے سوال ہوا–کیا دوقول میں سے ایک قول پر یا دووجہ میں سے ایک وجہ پر عمل کرنا، فتویٰ دینا اور (قاضی کا) حکم کرنا جائز ہے–گرچہ وہ راجح نہ ہو–خواہ خالص مقلد ہو یا مجتہد فی الفتویٰ وغیرہ ہو؟

پس آپ نے جواب دیا–اللہ تعالیٰ آپ کے علوم سے ہمیں نفع پہونچائے–زوائد روضہ میں ہے کہ مفتی اور عامل کیلئے جائز نہیں کہ بغیر نظر کئے ہوئے فتویٰ دے یا عمل کرے دوقول میں سے یا دووجہ میں سے جس پر چاہے–فرمایا–اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے–اوران دونوں (عامل ومفتی) سے متعلق اجماع کی حکایت میں حافظ ابن صلاح اور مفتی کے بارے میں مالکیہ میں سے ابوالولید باجی نے سبقت کیا۔

اور کبھی روضہ کے قول ''بغیر نظر'' سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس مذکورہ قاعدہ کا محل عامل ہے اگر وہ اہل نظر ہو–برخلاف اس کے غیر کے (یعنی غیراہل نظر)–اس لئے کہ اس کیلئے مطلقاً عمل کرنا جائز ہے–اور یہ درست ہے–اوراس پر دلالت کرتا ہے وہ جو روضہ میں درست قرار دیا گیا کہ عامی کے لئے کسی خاص معین

مذہب کو اختیار کرنا لازم نہیں–بلکہ اسے جائز ہے کہ جس کی چاہے تقلید کرے۔

اورامام قرافی کا قول ان کی ''کتاب الاحکام'' کے شروع میں اور بیسویں سوال کے وقت اس بات پر دلالت کررہا ہے کہ مجتہد اور مقلد کیلئے مرجوح کا حکم دینا اور فتویٰ دینا جائز نہیں–اس لئے کہ یہ اتباع نفس ہے اور یہ بالاجماع حرام ہے–اوراس کا محل مجتہد میں اس وقت ہے جب تک کہ دلیلیں اس کے یہاں متعارض نہ ہوں–اور ترجیح سے عاجز نہ ہو–ورنہ ایک قول ہے کہ یہ (شرط اختیار راجح) ساقط ہوجاتی ہے–اورایک قول ہے کہ کسی ایک کو اختیار کرے گا–اور یہ اتباع نفس نہیں ہے–اس لئے کہ یہ کوشش صرف کرنے کے بعد اور ترجیح سے عاجز ہونے کے بعد ہے–اوراس کے مقلد کیلئے اس وقت بالاجماع دوقول میں سے ایک قول کو اختیار کرنے کا حکم ہے–اور قرافی کا قول روضہ کی عبارت کے مخالف نہیں–اس اعتبار سے جس پر روضہ کی ہماری پیش کردہ عبارت کے بعد کی عبارت دلالت کررہی ہے–اور لازم ہے کہ قرافی کے آخری کلام کے مقتضٰی کے اعتبار سے کہا جائے–کہ جب دوقول پائے جائیں–یا کسی مسئلہ میں دووجہ پائے جائیں اوران میں سے راجح معلوم نہ ہو اور طریق ترجیح سے عاجز ہو تو اس کیلئے عمل کرنا جائز ہے جس پر چاہے۔

پس امام سبکی کا قول–پس اگر تم کہو کہ جب دونوں قول مساوی ہوجائیں تو کیا بلاترجیح ان میں سے ایک کا فتویٰ دینا یا حکم لگانا جائز ہے؟ جیسا کہ جب مجتہد کے پاس دو دلیل مساوی ہوجائیں تو ایک کا اختیار ہوتا ہے–امام سبکی نے فرمایا–ان دونوں صورتوں کے مابین فرق ہے–دو دلیلوں کا تعارض منجانب اللہ حکم تخییر کو ثابت کرتا ہے–اور لیکن مثلاً امام شافعی کا قول کہ جب دوقول متعارض ہوجائیں اور ان دونوں میں ترجیح حاصل نہ ہو اور نہ تاریخ کا ثبوت ہو تو یہ کہنا ممتنع ہے کہ مجتہد کا مذہب ان دو میں سے ہر ایک قول ہے–یا ان میں سے بلاتعیین کوئی ایک قول ہے–یہاں تک کہ اختیار حاصل ہو–پس اس صورت میں ظہور ترجیح تک توقف ہی کرنا ہے–امام سبکی کا یہ قول امام قرافی کے قول کے منافی ہے جس پر اجماع نقل کیا گیا–پھر کلام روضہ کے مقتضٰی کے بھی خلاف ہے۔

اور جب دو متبحر فی المذہب کا اختلاف ہو اپنے امام کی کسی اصل کے قیاس میں مختلف ہونے کی وجہ سے–اوراسی شکل سے اصحاب فقہ کے وجوہ رونما ہوتے ہیں–پس عام فرد ان دونوں میں سے کسی کے قول کو اختیار کرے گا، جس میں دو مجتہد کا اختلاف ہو–اس لئے کہ عمل کے باب میں وجہ ضعیف کی تقلید جائز ہے–اور

اسی کی تائید کرتا ہے امام بلقینی کا گھروں کے سلسلہ میں ابن سریج کی تقلید کے جواز کا فتویٰ دینا-اور یہ کہ وہ عند اللہ نفع بخش ہوگا-پس جو جواہر میں ابن عبدالسلام سے اس کی ممانعت مروی ہے،ابن صباغ کے قول سے اخذ کرتے ہوئے-وہ نا قابل تاویل خطا ہے-اوراسی کی تائید کرتا ہے امام سبکی کا قول اپنے فتاویٰ کی کتاب الوقف میں کہ نفس الامر میں ضعیف وجہ یا بہ نسبت قوی وجہ کی تقلید خود عمل کرنے کیلئے جائز ہے-نہ کہ فتویٰ دینا اور حکم کرنا-پس حافظ ابن صلاح نے اس پر اجماع نقل کیا کہ یہ جائز نہیں۔

اقـــول: علامہ ابن حجر ہیتمی کے قول ’’ثم مقتضی کلام الروضہ الخ‘‘ کو علامہ شمس الدین رملی مصری (۹۱۹ھ-۱۰۰۴ھ) نے نہایۃ المحتاج شرح تحفۃ المحتاج (ج ۱ ص ۴۷،۴۶) میں اور عبدالحمید مکی شروانی (م ۱۳۰۱ھ) نے حاشیہ تحفۃ المحتاج (ج ۱ ص ۵۱) میں نقل کیا ہے-اور قول ضعیف پر عمل کے جواز کو ثابت کیا ہے۔

(۴) علامہ محمد بن احمد بن محمد عُلَیش مالکی (۱۲۱۷ھ-۱۲۹۹ھ) نے امام احمد بن ادریس قرافی مالکی مصری (۶۲۶ھ-۶۸۴ھ) کے قول کو نقل کرتے ہوئے لکھا ﴿**وفی السوال الثانی والعشرین من کتاب الاحکام فی تمییز الفتیا عن الاحکام وتصرفات القاضی والامام للشیخ شهاب الدین القرافی رحمه الله تعالٰی مانصه-هل یجب علی الحاکم ان لایحکم الا بالراجح عنده-اوله ان یحکم باحد القولین وان لم یکن راجحًا عنده؟**

جوابه ان الحاکم اذا کان مجتهدًا فلایجوز له ان یحکم اویفتی الا بالراجح عنده-وان کان مقلدًا،جازله ان یفتی بالمشهور فی مذهبه وان یحکم به وان لم یکن راجحًا عنده مُقَلَّدًا فی رجحان القول المحکوم به امامه الذی یقلده فی الفتیا-واما اتباع الهوٰی فی الحکم والفتیا فحرام اجماعًا.

نعم اختلف العلماء اذا تعارضت الادلة عند المجتهد وتساوت وعجز عن الترجیح -هل یتساقطان اویختار واحدًا منهما یفتی به،قولان للعلماء-فعلی القول انه یختار احدهما یفتی به،یختار احدهما ویحکم به مع انه لیس ارجح عنده بالطریق الاولٰی-لان الفتیا شرع عام علی المکلفین الٰی قیام الساعة-والحکم یختص بالوقائع الجزئیة-فاذا جاز الاختیارفی الشرائع العامة-فاولٰی ان یجوز فی الامورالجزئیة الخاصة-وهذا مقتضی الفقه والقواعد

-وعلٰی هذا التقدیر یتصور الحکم بالراجح وغیرالراجح-ولیس اتباعًا للهوٰی لکن بعد بذل المجهود عن الترجیح وحصول التساوی-واما الفتیا بما هومرجوح فمخالف للاجماع-انتهی﴾ (فتح العلی المالک فی الفتوٰی علٰی مذهب الامام مالک ج ۱ ص ۱۶۶)

(ت) امام شہاب الدین قرافی مالکی کی ’’کتاب الاحکام فی تمییز الفتیا عن الاحکام وتصرفات القاضی والامام‘‘ کے بائیسویں سوال میں ہے-کیا حاکم پر ضروری ہے کہ صرف اپنے نزدیک راجح قول پر فیصلہ کرے-یا اسے جائز ہے کہ دو قول میں سے کسی ایک پر فیصلہ دے گرچہ وہ اس کے نزدیک راجح نہ ہو؟

اس کا جواب ہے کہ حاکم جب مجتہد ہو تو اس کیلئے اپنے نزدیک صرف راجح قول پر فیصلہ دینا یا فتویٰ دینا جائز ہے-اور اگر مقلد ہو تو اس کیلئے اپنے مذہب کے مشہور قول پر فتویٰ دینا اور فیصلہ کرنا جائز ہے-اگرچہ اس کے نزدیک راجح نہ ہو-قول محکوم بہ کی ترجیح میں اپنے اس امام کی پیروی کرتے ہوئے،فتویٰ میں جس امام کی تقلید کرتا ہو-اور فیصلہ وفتویٰ میں اتباع نفس تو وہ اجماعاً حرام ہے۔

ہاں،علماء کا اختلاف ہے کہ جب مجتہد کے نزدیک دلائل متعارض ومساوی ہو جائیں-اور ترجیح سے عاجز ہو تو کیا دونوں ساقط ہو جائیں گے یا ان دونوں میں سے ایک کو اختیار کرے گا،اس پر فتویٰ دے گا (اس بارے میں) علماء کے دو قول ہیں-پس ایک قول پر حکم ہے کہ (مفتی) ان دونوں میں سے ایک کو اختیار کرے گا،اس کا فتویٰ دیگا،(اسی طرح حاکم) ان دونوں میں سے ایک کو اختیار کرے گا اور اس پر فیصلہ دیگا-باوجود یکہ وہ اس کے نزدیک بطریق اولیٰ راجح نہیں ہے (کیونکہ اس کے نزدیک دونوں قول مساوی ہیں) اس لئے کہ فتویٰ دینا قیام قیامت تک مکلفین پر شرع عام ہے-اور حکم جزئی واقعات کے ساتھ خاص ہوتا ہے-پس جب شرائع عامہ میں اختیار جائز ہے تو بدرجہ اولیٰ امور جزئیہ خاصہ میں جائز ہوگا-اور یہی فقہ اور قواعد کا مقتضٰی ہے-اور اسی تقدیر پر راجح اور غیر راجح قول پر فیصلہ کرنے کو متصور کیا جائے-اور یہ اتباع نفس نہیں ہے کیونکہ یہ ترجیح کے بارے میں کوشش صرف کرنے اور تساوی کے حصول کے بعد ہے-لیکن قول مرجوح پر فتویٰ دینا تو یہ اجماع کے خلاف ہے۔

اقـول: قول مشہور سے قول راجح مراد ہے-قرافی کا قول ﴿**وان لم یکن راجحًا عنده مُقَلِّدًا فی رجحان القول المحکوم به اِمَامَهُ الَّذِیْ یقلده فی الفتیا**﴾ اسی مفہوم کو متعین کررہا ہے۔

﴿۵﴾علامہ محمد بن احمد بن محمد عُلَیْش مالکی (۱۲۱۷ھ-۱۲۹۹ھ) نے لکھا﴿فانظروتأمل قول القرافی رحمه الله -کیف منع المجتهد من الحکم والفتیا الا بالراجح عنده واجاز للمقلد ان یفتی او یحکم بالمشهور وان لم یکن راجحا عنده ولا صحیحا فی نظره مع کونه اهلا للنظروعارفا بطرق الترجیح وادلة التشهیر والتصحیح-فاذا نظرورجح عنده غیر المشهور-جازله ان یفتی بغیر الراجح عنده ان کان مشهورا عند امامه وان کان شاذا مرجوحا فی نظره لکونه یقلد فی ترجیح المشهورامامه الذی قلده فی الفتوٰی﴾(فتح العلی المالک ج۱ص۱۶۷)

﴿ت﴾امام قرافی کے قول کودیکھواورغورکرو-کیسے انہوں نے مجتہدکواس کے نزدیک راجح قول کےعلاوہ پرفیصلہ کرنے اورفتویٰ دینے سے منع فرمادیا-اورمقلدکواجازت دیاکہ وہ فتویٰ دے یا فیصلہ کرے قول مشہور پر-اگرچہ اس کے نزدیک راجح نہ ہو اس مقلد کے اہل نظر ہونے کے باوجوداورترجیح کے طریقوں سے واقف کار اورتشہیروتصحیح کی دلیلوں کاواقف کارہونے کے باوجود-پس جب وہ غوروفکرکرے-اوراس کے نزدیک غیر مشہورراجح قرارپائے-اس کیلئے جائزہے کہ اپنے نزدیک غیرراجح پرفتویٰ دے اگراس کے امام کے نزدیک مشہور(راجح)ہو-اگرچہ اس مقلدکی نظرمیں شاذ مرجوح ہو-اس لئے کہ وہ تقلیدکررہاہے قول مشہورکی ترجیح میں اپنے اس امام کی جس کاوہ فتویٰ میں مقلدہے۔

﴿۶﴾امام ابوالحسن تقی الدین سبکی علی بن عبدالکافی (۶۸۳ھ-۷۵۶ھ) نے لکھا﴿**فان قلت**: اذا حکم القاضی بالقول الضعیف-لِمَ لاینفذ؟

قلت:قال الله تعالیٰ﴿وَاَنِ احْکُمْ بَیْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾وقال ﷺ"قَاضٍ قَضٰی بِالْحَقِّ وَ هُوَ لَایَعْلَمُ فَهُوَ فِی النَّارِ"فمتٰی اقدم القاضی علیٰ حکم وهو لا یعتقده،کان حاکمًا بغیر ما انزل الله وقاضیًا بشئ لایعلمه فلایحل للقاضی ان یحکم بشئ حتّٰی یعتقد انه الحق

فان قلت: هذا فی المجتهد-اما المقلد فمتی قلد وجهًا،جاز-ضعیفًا کان فی نفس الامر او قویًّا.

قلت: ذاک فی التقلید فی العمل فی حق نفسه-اما فی الفتوٰی والحکم فقد نقل ابن الصلاح الاجماع علیٰ انه لا یجوز.

فان قلت: اذا استوی عنده القولان فهل یجوز ان یفتی اویحکم باحدهما من غیر ترجیح-کما اذا استوت عند المجتهد امارتان،یتخیر علیٰ قول.

قلت: الفرق بینهما-ان بتعارض الامارتین قد یحصل حکم التخییرمن الله تعالیٰ-واما اقوال الامام کالشافعی مثلًا اذا تعارضت ولم یحصل بینهما ترجیح ولا تاریخ یمتنع ان یقال-مذهبه کل واحد منهما او احدهما لا بعینه حتّٰی یتخیر-فلیس الا التوقف الیٰ ظهور الترجیح.

فان قلت:لوکان الحاکم له اهلیة الترجیح؟

قلت: متٰی کان له اهلیة ورَجَّحَ قولًا منقولًابدلیل جید،جَازَوَنفذ حکمه به-وان کان مرجوحًا عند اکثرالاصحاب مالم یخرج عن مذهبه.

فان قلت:فان لم یکن له اهلیة الترجیح؟

قلت:حینئذ لیس له الا اتباع الذی عرف ترجیحه فی المذهب.

فان قلت:فلوحکم بقول خارج عن مذهبه-وقد ظهر له رجحانه وکان من اهل الترجیح؟

قلت:ان لم یشترط علیه فی القضاء التزام مذهب،جاز-وان شرط علیه اما باللفظ واما بالعرف-واما بان یقول-وَلَّیْتُکَ الحکم علیٰ مذهب فلان کمایقع ذلک فی بعض التقالید- فلا یصح منه حکم بغیره﴾(فتاوی السبکی کتاب الوقف ج۳ص۵۵)

﴿ت﴾پس اگرتم اعتراض کروکہ جب قاضی قول ضعیف پرفیصلہ کرے تو کیوں نافذنہیں ہوگا؟

میں جواب دوں گا-اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا-"لوگوں کے درمیان اس کے ذریعہ فیصلہ کرجواللہ نے نازل فرمایا"-اورحضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا-قاضی نے درست فیصلہ کیااوراسے معلوم نہیں تو وہ جہنم میں ہے-پس جب قاضی نے ایسے حکم پراقدام کیاجس کاوہ معتقدنہیں-تووہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم کےعلاوہ پرحکم کرنے والا ہوااورایسی چیزکافیصلہ کرنے والا ہواجسے وہ نہیں جانتاہے-پس قاضی کیلئے کسی چیزکاحکم کرناصحیح نہیں یہاں تک کہ اس کے حلال ہونے کاوہ اعتقادرکھے۔

پس اگرتم کہوکہ یہ مجتہدکے بارے میں ہے-لیکن مقلدجب کسی وجہ کی تقلیدکرلے توجائزہے-نفس الامرمیں ضعیف ہویاقوی ہو۔

میں جواب دوں گا-یہ حکم بذات خود عمل کرنے سے متعلق تقلید کے بارے میں ہے-لیکن فتویٰ دینا اور حکم لگانا تو حافظ ابن صلاح نے اس کے ناجائز ہونے پر اجماع نقل کیا۔

پس اگر تم اعتراض کرو کہ جب اس کے نزدیک دونوں قول مساوی ہو جائیں تو کیا ان دو میں سے کسی ایک پر بغیر ترجیح کے فتویٰ دینا یا حکم لگانا جائز ہے؟ جیسا کہ جب مجتہد کے پاس دو امارت جمع ہو جائے تو اسے ایک قول کا اختیار ہوتا ہے۔

میں جواب دوں گا-ان دونوں کے درمیان فرق ہے-دو امارت (دلیل) کے متعارض ہونے سے من جانب اللہ اختیار حاصل ہوتا ہے-لیکن امام جیسے امام شافعی کے اقوال مثلاً جب متعارض ہو جائیں اور ان کے درمیان ترجیح حاصل نہ ہو اور نہ تاریخ معلوم ہو تو یہ کہنا ممتنع ہے کہ ان کا مذہب ان دو میں سے ہر ایک قول ہے یا بلا تعین ان میں سے ایک ہے-یہاں تک کہ اختیار حاصل ہو-پس ظہور ترجیح تک توقف کرنا ہے۔

پھر اگر تم اعتراض کرو کہ اگر حاکم کو ترجیح کی اہلیت ہو؟

میں جواب دوں گا-جب اسے ترجیح کی اہلیت ہو اور عمدہ دلیل سے کسی قول منقول کو ترجیح دے-تو جائز ہے اور اس بارے میں اس کا حکم نافذ ہوگا جب تک کہ اپنے مذہب سے خارج نہ ہو-اگر چہ اکثر اصحاب کے نزدیک وہ قول مرجوح ہو۔

پھر اگر تم اعتراض کرو کہ اگر حاکم کو ترجیح کی اہلیت نہ ہو تو؟

میں جواب دوگا-اس وقت اس کو اسی کی پیروی کرنی ہے، مذہب میں جس قول کی ترجیح مشہور ہو۔

پس اگر تم اعتراض کرو کہ اگر اپنے مذہب سے خارج کسی قول پر فیصلہ دیا اور اس کیلئے اس کی ترجیح ظاہر ہوئی اور وہ اہل ترجیح میں سے ہو (یہ جائز ہے یا نہیں؟)

میں جواب دوں گا-اگر قضاء میں اس پر کسی مذہب کے التزام کی شرط نہ ہو تو جائز ہے-اور اگر اس پر مذہب معین کی شرط لگائی گئی ہو یا تو لفظاً یا عرفاً-یا ایسا کہے-میں نے تجھے فلان کے مذہب پر فیصلے کا حاکم بنایا-جیسا کہ اس زمانہ میں واقع ہوتا ہے بعض مذاہب مقلدہ میں-پس اس کی جانب سے اس مذہب کے علاوہ پر فیصلہ دینا درست نہیں۔

〈۷〉علامہ شامی نے لکھا﴿ثم ان ما ذکرہ السبکی من جواز العمل بالمرجوح فی حق نفسہ عند

الشافعی مخالف لما مر عن العلامة قاسم-وقدمنا مثله اول الشرح عن فتاوی ابن حجر من نقل الاجماع علی عدم الافتاء والعمل بما شاء من الاقوال-الا ان یقال-المراد بالعمل الحکم و القضاء وهو بعید-والاظهر فی الجواب اخذاً من التعبیر بالتشهی ان یقال-ان الاجماع علی منع اطلاق التخییر-ای بان یختارو یتشهی مهما اراد من الاقوال فی ای وقت اراد-اما لو عمل بالضعیف فی بعض الاوقات لضرورة اقتضت ذلک،فلا یمنع منه﴾(شرح عقود رسم المفتی ص۴۹)

〈ت〉پھر امام سبکی نے جو ذکر کیا کہ امام شافعی کے یہاں اپنے حق میں قول مرجوح پر عمل کرنا جائز ہے، اس کے خلاف ہے جو علامہ قاسم بن قطلو بغا کے حوالہ سے گذرا-اور اسی کی مثل شرح عقود کے شروع میں فتاویٰ ابن حجر سے ہم نے پیش کیا کہ مرضی کے موافق کسی قول پر فتویٰ نہ دینے اور عمل نہ کرنے پر اجماع منقول ہے-مگر یہ کہ کہا جائے کہ (فتاویٰ ابن حجر میں) عمل سے مراد (قاضی کا) حکم دینا اور فیصلہ کرنا ہے (لہٰذا خود عمل کرنا اجماع سے خارج ہوگا)-اور یہ تاویل بعید ہے (کیونکہ عمل سے مراد حکم وقضاء نہیں بلکہ خود عمل کرنا مراد ہے)-اور تعبیر بالتشہی کو اختیار کرکے جواب دینا زیادہ ظاہر ہے-بایں طور کہا جائے کہ مطلقاً اختیار کے ممنوع ہونے پر اجماع ہے-یعنی بایں طور کہ جس وقت میں جس قول کو چاہے، اختیار کرے (اجماعاً ممنوع ہے) لیکن اگر بعض اوقات میں ضرورت داعیہ کی وجہ سے قول ضعیف پر عمل ہو تو یہ ممنوع نہیں۔

اسباب ترجیح

اقول: امام محمد علاء الدین حصکفی (۱۰۲۵ھ-۱۰۸۸ھ) نے کسی مسئلہ کی ترجیح کیلئے پانچ اسباب بتائے-ترجیح کیلئے ان اسباب کا اعتبار کیا جائے گا (۱) تغیر عرف (۲) تغیر احوال ناس (۳) مسئلہ کا اہل زمانہ کے زیادہ موافق ہونا (۴) کسی امر پر مسلمانوں کا عمل جاری رہنا (۵) دلیل کا قوی ہونا۔

علامہ شامی نے دس مرجحات کا ذکر کیا (شرح عقود رسم المفتی ص۳۵-مرکز توعیة الفقه الاسلامی حیدر آباد)-المختصر اسباب مذکورہ اور اسی طرح کے دیگر اسباب کے ذریعہ فقیہ عمل کے اعتبار سے راجح ومرجوح مسائل کو ایک دوسرے سے ممتاز کرے گا-یہ کارنامہ سرانجام دینے کیلئے اصحاب الترجیح کی ضرورت نہیں-اصحاب الترجیح دلائل کی روشنی میں مسائل کو ترجیح دیا کرتے ہیں (شرح عقود رسم المفتی ص۱۹، ۲۳، ۲۵، ۲۷،

٣٢)-اورامرمجوث عنہ میں عمل کے اعتبار سے ترجیح مراد ہے کہ کون سے مسئلے پر عمل کیا جائے اور کس کوترک کیا جائے-جبکہ اصحاب الترجیح مسائل کے دلائل میں غور کرتے ہیں-اور باعتبار دلیل ایک مسئلےکودوسرے پر ترجیح دیتے ہیں-یہ قدرت طبقہ سادسہ وسابعہ کے فقہاء کونہیں ہوتی-اورامت کو عمل کرنے کیلئے جب فتویٰ دیا جاتا ہےتواس کے لئے دیگر مرجحات بھی ہیں-اوراصحاب الترجیح فقہاء کوان پر بھی قدرت ہوتی ہے۔

الحاصل یہاں دوامر ہیں(١) دلائل کے اعتبار سے کسی مسئلے کی ترجیح(٢)عمل امت کیلئے کسی مسئلے کی ترجیح-امراول اصحاب الترجیح کے ساتھ خاص ہے جب کہ امر دوم میں فقہاء طبقہ سادسہ وسابعہ بھی شریک ہیں-چونکہ اصحاب الترجیح دلیل کے اعتبار سے مسئلہ کو ترجیح دیتے ہیں تو بسا اوقات فقہاء احناف کے علاوہ دیگر فقہاء کے مستنبط مسئلہ کو فقہاء احناف کے مسائل پر ترجیح دے دیا کرتے ہیں کیونکہ ان کی نظر میں دیگر فقہاء کی دلیل قوی ہوا کرتی ہے-لیکن خارج مذہب اقوال پر عمل نہیں کیا جائے گا۔

(١)علامہ شامی نے لکھا﴿قال العلامة قاسم فی حق شیخه خاتمة المحققین الکمال بن الهمام -لا یعمل بابحاث شیخنا التی تخالف المذهب﴾(شرح عقود رسم المفتی ص١٩)

(ت)علامہ قاسم بن قطلو بغا(٨٠٢ھ-٨٨٢ھ)نے اپنے شیخ خاتم المحققین کمال ابن ہمام(٧٩٠ھ-٨٦١ھ) کے بارے میں فرمایا کہ ہمارے شیخ کی ان بحثوں پر عمل نہیں کیا جائے گا جو مذہب کے مخالف ہوں۔

(٢)﴿کلام البحر صریح فی ان المحقق ابن الهمام من اهل الترجیح حیث قال عنه انه اهل للنظر فی الدلیل-و ح قلنا اتباعه فیما یحققه ویرجحه من الروایات او الاقوال ما لم یخرج عن المذهب فان له اختیارات خالف فیها المذهب فلا یتابع علیها کما قاله تلمیذه العلامة قاسم -و کیف لا یکون اهلا لذلک وقال فیه بعض اقرانه و هو برهان الانباسی-لو طلبت حجج الدین،ما کان فی بلدنا من یقوم بها غیره﴾(شرح عقود رسم المفتی ص٢٧)

(ت)البحرالرائق کا کلام اس بات کی صراحت کر رہا ہے کہ محقق ابن ہمام اہل ترجیح میں سے ہیں-جیسا کہ ان کے بارے میں کہا کہ وہ دلیل کے بارے میں اہل نظر ہیں-اوراس وقت ہم کہتے ہیں کہ ان کی تحقیق شدہ اور ترجیح شدہ روایات واقوال کا اتباع کیا جائے گا جب تک کہ وہ مذہب سے خارج نہ ہوں-اس لئے کہ ان کی کچھ ترجیحات ہیں جن میں انہوں نے مذہب کی مخالفت کیا ہے،پس ان امور میں ان کی پیروی نہیں کی جائے

گی جیسا کہ ان کے شاگرد علامہ قاسم بن قطلو بغا نے فرمایا-اوروہ دلیل کے بارے میں اہل نظر کیوں نہ ہوں گے حالانکہ ان کے بارے میں ان کے بعض معاصر یعنی برہان انباسی نے فرمایا کہ اگر تم دین کے دلائل کے طلبگار ہو تو ہمارے شہر میں ان کے علاوہ کوئی نہیں ہے جو ان صفات سے متصف ہو۔

اقول: البحرالرائق میں ہے کہ امام ابن ہمام دلیل کے بارے میں اہل نظر ہیں-اس سے علامہ شامی نے یہ ثابت کیا کہ وہ اصحاب الترجیح میں سے ہیں-پس ثابت ہوا کہ اصحاب الترجیح دلائل سے واقف ہوتے ہیں۔

مرجحات عشرہ

علامہ ابن عابدین شامی نے لکھا﴿لما ذکرت علامات التصحیح لقول من الاقوال وان بعض الفاظ التصحیح اٰکد من بعض-وهذا انما تظهر ثمرته عند التعارض بان کان التصحیح لقولین،فصلت ذلک تفصیلًا حسنًا لم اسبق الیه اخذًا مما مهدته قبل هذا-وذلک ان قولهم اذا کان فی المسئلة قولان مصححان فالمفتی بالخیار،لیس علٰی اطلاقه بل ذاک اذا لم یکن لاحدهما مرجح قبل التصحیح او بعده.

(الاول)من المرجحات ما اذا کان تصحیح احدهما بلفظ الصحیح والاٰخر بلفظ الاصح وتقدم الکلام فیه وان المشهور ترجیح الاصح علی الصحیح.

(الثانی)ما اذا کان احدهما بلفظ الفتوٰی والاٰخر بغیره کما تقدم بیانه.

(الثالث)ما اذا کان احد القولین المصححین فی المتون والاٰخر فی غیرها لانه عند عدم التصحیح لاحد القولین یقدم ما فی المتون لانها الموضوعة لنقل المذهب کما مر فکذا اذا تعارض التصحیحان-ولذا قال فی البحر فی باب قضاء الفوائت-فقد اختلف التصحیح و الفتوٰی والعمل بما وافق المتون اولٰی.

(الرابع)ما اذا کان احدهما قول الامام الاعظم والاٰخر قول بعض اصحابه لانه عند عدم الترجیح لاحدهما یقدم قول الامام کما مر بیانه فکذا بعده.

(الخامس)ما اذا کان احدهما ظاهر الروایة فیقدم علی الاٰخر-قال فی البحر من کتاب الرضاع-الفتوٰی اذا اختلفت،کان الترجیح لظاهر الروایة و فیه من باب الصرف-اذا

اختلف التصحيح وجب الفحص عن ظاهر الرواية والرجوع اليه.

(السادس)ما اذا كان احد القولين المصححين قال به جل المشائخ ا لعظام—ففى شرح البيرى على الاشباه ان المقررعن المشائخ انه متٰى اختلف فى المسئلة فالعبرة بما قاله الاكثر—انتهٰى—و قدمنا نحوه عن الحاوى القدسى.

(السابع)ما اذا كان احد هما الاستحسان والأخر القياس لما قدمناه من ان الارجح الاستحسان الا فى مسائل.

(الثامن)ما اذا كان احد هما انفع للوقف لما صرحوا به فى الحاوى القدسى وغيره من انه يفتى بما هو انفع للوقف فيما اختلف العلماء فيه.

(التاسع)ما اذا كان احدهما اوفق لاهل الزمان—فان ماكان اوفق لعرفهم اواسهل عليهم فهواولٰى بالاعتماد عليه—ولذ ا افتوا بقول الامامين فى مسئلة تزكية الشهود وعدم القضاء بظاهر العد الة لتغيراحوال الزمان—فان الامام كان فى القرن الذى شهد له رسول اللّٰہ ﷺ بالخيرية بخلاف عصرهما فانه قد فشى فيه الكذب فلا بد من التزكية وكذ ا عد لوا عن قول ائمتنا الثلاثة فى عدم جواز الاستيجار على التعليم ونحوه لتغيرالزمان ووجود الضرورة الى القول بجوازه كما مربيانه.

(العاشر)ما اذا كان احدهما دليله اوضح واظهركما تقدم ان الترجيح بقوة الدليل فحيث وجد تصحيحان ورأى من كان له اهلية النظرفى الدليل ان دليل احدهما اقوٰى فالعمل به اولٰى—هذ ا كله اذا تعارض التصحيح لان كل واحد من القولين مساو للأخر فى الصحة—فاذا كان فى احدهما زيادة قوة من جهة اخرٰى يكون العمل به اولٰى من العمل بالأخر—و كذ ا اذا لم يصرح بتصحيح واحد من القولين فيقدم ما فيه مرجح من هذه المرجحات ككونه فى المتون اوقول الامام اوظاهرالرواية الخ﴾(شرح عقود رسم المفتی ص۳۴،۳۵)

(ت) جب میں نے چنداقوال میں سے کسی ایک قول کی تصحیح کی علامتوں کا ذکر کیا اور تصحیح کے بعض الفاظ بعض سے زیادہ مؤکد ہوتے ہیں-اوراس کانتیجہ تعارض کے وقت ظاہر ہوتا ہے بایں طور کے دوقول کی تصحیح وارد ہو-

میں نے اس کی ایک اچھی تفصیل لکھا ہے جو میں نے پہلے نہیں لکھا،اس تمہید سے اخذ کرتے ہوئے جوتمہید میں نے پہلے بیان کیا-اوروہ یہ کہ فقہاء کا قول کہ جب مسئلہ میں دو تصحیح شدہ قول ہوتو مفتی کواختیار ہے، یہ مطلق نہیں ہے- بلکہ یہ اس وقت ہے جب ان دونوں میں سے کسی ایک کیلئے تصحیح سے پہلے یا تصحیح کے بعد کوئی مرجح نہ ہو-اورمرجحات دس ہیں۔

(۱)مرجحات میں سے اول یہ کہ جب ان دونوں قول میں سے ایک کی تصحیح لفظ صحیح سے ہواور دوسرے کی تصحیح لفظ اصح سے ہو(تو قول دوم کوترجیح ہوگی)اوراس بارے میں بحث گذرچکی اورمشہور ہے کہ صحیح پر اصح کوترجیح ہے۔

(۲)مرجح ثانی-جب ان دونوں قول میں سے ایک لفظ فتویٰ کے ساتھ ہو(جیسے علیہ الفتویٰ، بہ یفتیٰ وغیرہما-تو اسی قول کوترجیح ہوگی)اوردوسراقول لفظ فتویٰ کے بغیر ہوجیسا کہ اس کا بیان گذرا۔

(۳)مرجح ثالث-جب دو تصحیح شدہ قول میں سے ایک متون میں ہو(تواس قول کوترجیح ہوگی)اوردوسرامتون کے علاوہ میں ہو(جیسے شروح یا فتاویٰ میں ہو)اس لئے کہ دونوں قول میں سے کسی ایک کی تصحیح نہ ہونے کے وقت اس کومقدم کیا جائے گا جومتون میں ہو-اس لئے کہ متون نقل مذہب کے لئے وضع کئے گئے ہیں جیسا کہ اس کا ذکر گذر چکا-پس ایسا ہی ہے جب دو تصحیح متعارض ہوں(یعنی قول متون کوترجیح ہوگی)اوراسی لئے البحرالرائق کے باب قضاء الفوائت میں فرمایا کہ-تصحیح اورفتویٰ میں اختلاف ہوگیا اور جومتون کے موافق ہو، اس پرعمل کرنااولیٰ ہے۔

(۴)مرجح رابع-جب دوقول میں سے ایک امام اعظم کا قول ہواور دوسراقول ان کے بعض اصحاب کا ہو(تو قول امام کوترجیح ہوگی)اس لئے کہ ان دونوں قول میں سے کسی ایک کے عدم ترجیح کے وقت امام اعظم کا قول مقدم کیا جائے گا جیسا کہ اس کا بیان گذر چکا-پس اسی طرح تصحیح کے بعد بھی ہے(یعنی قول امام مقدم ہوگا)

(۵)مرجح خامس-جب ان دونوں قول میں سے ایک ظاہرالروایہ ہوتو دوسرے پرمقدم رکھا جائے گا(یعنی قول ظاہرالروایہ کوترجیح ہوگی)البحرالرائق کی کتاب الرضاع میں فرمایا-فتویٰ جب مختلف ہوتو ظاہرالروایہ کوترجیح ہوگی-اورالبحرالرائق کے باب الصرف میں ہے-جب تصحیح میں اختلاف ہوتو ظاہرالروایہ کی تلاش اوراس کی طرف رجوع کرناواجب ہے۔

(۶)مرجح سادس-جب دو تصحیح شدہ قول میں سے ایک کا اکثر مشائخ عظام نے قول کیا ہو(تو اسے ترجیح ہوگی)

علامہ ابراہیم بیری (۱۰۲۳ھ-۱۰۹۹ھ) کی شرح الاشباہ والنظائر میں ہے کہ مشائخ سے ثابت ہے کہ جب مسئلہ میں اختلاف ہوتو اس کا اعتبار ہوگا جس کا اکثر نے قول کیا ہو(بیری کا قول تمام ہوا)اور اسی کے مثل ہم نے الحاوی القدسی سے ماقبل میں بیان کیا۔

(۷)مرجح سابع-جب ان دونوں قول میں سے ایک استحسان ہواور دوسرا قیاس ہو(تو استحسان کو ترجیح ہوگی) اس لئے کہ ہم نے پہلے بیان کیا کہ استحسان راجح ہے مگر چند مسائل میں (قیاس کو ترجیح ہے)

(۸)مرجح ثامن-جب ان دونوں قول میں سے ایک وقف کیلئے زیادہ نفع بخش ہو(تو اسی قول کو ترجیح ہوگی) اس لئے کہ الحاوی القدسی وغیرہ میں فقہاء نے اس بات کی تصریح کیا کہ فقہاء کے درمیان مختلف فیہ مسئلے میں اس کے مطابق فتویٰ دیا جائے گا جو وقف کیلئے زیادہ نفع بخش ہو(اگر مسئلہ وقف سے متعلق ہو)

(۹)مرجح تاسع-جب ان دونوں قول میں سے ایک قول اہل زمانہ کے زیادہ موافق ہو(تو اس قول کو ترجیح ہوگی)اس لئے کہ جو ان کے عرف کے زیادہ موافق ہو یا ان کیلئے زیادہ آسان ہو، وہ اعتماد کے زیادہ لائق ہے-اسی لئے فقہاء نے زمانہ کے احوال بدل جانے کی وجہ سے تزکیہ شہود اور ظاہر عدالت پر فیصلہ نہ دینے کے مسئلہ میں صاحبین کے قول پر فتویٰ دیا-اس لئے کہ امام اعظم اس عہد میں تھے جس کے بارے میں حضرت سید دوعالم ﷺ نے خیر ہونے کی گواہی دیا-اس کے برخلاف صاحبین کا زمانہ-اس لئے کہ اس زمانے میں جھوٹ پھیل چکا تھا-پس گواہوں کا تزکیہ ضروری ہے-اور اسی لئے فقہاء نے تعلیم دین اور اس جیسے امور پر اجرت لینے کے عدم جواز کے سلسلے میں ہمارے تینوں ائمہ کے قول سے عدول کیا، زمانہ کے بدل جانے کی وجہ سے اور اس کے جواز کے قول کی ضرورت پائے جانے کی وجہ سے-جیسا کہ اس کا بیان گذرا۔

(۱۰)مرجح عاشر-جب ان دونوں قول میں سے ایک کی دلیل زیادہ واضح اور زیادہ ظاہر ہو(تو اس قول کو ترجیح ہوگی)جیسا کہ گذر چکا کہ ترجیح دلیل کی قوت کے اعتبار سے ہوتی ہے-پس جہاں دو تصحیح پائی جائے اور جسے دلیل میں نظر کی اہلیت ہو، وہ دیکھے کہ ان دونوں میں سے ایک کی دلیل زیادہ قوی ہے تو اسی پر عمل کرنا اولیٰ ہے-یہ تمام مرجحات اس وقت کے لئے ہیں جب تصحیح میں تعارض ہو-اس لئے کہ دونوں قول صحت میں دوسرے کے مساوی ہیں-پس جب ان میں سے ایک میں کسی دوسری جہت سے قوت کی زیادتی ہو تو دوسرے پر عمل کرنے کے بہ نسبت اسی پر عمل کرنا اولیٰ ہے-اور ایسا ہی جب دونوں قول میں سے کسی کی تصحیح کی صراحت نہ ہو

تو اسے مقدم کیا جائے گا جس میں ان مرجحات میں سے کوئی مرجح ہو-جیسا کہ اس قول کا متون میں ہونا یا امام اعظم کا قول ہونا یا ظاہر الروایہ ہونا وغیرہ۔

امام احمد رضا نے لکھا﴿**فان قلت:** الیس قد ذکر عشر مرجحات اخرونفی التخییر مع کل منها-اکدیة التصحیح-کونه فی المتون والاخر فی الشروح-اوفی الشروح والاخر فی الفتاوی-او عللوه دون الاٰخر-او کونه استحسانا-اوظاهر الروایة-اوانفع للوقف-اوقول الاکثر-اواوفق باهل الزمان-اواوجه-زاد هذين فی شرح عقوده﴾(فتاویٰ رضویہ ج اص۲۰۴)

اقول: ذیل میں مجدد گرامی نے تین مرجح کا اضافہ فرمایا-اور مذکورہ بالا میں مرجح ثالث ومرجح رابع شرح عقود میں نہیں ہے بلکہ علامہ شامی نے ردالمحتار (ج اص۱۷۸) میں ذکر کیا-اس طرح علامہ شامی نے کل بارہ مرجح کا ذکر کیا-اور تین کا اضافہ مجدد ممدوح نے-اب کل پندرہ مرجح ہوگئے۔

اضافہ مجدد: امام اہل سنت نے علامہ شامی کی مرجحات عشرہ پر تین مرجح کا اضافہ کیا اور قم فرمایا۔

﴿**اقول:** وقد بقی من المرجحات کونه احوط اوارفق اوعليه العمل-وهذا يقتضی الکلام علیٰ تفاصيل هذه المرجحات فيما بينها وکانه لم يلم به لصعوبة استقصائه فليس فی کلامه مضادة لما ذکرنا﴾(فتاویٰ رضویہ ج اص۲۰۴)

(ت)مرجحات میں سے کچھ باقی رہ گئے-(۱)ایک قول کا احوط ہونا(۲)یا زیادہ آسانی والا ہونا(۲)یا اس پر عمل امت ہونا-اور اس کا ذکر ان مرجحات کے مابین فرق مراتب پر تفصیلی کلام کا متقاضی ہے-اور شاید انہوں نے اس کی تفتیش کے دشوار ہونے کے سبب بیان نہ کیا-پس ان کے کلام میں اس کی کوئی مخالفت نہیں جو ہم نے ذکر کیا۔

اقول: ترجیح کیلئے قابل ترجیح فقہاء کی جانب رجوع کرنا ہوگا-ماقبل میں درمختار کی عبارت مرقوم ہوئی-اور قوت دلیل کے اعتبار سے ترجیح تو یہ امر اصحاب الترجیح فقہاء کے ساتھ خاص ہے-طبقہ سادسہ وسابعہ کے فقہاء اس کے اہل نہیں-اور دیگر مرجحات کے ذریعہ ترجیح کیلئے درجہ سادسہ وسابعہ کے فقہاء کافی ہیں۔

اصحاب الترجیح کی ترجیح کے احکام

مغالطہ عامۃ الورود: آج کل نو آموز فارغین فقہاء متقدمین کے بالمقابل طبع آزمائی کرتے ہیں-

حالانکہ اصحاب الترجیح کی ترجیح کے مابین جب تقابل ہوتا ہے تو بعض کی ترجیح غالب اور بعض کی مغلوب و مرجوح قرار پاتی ہے۔ہاں، اگر اسباب ستہ میں سے کوئی سبب باعث ہوتو اکابر فقہاء موجود۔آپ مجتہد نہیں۔ لہٰذا آپ کوافقہ کی جانب رجوع کرنا لازم جیسا کہ گذرا۔پھر دماغ سوزی سے کیا فائدہ؟۔فقہ اسلامی کا قانون ہے ﴿لَاعِبْرَةَ بِالظَّنِّ الْبَيِّنِ خَطَؤُهٗ﴾ (الاشباہ والنظائر للمصری ج ا ص ۱۶۷۔قاعدہ ۱۷)

〈۱〉امام احمد رضا نے لکھا ﴿لایعدل عن تصحیح قاضی خان فانه فقیه النفس﴾ (فتاویٰ رضویہ ج ا ص ۴۰۶)

〈۲〉ایک امام علامہ فقیہ النفس قاضی خاں ہیں۔جن کی نسبت علماء فرماتے ہیں۔ان کی تصحیح اوروں کی تصحیح پر مقدم ہے۔غمز العیون والبصائر شرح الاشباہ والنظائر میں ہے ﴿فی تصحیح القدوری للعلامة قاسم ان ما یصححه قاضی خان من الاقوال یکون مقدمًا علٰی ما یصححه غیره لانه کان فقیه النفس﴾ اورفرماتے ہیں۔ان کی تصحیح سے عدول نہ کیا جائے۔ردالمحتار میں ہے ﴿کن علٰی ذکر مماقالوا۔لایعدل عن تصحیح قاضی خان فانه فقیه النفس﴾ (فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۴۷۵)

〈۳〉علامہ ابن نجیم مصری (۹۲۶ھ۔۹۷۰ھ) نے لکھا ﴿قالوا۔لایعدل عن تصحیح قاضی خان کما نقله المؤلف لانه فقیه النفس﴾ (البحر الرائق ج ۷ ا ص ۲۴۳)

〈ت〉علماء نے فرمایا۔قاضی خاں کی تصحیح سے عدول نہ کیا جائے گا۔جیسا کہ مؤلف نے نقل کیا۔اس لئے کہ وہ فقیہ النفس ہیں۔

〈۴〉﴿کن علٰی ذکر مما قاله العلامة قاسم من انه لایعدل عن تصحیح قاضی خان لانه اجل من یعتمد علٰی تصحیحه فانه فقیه النفس﴾ (ردالمحتار ج ۸ ص ۴۵۱)

〈ت〉اوراسی بات پر قائم رہ جو علامہ قاسم نے بیان کیا کہ قاضی خاں کی تصحیح سے عدول نہ کیا جائے گا۔اس لئے کہ وہ بزرگ تر ہیں کہ اس کی تصحیح پر اعتماد کیا جائے۔اس لئے کہ وہ فقیہ النفس ہیں۔

مجتہد اور مقلد

اجتہاد مجتہد وتحقیق مقلد:〈۱〉مجتہد کیلئے یہ حکم ہے کہ اپنے ظن غالب اور اجتہاد پر عمل کرے۔لیکن مقلد کیلئے ایسا حکم نہیں کہ جو حکم اس کی تحقیق سے ثابت ہو، اسی پر عمل کرے۔بلکہ فقیہ کوافقہ کی جانب رجوع کا حکم ہے۔

〈۲〉فقیہ مقلد اگر اپنی خطا پر مطلع ہوتو لازم ہے کہ اپنے قول سے رجوع کرے۔جیسا کہ امام احمد رضا نے لکھا۔

〈۳〉اسی طرح مقلد کواپنے امام کے قول پر عمل کرنے کا حکم ہے۔جیسا کہ امام احمد رضا نے ''اجلی الاعلام'' میں ثابت فرمایا ہے۔صرف اسباب ستہ کی وجہ سے تغیر پذیر احکام مستثنیٰ ہیں۔مجتہدین فی المسائل، اصحاب التخریج و اصحاب الترجیح کیلئے قوت دلیل کے اعتبار سے کسی قول کواختیار کرنے کا مشروط اختیار رہے۔

〈۴〉ہر فقیہ کے قول پر عمل کا حکم نہیں بلکہ راجح پر عمل اور مرجوح کے ترک کا حکم ہے۔ظہور خطا کے بعد مجتہدین نے بھی رجوع کیا ہے۔یا بعض امور میں ''لاادری'' فرمایا۔اب بعض محققین ''لاادری'' ورجوع کو بھول بیٹھے۔

مجتہد اور تقلید: 〈۱〉علامہ شامی نے لکھا ﴿ان المجتهد اذا اجتهد فی واقعة بحکم، یمتنع علیه تقلید غیره فیها اتفاقًا۔والخلاف فی تقلیده قبل اجتهاده فیها۔والاکثر علی المنع۔ لان المجتهد مامور بالعمل بمقتضٰی ظنه اجماعًا﴾ (ردالمحتار ج ا ص ۸۱)

〈ت〉مجتہد جب کسی واقعہ میں حکم کا استنباط کرلے تو اس کے اوپر، اس واقعہ میں اپنے علاوہ (دوسرے مجتہد) کی تقلید بالاتفاق ممنوع ہے۔اوراس حادثہ میں اس کے استنباط سے قبل اس کی تقلید کے بارے میں اختلاف ہے۔اوراکثر علماء ممانعت پر ہیں۔اس لئے کہ مجتہد کواجماعاً اپنے ظن غالب کے مطابق عمل کرنے کا حکم ہے۔

〈۲〉امام عبدالوہاب شعرانی شافعی (۸۹۸ھ۔۹۷۳ھ) نے لکھا ﴿قد اجمع الناس علٰی قوله ان مجتهدًا لاینکر علٰی مجتهد۔وان کل واحد یلزمه العمل بماظهر له۔انه الحق۔قد ارسل اللیث بن سعد رضی اللّٰه عنه سوالًا کَمَا مَرَّ، الی الامام مالک یسأله عن مسئلة۔فکتب الیه الامام مالک۔اما بعد!۔فانک یا اخی امام هُدًی وحکم اللّٰه تعالٰی فی هذه المسئلة هوما قام عندک۔انتهٰی﴾ (میزان الشریعۃ الکبریٰ ج ا ص ۳۳)

〈ت〉علماء نے اپنے اس قول پر اجماع کرلیا ہے کہ کوئی مجتہد کسی مجتہد کا انکار نہیں کرے گا۔اور ہرایک کواس پر عمل کرنا ضروری ہے جس کی حقانیت اس کیلئے ظاہر ہوجائے۔اور جیسا کہ گذر چکا ہے کہ لیث بن سعد مصری (۹۴ھ۔۱۷۵ھ) نے امام مالک (۹۳ھ۔۱۷۹ھ) کے پاس ایک سوال بھیجا۔وہ ایک مسئلہ کے بارے میں امام مالک سے دریافت کررہے تھے۔پس امام مالک نے انہیں لکھا۔اما بعد!۔پس بے شک اے میرے بھائی۔آپ ہدایت کے امام ہیں اور اللہ تعالیٰ کا حکم اس بارے میں وہی ہے جو رائے آپ کے یہاں قائم ہو

جائے (یعنی مجتہد کواپنے ظن غالب پر عمل کرنے کاحکم ہے، دوسرے مجتہد سے سوال کی اجازت نہیں)

﴿۳﴾امام زرکشی شافعی (۷۴۵ھ-۷۹۴ھ) نے تقلید کے بارے میں لکھا ﴿والقول الثالث–وھو الحق و علیہ الائمة الاربعة وغیرھم–یجب علی العامی ویحرم علی المجتھد–وقول الشافعی وغیرہ–لایحل تقلید احد–مرادھم علی المجتھد﴾ (البحرالمحیط ج۶ص۲۸۰)

﴿ت﴾ تیسراقول اور یہی قول حق ہے اوراسی مذہب پر ائمہ اربعہ وغیرہم ہیں کہ عام مومن پرتقلید واجب ہے اور مجتہد پرحرام ہے–اورامام شافعی وغیرہ کاقول کہ کسی کی تقلید جائز نہیں–ان کی مراد ہے مجتہد کیلئے (کسی کی تقلید جائز نہیں)

اجتہاد مجتہد وتحقیق مقلد

کسی قائل کاکوئی قول،شرع کاایک قول نہیں ہوسکتا جب تک کہ دلیل صحیح پیش نہ کی جائے–ورنہ تمام بدمذہب فرقوں کے اقوال،اقوال شرع واسلام قرار پائیں گے–مجتہد کی اجتہادی خطأ پر عمل کاحکم–بلکہ اس تفریق کی نہ ہی اجازت اورنہ ہی حاجت کہ کون ساقول صواب اورکون ساقول خطأ اجتہادی سے صادر ہوا–لیکن غیر مجتہد کے قول پرظہور خطا کے بعد عمل کرنا جائز نہیں–انشاء اللہ مابعد میں ترجیح کی بحث مرقوم ہے–قول مرجوح وقول غلط کاشمار شرعیات میں نہ ہوگا۔

﴿۱﴾فقہ اسلامی کا قانون ہے ﴿لاعِبْرَةَ بِالظَّنِّ الْبَیِّنِ خَطَؤُہٗ﴾(الاشباہ والنظائرللمصری ج۱ص۱۶۷–قاعدہ ۱۷)﴿ت﴾جس ظن کی خطا ظاہر ہو–اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

اقول: قاعدہ مذکورہ سے صاف ظاہر ہوگیا کہ قول غلط عندالشرع غیر معتبر ہے–پھر وہ قول شرع قرار نہ پائے گا–اسی طرح قول مرجوح بھی عدم کی منزل میں ہوتا ہے–گرچہ قول مرجوح عندالضرورة قابل عمل ہوتا ہے–اورقول غلط ہمیشہ ناقابل عمل–اور ہرکس وناکس کاقول،قول شرع کیونکر ہوسکتا ہے؟

﴿۲﴾﴿قال الامام المحقق العلامة قاسم بن قطلوبغا فی اول کتابہ تصحیح القدوری ...... و المرجوح فی مقابلة الراجح بمنزلة العدم﴾ (شرح عقود رسم المفتی ص۱۱)

﴿ت﴾امام قاسم بن قطلوبغا(۸۰۲ھ-۸۷۹ھ) نے اپنی کتاب ''تصحیح قدوری'' کے ابتدائی حصہ میں فرمایا–مرجوح،راجح کے مقابلہ میں عدم کی منزل میں ہے۔

﴿۳﴾﴿قدمنا اول الشرح عن العلامة قاسم ان الحکم والفتیا بما ھو مرجوح خلاف الاجماع وان المرجوح فی مقابلة الراجح بمنزلة العدم﴾(شرح عقود رسم المفتی ص۴۸)

﴿ت﴾ ہم نے شرح عقود کے شروع میں علامہ قاسم کے حوالہ سے لکھا کہ مرجوح پر کاحکم لگانا اوراس پرفتویٰ دینا اجماع کے خلاف ہے–اورراجح کے مقابلہ میں مرجوح عدم کی منزل میں ہے۔

فقیہ اکبرواجب الاتباع

﴿۱﴾امیر شریعت دوقسم ہے–اختیاری وقہری–اختیاری وہ جوکسی پر اپنے احکام کی تنفیذ میں جبر کااختیار نہیں رکھتا–احکام شریعت بتادینا اس کا کام ہے–ماننا،نہ ماننا لوگوں کے اختیار،یہ امیر شریعت متدین فقہاء اہل سنت ہیں–قال اللہ تعالیٰ ﴿یٰۤاَیُّھَا الذین اٰمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامرمنکم﴾ اولوالامرھم العلماء علیٰ اصح الاقوال–کماقال تعالیٰ ﴿ولوردوہ الی الرسول والیٰ اولی الامرمنھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم﴾ (فتاویٰ رضویہ ج۶ص۲۰–رضااکیڈمی ممبئ)

﴿۲﴾عدم سلطان کی حالت میں مسلمانوں پراپنے امور دینیہ میں متدین معتمد علماء اہل سنت کی طرف رجوع کرنا اوربھی لازم تر ہوجاتا ہے–کہ بعض بعض خاص دینی کام جنہیں ولاة وقضاة اٹھائے ہوتے ہیں،ان میں بھی تاحد ممکن انہیں کے حکم سے تکمیل کرنی ہوتی ہے–جیسے معاملہ عنین وتنفیذ انکحہ وخیارات بلوغ وغیرہا سوائے حدود وتعزیر وقصاص جس کااختیار غیر سلطان کونہیں (فتاویٰ رضویہ ج۶ص۲۰–رضااکیڈمی ممبئ)

﴿۳﴾یہ امیر شرعی کسی کے انتخاب پرنہیں بلکہ خود بانتخاب الٰہی منتخب ہے–دیانت وفقاہت میں اس کا تفرد وتفوق خود ہی اسے متعین کرتا ہے–یہاں تک کہ لوگ اگر اس کے غیر کومنتخب کریں گے،خطا کریں گے–اوراسی کا اتباع لازم ہوگا–کہ وہی اہل ہے–اورطبائع خودہی دینی امور میں اس کی طرف رجوع پرمجبور ہوتی ہیں کہ دوسری جگہ ویسا شافی حل نہیں پاتیں۔(فتاویٰ رضویہ ج۶ص۲۰–رضااکیڈمی ممبئ)

﴿۴﴾اس امیر شریعت کے ہاتھ پر بیعت نہ کچھ ضرور،نہ اس کا دستور،نہ اس کا ترک گناہ ومحذور–بلکہ اس کی معیار وہی ہے جواوپر مذکور۔(فتاویٰ رضویہ ج۶ص۲۰–رضااکیڈمی ممبئ)

باب سوم / امام العشاق مجدد اسلام بحرالعلوم کنزالمعارف

امام اہلسنت: امام احمد رضا قادری ۱۰/شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴/جون ۱۸۵۶ء کوشہر بریلی

(اتر پردیش) میں پیدا ہوئے- آپ کے والد ماجد اور آپ کے دادا مولانا رضا علی خاں م ۱۲۸۲ھ، ۱۸۶۶ء ہندوستان کے اکابر علماء میں شمار کئے جاتے ہیں- آپ نے زیادہ تر علوم وفنون اپنے والد گرامی حضرت مفتی نقی علی خاں (۱۲۴۶ھ-۱۲۹۷ھ) سے حاصل کی- بعض علوم دیگر اساتذہ سے بھی- چودہ سال کی عمر میں درس نظامیہ کی تعلیم مکمل کر کے اپنے والد ماجد کے پاس افتاء کی تربیت پانے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے ہندوستان کی عبقری شخصیتوں میں آپ کا شمار ہونے لگا- **سورج کا کام چمکنا ہے، سورج آخر چمکے گا**

علوم وفنون: ہماری تحقیق کے مطابق امام احمد رضا قادری رضی اللہ عنہ کو چار سو سے زائد علوم وفنون کا علم وادراک تھا- ان علوم کی تفصیل ہماری کتاب ''مجدد اسلام کے چار سو علوم'' میں موجود ہے۔

ارشاد مجدد: ''وہابی، غیر مقلد، قادیانی وغیرہ تو چاہتے ہی یہ ہیں کہ اصول چھوڑ کر فرعی مسائل میں گفتگو ہو- انہیں ہرگز یہ موقع نہ دیا جائے- ان سے یہی کہا جائے کہ تم اسلام کے دائرہ میں آلو- اپنا اسلام تو ثابت کر لو- پھر فرعی مسائل میں گفتگو کا حق ہوگا''۔ (حیات اعلیٰ حضرت ج ا ص ۳۳۶ - الملفوظ ج ا ص ۷۹)

مناظرہ: ملک العلماء علامہ سید ظفر الدین بہاری نے فرمایا- ''کسی بے دین بد مذہب مخالف شرع کو اعلیٰ حضرت سے مناظرہ کی جرأت نہیں ہوئی- مخالفین کے مقابلہ میں سوالات لکھ کر شائع فرما دیئے- مگر آج تک کسی میں ہمت جواب کی نہ ہوئی- نہ اب کوئی ان کا جواب دے سکتا ہے''۔ (حیات اعلیٰ حضرت ج ا ص ۴۳۸)

ہدایت مجدد: ''جہاں اختلافات فرعیہ ہوں جیسے باہم حنفیہ وشافعیہ وغیرہما فرق اہلسنت میں- وہاں ہرگز ایک دوسرے کو بُرا کہنا جائز نہیں''۔ (الملفوظ ج ا ص ۴۶ - قادری کتاب گھر بریلی)

وفات: جمعہ کے دن دو بج کر اڑتیس منٹ پر ۲۵/ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۱ء کو آپ واصل الی اللہ ہوئے اور دو سو سے زائد علوم وفنون میں ایک ہزار سے زائد کتابوں کا بیش بہا تحفہ اپنے وارثین ومتبعین کیلئے چھوڑ گئے- انشاء اللہ امت مسلمہ رہتی دنیا تک ان کی علمی میراث سے فیضیاب ہوتی رہے گی۔

تبلیغ اسلام وسنیت میں علماء کا کردار

سواد اعظم: تمام مومنین جو امام اہل سنت کے اعتقادات پر قائم ہیں، وہ سنی ہیں- خواہ وہ امام سے آشنا ہوں یا نا آشنا- حنفی ہوں یا مالکی، شافعی ہوں یا حنبلی- ان چاروں کا مجموعہ اہل سنت وجماعت ہے- اور یہی مجموعہ سواد اعظم ہے۔

آل انڈیا سنی کانفرنس: محدث اعظم ہند حضرت علامہ سید محمد اشرفی جیلانی (۱۳۱۱ھ، ۱۸۹۴ء - ۱۳۸۱ھ، ۱۹۶۱ء) تلمیذ اعلیٰ حضرت نے آل انڈیا سنی کانفرنس مراد آباد میں ہندوستان کی آزادی سے قبل فرمایا- ''آل انڈیا سنی کانفرنس کے لئے ملک کا طوفانی دورہ کرتے ہوئے جب ہم کو یہ پتہ چلا کہ ہم تو دس کروڑ مدعیان اسلام میں سے نو کروڑ ہیں''۔ (خطبات علماء اہل سنت ج ا ص ۶۲ - برکاتی کتاب گھر بریلی)

فروغ سنیت: اب ہماری غفلت شعاری سے ہماری تعداد ہند میں کچھ کم ہوگئی- ہر شخص اور ہر طبقہ اپنی طرز پر فروغ سنیت کی کوشش کرے، باہمی تشدد سے پرہیز کیا جائے- اتحاد خود بخود قریب سے قریب تر ہوتا جائے گا- ہمارے اصل حریف بد مذہب فرقے ہیں- ہر طبقہ خود احتسابی کا طریقہ اختیار کرے- جہاں اپنی خطا نظر آئے، خود ہی رجوع فرما لیں- ''کرو- اور کرنے دو'' - کے اصول پر عمل اور فروغ سنیت کا شغل اپنائیں۔

وہابیت: بارہویں صدی ہجری میں محمد بن عبدالوہاب نجدی (۱۱۱۵ھ-۱۲۰۶ھ) نے برطانوی جاسوس ہمفرے کی ہدایت پر سال ۱۱۴۳ھ میں نجد میں اپنی تحریک وہابیت کا آغاز کیا- ہندوستان میں تحریک وہابیت کا داعی اول اسماعیل دہلوی (۱۱۹۳ھ، ۱۷۷۹ء-۱۲۴۶ھ، ۱۸۳۱ء) ہوا- دہلی جامع مسجد میں حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی کے مشورہ پر سال ۱۲۴۰ھ میں علماء اہلسنت نے اسماعیل دہلوی سے مناظرہ کیا- وہ لاجواب ہو کر جامع مسجد سے بھاگ نکلا- اس عہد میں علماء ہند میں سے علامہ فضل حق خیر آبادی، علامہ فضل رسول بدایونی (۱۷۹۷ء-۱۸۷۲ء)، مفتی صدر الدین آزردہ دہلوی (۱۷۸۹ء-۱۸۶۸ء)، مولانا رشید الدین خاں (۱۲۴۹ھ، ۱۸۳۳ء) وغیرہم ہزاروں علماء اہل سنت ہندوستان بھر میں تحریک وہابیت کے رد وابطال میں لگ گئے- اور قریب تھا کہ وہابیت ہندوستان میں دم توڑ دیتی- لیکن اسحاق دہلوی م ۱۲۶۲ھ، ۱۸۴۶ء نے مسائل فرعیہ میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی تقلید ظاہری کا روپ اختیار کیا- اور عقائد میں ابن عبدالوہاب نجدی کا مذہب اختیار کیا- مقلد وہابی کو اس زمانے میں گلابی وہابی کہا جاتا تھا- اہل دیوبند نے گلابی وہابیت کو اختیار کیا۔

کاروان اہل سنن: امام احمد رضا خاں قادری (۱۲۷۲ھ، ۱۸۵۶ء-۱۳۴۰ھ، ۱۹۲۱ء) اپنے عہد میں علماء اہل سنت کے سالار کارواں اور قائد اعظم تھے- مجدد موصوف، ان کے اکابر ومعاصر علماء دین مثلاً علامہ عبدالقادر بدایونی (م ۱۳۱۹ھ، ۱۹۰۱ء) علامہ مفتی نقی علی خاں بریلوی (م ۱۲۹۷ھ، ۱۸۸۰ء) مفتی ارشاد حسین رامپوری (م ۱۳۱۱ھ، ۱۸۹۳ء) مولانا شیخ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی (م ۱۳۱۳ھ-۱۸۹۵ء) علامہ غلام دستگیر

قصوری (م۱۳۱۵ھ،۱۸۹۷ء) مولانا عبدالسمیع بیدل رامپوری چشتی (م۱۳۲۰ھ) مولانا خیرالدین دہلوی والد ابوالکلام آزاد (۱۲۴۷ھ،۱۸۳۱ء-۱۳۲۷ھ،۱۹۰۸ء) مولانا نذیر احمد رامپوری (م۱۳۲۳ھ) علامہ عبد المقتدر بدایونی (م۱۳۳۴ھ،۱۹۱۵ء) شیخ الاسلام مولانا انواراللہ فاروقی حیدرآبادی (۱۲۶۴ھ-۱۳۳۶ھ) علامہ حکیم سید برکات احمد ٹونکی (۱۲۸۰ھ-۱۳۴۷ھ) پیرطریقت دیدارعلی شاہ الوری (م۱۳۵۴ھ،۱۹۳۵ء) پیرمہرعلی شاہ گولڑوی (م۱۳۵۶ھ،۱۹۳۷ء) پیرسید جماعت علی شاہ محدث علی پوری (م۱۳۷۰ھ-۱۹۵۱ء) قطب الزماں اعلیٰ حضرت سید علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی (م۱۳۸۱ھ-۱۹۶۱ء) علامہ وصی احمد محدث سورتی (م۱۳۳۴ھ،۱۹۱۶ء) مفتی سلامت اللہ اعظمی رامپوری (م۱۳۳۸ھ) علامہ سید سلیمان اشرف بہاری (۱۸۷۸ء-۱۹۳۹ء)-اور مجدد اسلام کے تلامذہ وخلفاء مثلاً حجۃ الاسلام مولانا حامدرضاخاں (۱۲۹۲ھ-۱۳۶۲ھ،۱۹۴۳ء)- صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی (۱۸۷۸ء-۱۹۴۸ء) - صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی (۱۳۰۰ھ-۱۳۶۷ھ،۱۹۴۸ء)-مبلغ اسلام علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی م۱۹۵۴ء- ملک العلماء مولانا سید ظفرالدین بہاری (۱۸۸۰ء-۱۹۶۲ء)-محدث اعظم ہند مولانا سید محمد اشرفی کچھوچھوی- مفتی اعظم ہند مولانا مصطفٰے رضاخاں (۱۸۹۲ء-۱۹۸۰ء)-شیر بیشہ اہل سنت مولانا حشمت علی خاں لکھنوی (۱۹۰۱ء-۱۹۶۰ء) وغیرہم نے وہابی تحریک کے دفاع کے لئے سرتوڑکوششیں کیں-امام احمدرضاخاں قادری کے خلفاء وتلامذہ کے بعدان کے تلامذہ کا عہد آیا-اس دور کے مشاہیر علماء دین میں مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن عباسی (۱۳۲۲ھ-۱۴۰۱ھ،۱۹۸۱ء) -شمس العلماء علامہ قاضی شمس الدین جعفری جونپوری (۱۹۰۵ء-۱۹۸۱ء) حافظ ملت مولانا عبدالعزیز محدث مرادآبادی (۱۸۹۴ء-۱۹۷۶ء) بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور- مناظر اہل سنت مفتی رفاقت حسین مظفرپوری-صدرالعلماء علامہ غلام جیلانی میرٹھی وغیرہم-ان حضرات اوران کے معاصر علماء اہل سنت نے تحفظ سنیت کیلئے نمایاں خدمات انجام دیئے-ان محافظین اسلام کے بعد خطیب مشرق علامہ مشتاق احمد نظامی (۱۹۲۲ء-۱۹۹۰ء) مناظر اہل سنت علامہ ارشدالقادری (۱۹۲۵ء-۲۰۰۲ء) علامہ کامل سہسرامی-تاج الشریعہ علامہ اختر رضاخاں ازہری-محدث کبیر علامہ ضیاءالمصطفٰے قادری -اوران کے معاصر علماء دین اپنی تعلیمی، تصنیفی، تعمیری، تقریری خدمات کے ذریعہ اسلام وسنیت کی ترقی وبقاء میں سرگرم رہے-اورتادم تحریر سنیت کی ترویج واشاعت میں مصروف عمل ہیں-اسی عہد میں فروغ سنیت کی

وجہ سے بعض علماء اہل سنت بدمذہبوں کے ہاتھوں شہید کئے گئے مثلاً سیف المجاہدین غیظ المنافقین حضرت مولانا عبدالشکور شمسی شہید گیاوی (م۱۴۰۸ھ-۱۹۸۷ء) -حضرت مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی بنارسی مؤلف ''تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ''۔

تذکرہ شہداء اسلام: (۱) حضرت مولانا عبدالشکور شمسی رحمۃ اللہ علیہ موضع بھنور ضلع نوادہ (بہار) کے باشندہ تھے-آپ کی ولادت غالباً ۱۹۴۰ء میں ہوئی-شہید موصوف کے آباء واجداد زراعت پیشہ تھے-ان کے گاؤں کے ایک دوست حافظ تجمل حسین صاحب جونپور میں حضرت قاضی شمس العلماء جونپوری کے یہاں زیر تعلیم تھے-مولانا موصوف باشعور ہونے کے بعد کسب معاش کے لئے کلکتہ چلے گئے-کلکتہ بیچولال روڈ کے ایک بزرگ حضرت برتنی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں فرمایا-''بیٹا! تم دین کا علم حاصل کرو-یہ دنیاداری تمہارے لائق نہیں ہے''-ان کے فرمان کے بعدان کے دل میں بھی تعلیم دین کا جذبہ بیدار ہوتا گیا اور باطن میں انقلاب برپا ہوتارہا-تاآنکہ آپ قاضی شمس العلماء جونپوری کی خدمت میں تعلیم دین کے لئے حاضر ہو گئے-اس وقت حضرت شمس العلماء رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ حنفیہ جونپور میں درس دیتے تھے-مدرسہ حنفیہ دراصل نوابوں کا مدرسہ تھا-ایک زمانے میں امام المعقولات علامہ ہدایت اللہ خاں رامپوری ثم جونپوری (م۱۳۲۶ھ ،۱۹۰۸ء) تلمیذ خاتم الفلاسفہ علامہ فضل حق خیرآبادی (۱۲۱۲ھ،۱۷۹۷ء-۱۲۷۸ھ،۱۸۶۱ء) وہاں مسند تدریس پرجلوہ گر تھے-اور حضرت صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی وہاں زیر تعلیم تھے-قاضی صاحب فی سبیل اللہ درس دیا کرتے تھے-کیونکہ اب نوابی ختم ہونے کے بعد ادارے کا کوئی نگہبان نہ تھا-متقدمین کا یہ اخلاص تھا-طلباء کے خوردونوش کے لئے اہل شہر اپنے گھروں میں ایک ایک طالب علم کی ذمہ داری قبول کرلیتے۔

مولانا شہید کے خوردونوش کا قاضی صاحب نے اپنے کاشانہ پرانتظام فرمایا- پھر جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس سے قاضی صاحب کودعوت تدریس آئی-مولانا شہید بھی اپنے استاذ کے ساتھ بنارس چلے گئے-جامعہ حمیدیہ رضویہ ہی سے آپ فارغ التحصیل ہوئے-بعد فراغت قاضی صاحب آپ کی دعوت پرآپ کے گھر تشریف لائے-اورآپ کے والد ملک سخاوت مرحوم سے فرمایا کہ ابھی عبدالشکور کواور بھی پڑھنا ہے-حسب ارشاد آپ اپنے شیخ کی خدمت میں اکتساب فیض کرتے رہے-قاضی صاحب ہی کے دست اقدس پرسلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں بیعت ہوئے-قاضی صاحب آپ کو بحیثیت مدرس جامعہ حمیدیہ میں بحال کرنا چاہتے

تھے-لیکن آپ نے وہاں بحیثیت استاذ رہنا پسند نہ کیا- قاضی صاحب نے آپ کو جامعہ عربیہ نا گپور بھیج دیا- آپ کئی سال تک وہاں درس وتدریس کے فرائض انجام دیتے رہے-اس کے بعد بلاس پور (ایم پی) بنگلور (کرناٹک) اورمختلف مقامات پرخدمت دین وسنیت انجام دیتے رہے-اخیر عمر میں گیا ضلع ہی میں خدمات دینیہ سے منسلک ہوگئے- چونکہ آپ متصلب، راسخ العقیدہ، حق گواور بے باک تھے-آپ کے دم قدم سے گاؤں اورعلاقے میں سنیت کی بہارتھی- وہابیوں اور دیوبندیوں کو آپ کا وجود ہمیشہ کھٹکتا رہتا- گاؤں اور علاقے کے دیابنہ کئی سالوں سے آپ کے قتل کی سازش کررہے تھے- آخرکار سال ۱۴۰۸ھ- ۱۹۸۷ء میں آپ کی شہادت کا المناک واقعہ پیش آیا-آپ کلکتہ سے گھر واپس آرہے تھے کہ گاؤں کے قریب ندی کے پاس دیوبندیوں نے آپ کو شہید کردیا-خذل اللہ الوھابیة و القاتلین فی الد ارین-آمین- بروز جمعہ ۱۳/ ربیع الاول ۱۴۰۸ھ مطابق ۶/نومبر ۱۹۸۷ء کو بعد عصر آپ واصل الی اللہ ہوئے-اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

انتقام: اللہ تعالیٰ کافضل وکرم اوراحسان عظیم ہوا کہ آپ کے احباب واقارب خصوصاً آپ کے برادر زادگان نے نوماہ کے اندر ہی یکم محرم ۱۴۰۹ھ کو قاتل کو گولیوں اور بموں سے قیمہ بنا کر ہلاک کردیا-انتقام کی خوشخبری سن کر گاؤں وعلاقہ کے اہل سنت و جماعت اوراسی طرح گاؤں وعلاقہ کے ہندوؤں کو بھی بہت خوشی ہوئی- دوفرزند اور دوصاحبزادیاں آپ کی یادگار ہیں-تادم تحریر پانچ نواسے، ایک پوتا اورایک پوتی ہیں۔

〈۲〉 حضرت مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی بنارسی رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے قاتلوں کا سراغ نہ لگ سکا-اس لئے انتقام کی کوئی صورت نہ نکل سکی-تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ کے دیباچہ میں مولانا موصوف کے حالات مرقوم ہیں۔

مسلک اعلیٰ حضرت متبادل نام: ہندوستان میں آج تک یہی تصور کیا جاتا ہے کہ ''بریلوی'' امام احمدرضا قادری کے متبعین ہیں-اسی لئے خود اہل سنت و جماعت بھی مسلک اہل سنت کو ''مسلک اعلیٰحضرت'' کے نام سے موسوم کرتے ہیں-اور برصغیر یعنی ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش ونیپال میں بریلوی کے لفظ سے کوئی غلط فہمی کا شکار نہیں ہوتا-لیکن عرب ودیگر ممالک میں جہاں اس لفظ سے غلط فہمی کا ظن ہو، وہاں ہرگز یہ لفظ استعمال نہ کیا جائے-رہ گیا اس لفظ کے استعمال کا شرعی جواز تو یہ یقیناً جائز ہے-علم الہدیٰ امام ابومنصور ماتریدی م ۳۳۳ھ کے متبعین آج تک ماتریدی کہلاتے ہیں-ماترید سمرقند کا ایک محلّہ ہے-اپنے امام کے وطن کی طرف تمام متبعین منسوب ہوتے ہیں-امام ابوالحسن اشعری (۲۶۰ھ-۳۲۴ھ) کے متبعین

اشعری، امام اعظم کے مقلدین حنفی، اسی طرح مالکی، شافعی، حنبلی - باعتبار مشرب طریقت قادری، نقشبندی، چشتی، سہروردی ودیگر نسبتوں کا استعمال اہل اسلام کے یہاں بلانکیر رائج ہے-اسی طرح سنی حضرات کو رضوی یا بریلوی کہنا از روئے شرع جائز ہے- جہاں غلط فہمی کا اندیشہ ہو، وہاں از خود احتراز کیا جائے-عرف کا حکم دائرۂ عرف تک محدود ہوتا ہے- دنیا بھر کے اہل سنت و جماعت سے رابطے استوار کئے جائیں۔

امام تاج الدین سبکی شافعی (۷۲۷ھ-۷۷۱ھ) نے تحریر فرمایا ﴿قَالَ الْمَآ یُرْقِیُّ-وَلَمْ یَکُنْ اَبُوالْحَسَنِ اَوَّلَ مُتَکَلِّمٍ بِلِسَانِ اَھْلِ السُّنَّةِ-اِنَّمَا جَرٰی عَلٰی سُنَنِ غَیْرِہٖ وَعَلٰی نُصْرَةِ مَذْھَبٍ مَعْرُوْفٍ- فَزَادَ الْمَذْھَبَ حُجَّةً وَبَیَانًا-وَلَمْ یَبْتَدِعْ مَقَالَةً اِخْتَرَعَھَا وَلَامَذْھَبًا اِنْفَرَدَ بِہٖ-اَلَا تَرٰی-اَنَّ مَذْھَبَ اَھْلِ الْمَدِیْنَةِ نُسِبَ اِلٰی مَالِکٍ-وَمَنْ کَانَ عَلٰی مَذْھَبِ اَھْلِ الْمَدِیْنَةِ،یُقَالُ لَہٗ مَالِکِیٌّ -وَمَالِکٌ اِنَّمَا جَرٰی عَلٰی سُنَنِ مَنْ کَانَ قَبْلَہٗ-وَکَانَ کَثِیْرَالْاِتِّبَاعِ لَھُمْ-اِلَّا اَنَّہٗ لَمَّا زَادَ الْمَذْھَبَ بَیَانًا وَبَسْطًا-عُزِیَ اِلَیْہِ-کَذٰلِکَ اَبُوالْحَسَنِ الْاَشْعَرِیِّ-لَافَرْقَ-لَیْسَ لَہٗ فِیْ مَذْھَبِ السَّلَفِ اَکْثَرُمِنْ بَسْطِہٖ وَ شَرْحِہٖ وَتَوَالِیْفِہٖ فِیْ نُصْرَتِہٖ﴾ (طبقات الشافعیة الکبریٰ ج۳ ص ۳۶۷- داراحیاء الکتب العربیة بیروت)

〈ت〉 امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت کی تشریح کرنے والے پہلے متکلم نہ تھے- بلکہ وہ اپنے اسلاف کے طریقہ پر چلے اور مذہب مشہور کی مدد پر رہے-پس انہوں نے مذہب میں حجت اور توضیح کا اضافہ کیا-اوراپنی جانب سے کوئی اختراعی بات نہ لائے اور نہ کوئی جداگانہ مذہب-کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ اہل مدینہ کا مذہب امام مالک کی طرف منسوب ہوا-اور جو اہل مدینہ کے مذہب پر ہو، اسے مالکی کہا جاتا ہے-اورامام مالک رضی اللہ عنہ اپنے اسلاف کے طریقے پر چلے-اوروہ اسلاف کی خوب پیروی کرنے والے تھے-لیکن جب انہوں نے مذہب میں توضیح وتشریح کا اضافہ کیا تو مذہب ان کی طرف منسوب ہوگیا -ایسے ہی امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ-(دونوں بزرگوں کے مابین) کچھ فرق نہیں-مذہب اسلاف کے بارے میں امام اشعری کی تشریح وتوضیح اور مذہب کی نصرت میں تالیفات امام مالک سے زیادہ نہیں۔

فیصلہ الٰہی: امام ابوالحسن اشعری وامام ابومنصور ماتریدی کی طرح امام احمدرضا بھی زندگی بھر مذہب اہلسنت کی خدمت سرانجام دیتے رہے-بدمذہبوں کی دشنام طرازیاں برداشت کرتے رہے-پس برصغیر میں

دانستہ یا نادانستہ طور پر مسلک اہلسنت ان کی طرف منسوب ہوگیا﴿ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ﴾

ذات مجدد مرکز ومرجع ارباب سنن: اسلام وسنیت کی تجدید واحیاء دین کے سبب مجدد گرامی کی ذات بابرکات مرجع ارباب تسنن قرار پائی-اسی طرح آج تک اعتقادی وفقہی وغیرہا امور میں ان کی تحریروں کی طرف رجوع ہوتا ہے-لہٰذا آج بھی وہ مرجع اوران کی نسبت سے بریلی ہمارا مرکز ہے-اگر حضرت حبیب معظم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی بجائے حبشہ کی جانب ہجرت فرماتے تو حبشہ مرکز اسلام ہوتا نہ کہ مدینہ منورہ۔

باب چہارم / وسطیت واعتدال کاجدید مفہوم شرعاً غلط

ندویت اوروسطیت: ندوہ لکھنو سے شائع ہونے والے عربی ماہنامہ ''البعث الاسلامی'' کے ہرشمارہ کے صفحہ اول پر ابوالحسن ندوی کا یہ قول مرقوم ہوتا ہے﴿تأسست ندوة العلماء و دار العلوم التابعة لها علٰی مبدء التوسط والاعتدال والجمع بين القديم الصالح والجديد النافع ....وبين طوائف اهل السنة التی لا تختلف فی العقيدة والمنصوص﴾ (ندویوں کے یہاں سنی دیوبندی سب اہل سنت ہیں-اورتمام کلمہ گویان اسلام سے اخوت ومودت رکھنی چاہئے-اب یہی خیال بعض مفکروں کے سرسمایا)

حد بندی: قائلین اعتدال سرگرم ہوچکے ہیں-اگر قائلین اعتدال بدمذہبوں کی تعظیم ومحبت ودوستی کے قائل ہیں-تو یہ نظریہ غلط ہے-جواز کے تمام فتاویٰ میں،حاجت صحیحہ یا ضرورت حقیقیہ یا مصلحت شرعیہ کی شرط کے ساتھ بدمذہبوں سے بات چیت یا اشتراک عمل کی اجازت ہے-یہ اجازت بھی بہت محدود-ان فتاویٰ سے عمومی طور پر میل ملاپ کا جواز ہرگز ثابت نہیں ہوتا-اعتدال کے قائلین کو ان فتاویٰ سے کچھ فائدہ نہیں-نقل فتاویٰ کے ساتھ حد اجازت کی توضیح کی جائے-اگر قائلین اعتدال،فقہاء ماقبل کے دائرۂ اجازت میں رہنا چاہتے ہیں-تو اعتدال کا نیا نعرہ کیوں؟ المختصر بدمذہب اورمرتد کی توہین وعداوت فرض-وہ تمام امور جن سے تعظیم یا محبت کا اظہار ہو،ناجائز-اس امر کو موضوع بحث بنانے کا مقصد کیا؟

طاعون اختلاط: بدمذہبوں سے خلط ملط ہونے سے حتی الامکان بچیں-''فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین'' کے احکام پر قائم رہیں-امام احمد رضا مؤید من اللہ اور دربار حبیب محتشم صلی اللہ علیہ وسلم میں مقبول ہیں-طاعون زدہ افکارونظریات سے دور بھاگیں-اصحاب افراط وتفریط ہر دو طبقہ سے اپنے افکار وخیالات پر نظر ثانی کی عرض-سنیت کیلئے یہی بہتر-ورنہ نظریات باطلہ کا رد منجانب اللہ ہوتا ہے-عہد مفتی اعظم ہند کا سا اتحاد ہوتو

ہمارا رہنما ایک-اورہم سب کی بولی یکساں-اکابرین علماء اولوا الامر ہیں-اورفقیہ اکبر قائم مقام سلطان اسلام اورواجب الاتباع۔(فتاویٰ رضویہ ج۶ص۲۰-رضا اکیڈمی ممبئی)

حدیث نبوی: ﴿عن ابراهيم بن عبد الرحمن العذری قال قال رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم-يحمل هذا العلمَ من كل خَلَفٍ عدوله-ينفون عنه تحريف الغالين-وانتحال المبطلين-وتاويل الجاهلين-رواه البيهقی﴾(مشکوٰۃ المصابیح کتاب العلم ص۳۶)

〈ت〉 حضرت سرورسروراں،منشأ تخلیق عالم امکاں،سید الاولین والآخرین،خلیفۃ اللہ فی السمٰوات والارضین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا-اس علم دین کو ہر بعد آنے والوں میں سے صالح افراد حاصل کریں گے-وہ صالحین اس علم دین سے غلو کرنے والوں کی تحریف،باطل پرستوں کی کج روی اور جاہلوں کی تاویل کو دور کریں گے۔

تحریر محدث کبیر: ''آج کل کچھ لوگ اپنے دنیاوی مفاد کی خاطر بدمذہبوں سے اختلاط واتحاد کو اتنی اہمیت دینے لگے کہ گویا انہیں اخوت دینی حاصل ہے-بدمذہبوں کی بدعقیدگی اوراللہ ورسول کی جناب میں ان کی گستاخی ودریدہ دہنی کے اظہار واعلان سے نہ صرف گریز کرتے ہیں-بلکہ اس دور کے علماء معتمدین پر تبرابازی سے بھی باز نہیں آتے-جو اس سلسلے میں مسلمانوں کو حزم واحتیاط اور بددین فرقوں سے اجتناب واحتراز کا حکم دیتے ہیں-ان لوگوں کا ایک گروہ یہاں تک کہتا ہے کہ مسلمانوں کے دنیاوی مفاد کے تحفظ کی خاطر ہر کلمہ گو سے اتحاد ضروری ہے-ایسی حالت میں اپنے دینی اوراعتقادی اختلافات کو بالائے طاق رکھ دینا لازم ہے-پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ یہی مسلک اعلیٰ حضرت ہے-حالانکہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے بارگاہ رسالت کے گستاخوں سے میل جول کو ایمان کے لئے خطرناک ترین سم قاتل قرار دیا ہے۔

استثنائی حکم صرف اسی صورت میں دیا جاسکتا ہے کہ اشتراک عمل کے بغیر مسلمانوں کے بنیادی حقوق کا حصول ناممکن ہو-تو اس شرط کے ساتھ مشترکہ کوششیں جائز ہیں-کہ وہاں نہ میل جول ہو،نہ وہاں دوستانہ تعلقات کا ارتکاب ہو-نہ اہل سنت کے دینی وقار کو نقصان پہونچنے کا خطرہ ہو-جب کہ ان شرطوں کا فقدان موجودہ حالات میں نہ صرف مظنون بلکہ واقع ہے-ان مولویوں نے اب تک مسلمانوں کے کتنے بنیادی مسائل حل کئے؟ اورقید وبند میں ماخوذ کتنے افراد کو نجات دلانے میں کامیاب ہوئے؟-یہ لوگ تو ۱۹۹۲ء اور ۱۹۹۳ء کے فسادات میں ماخوذ مسلمانوں میں سے کسی کی ضمانت نہ کراسکے-اورنہ کسی مقدمے کی پیروی کا

انتظام کرا سکے-البتہ بہت سے مسلمانوں کوکتاب وسنت کے احکام سے منحرف کرنے کے حصہ دار بنتے رہے۔

اس ضمن میں یہ لوگ برہان ملت اور علامہ ارشد القادری علیہما الرحمہ کے نام پیش کرتے ہیں-کہ ان حضرات نے مسلم پرسنل لاء بورڈ کے اجلاس میں شرکت کی-مگر یہ لوگ قصداًاس امر کونظر انداز کردیتے ہیں کہ -اولاًان حضرات کے تشخص کے سامنے پورے پرسنل لاء بورڈ پرسکتہ طاری رہتا تھا- پھران حضرات نے بورڈ کے ممبروں میں سے نہ کسی کی تقریر سنی-نہ اس امر کا موقع دیا- بلکہ حضرت علامہ نے اپنی تقریر میں یہ بھی کہا کہ بورڈ کے علماء دیوبند کے ساتھ ہمارا جواختلاف تھا-وہ اب بھی ہے-اور جب تک یہ لوگ توبہ نہیں کرتے،ان سے ہمارا اختلاف قائم رہے گا-اس کے بعدان حضرات نے مسلمانوں کے عائلی قانون میں حکومت کی دخل اندازی کے خلاف تقریر بھی کی اور حکومت سے باز پرس بھی کی- پھر یہ دونوں حضرات واپس آ گئے-بعدمیں جب یہ امر منکشف ہوگیا کہ پرسنل لاء بورڈ اپنی مخصوص مطلب برآری کیلئے ہمارے علماء کی شرکت پرمصر ہےتوان حضرات نے اپنارابطہ پرسنل لاء بورڈ سے منقطع کرلیا- بلکہ علامہ ارشد القادری نے اپنی ایک علیٰحدہ تنظیم بنام''مسلم پرسنل لاء کانفرنس'' قائم کی-اور سیوان اور ہندوستان کے دیگر کئی شہروں میں پرسنل لاء بورڈ سے الگ رہ کرشاندار کانفرنسیں کیں-اوراشتراک عمل کے بجائے اپنے مذہبی تشخص کی بقاواستحکام کی راہ اختیار فرمائی-ظاہر ہے ہندوستان میں اہل سنت کوتمام کلمہ گو جماعتوں کے بالمقابل اکثریت حاصل ہے'' ۔(ماہنامہ سنی آواز ناگپور-نومبر دسمبر ۲۰۱۳ء-ص ۲۴،۲۵)

سلام ومصافحہ سے گریز: دونوں حضرات اپنے ناموں کے اعلان کے وقت اسٹیج پر گئے-نہ کسی سے سلام ومصافحہ کیا،نہ بات چیت- بلکہ اسی اسٹیج پر بدمذہبوں سے متعلق احکام بتائے-اس کے بعد خطاب۔

مرض مداہنت: میں کسی بدمذہب کیلئے تکریمی الفاظ یاتعظیمی صیغے نہیں لکھتا-مداہنت میں نہ دنیوی فائدہ ہے نہ ہی اخروی-ہاں،وہ کتابیں جو بدمذہبوں کی ہدایت کیلئے تحریر کی جائیں،ان میں حدودشرع میں رہ کرالفاظ وعبارات میں نرمی اختیار کی جائے تو ایک معقول عذر ہوسکتا ہے-دیگر مواقع پر گستاخان رسول ﷺ کیلئے تعظیم وتکریم کا لحاظ کرنا عندالشرع معیوب اور خدا اور رسول ﷺ کی ناراضگی کے علاوہ کچھ بھی نہیں-امام اہل سنت نے گاندھوی لیڈروں کے بارے میں لکھا-''ایسوں کومولانا کہنا حرام ہے- حدیث میں فرمایا ﴿لَاتَقُوْلُوْا لِلْمُنَافِقِ یَاسَیِّدُ-فَاِنَّہٗ اِنْ یَکُنْ سَیِّدَکُمْ فَقَدْ اَسْخَطْتُّمْ رَبَّکُمْ﴾ -واللہ تعالیٰ اعلم''۔(فتاویٰ

تحریک دعوت اسلامی کامنصفانہ جائزہ

رضویہ ج ۶ ص ۱۷۴)-میں نے اپنے ایک مضمون میں اپنے نظریہ کا اظہار ان لفظوں میں کیا تھا-''ماہنامہ ''کنزالایمان'' (جولائی ۲۰۱۲ء)میں جامعہ اشرفیہ سے متعلق ہمارے مضمون میں ظفرادیبی کے نام کے ساتھ ''صاحب'' کالاحقہ لگا ہوا ہے-یہ آپ کے کاتب کا اضافہ ہے-جولوگ دربار رسالت سے منحرف ہیں،میں ان کیلئے تعظیمی الفاظ مثلاً''مولانا،مولوی،صاحب،حضرت''یاتعظیمی صیغے مثلاً''آئے،گئے''استعمال نہیں کرتا-اوراگرکہیں سہواًوخطاًایسا استعمال ہوچکا ہوتو اسے منسوخ سمجھا جائے- واضح رہے کہ جو دربار حبیب ﷺ سے منقطع ہے،وہ مجھ سے منقطع ہے-خواہ وہ میرے تلامذہ واحباب میں سے ہو یا میرے اساتذہ و مشائخ میں سے-نہ مجھے ایسے استاذ کی ضرورت ہے نہ ایسے شیخ کی اور نہ ہی ایسے دوست کی-استاذ الاساتذہ اور شیخ المشائخ تو میرے حبیب ﷺ ہی ہیں-اور وہی احب الاحباب ہیں- فالحمدللہ علیٰ ذلک-آمدہ بودیم از دریا بموج-باز ازموج بدریا می رویم'' ۔(کنزالایمان ستمبر ۲۰۱۲ء-ص ۴۳،۴۴)

عالم کون: ''عالم وہی ہے جوسنی صحیح العقیدہ ہو-بدمذہبوں کے علماء،علماءدین نہیں-یوں تو ہندوؤں میں پنڈت اورنصاریٰ میں پادری ہوتے ہیں-اور ابلیس کتنا بڑا عالم تھا جسے معلم الملکوت کہا جاتا ہے-قال اللہ تعالیٰ-اضلہ اللہ علیٰ علم-ایسوں کی توہین کفر نہیں- بلکہ تاحد مقدور فرض ہے'' ۔(فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۱۱۹)

حاجت شرعیہ اورامام اہلسنت: ایک مرتبہ حاجت شرعیہ کے تحقق کی وجہ سے امام اہل سنت نے بھی ایسا حکم صادر فرمایا- حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں نے تحریر فرمایا-''حضور پرنور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے مولوی عبدالباری صاحب کی دعوت پراس جلسے میں بھیجا تھا جس کے دعوت نامے میں مولانا عبدالباری صاحب وغیرہ علماء فرنگی محل کے ساتھ مجتہدین روافض کے بھی نام تھے-اور یہ وہ وقت ہے جب مانٹی گووزیر ہند ہندوستان آیا تھا اور سیلف گورنمنٹ کا ہندوستان میں ایک غوغا مچا ہوا تھا-مولانا عبدالباری صاحب نے تحریر فرمایا تھا-کہ اس وقت اگر ہماری آواز کوئی وزن نہ رکھے گی تو دیوبندی تمام مسلمانوں کے نمائندے بن کراہل سنت کومضرت پہونچانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں گے-میرے ہمراہ حضرت مولانا ظہور حسین صاحب رامپوری صدر دارالعلوم اور جناب مولانا رحم الٰہی صاحب اور صدرالشریعہ مولانا امجد علی صاحب خلفائے اعلیٰ حضرت بھی تھے-اورہمیں اس جلسے میں جانا پڑا-جس میں روافض،وہابیہ وغیرہ بھی شریک تھے-توکیا تحفظ حقوق کیلئے اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہمیں اجازت شرکت دینا عیاذاً ا

بالمولیٰ تعالیٰ گمراہی وفسق کہا جاسکتا ہے-اور کیا ہم سب شریک ہونے والے کسی گمراہی وفسق کے مرتکب ہوئے -حاشا ''الامور بمقاصد ہاوانما الاعمال بالنیات ولکل امرء مانوٰی''۔(فتاویٰ حامدیہ ص۴۲۹،۴۳۰)

اقول: یہ شرکت بوجہ حاجت محض شرکت تک محدود تھی-وہابیہ یا روافض سے ان حضرات نے سلام ومصافحہ نہ کیا-اولین مرحلہ میں مولانا عبدالباری فرنگی محلی (م۱۳۴۴ھ،۱۹۲۶ء) سے بھی سلام ومصافحہ نہ فرمایا-ان پر مجدد گرامی کے اعتراضات تھے-پھر اسی مجلس میں مولانا فرنگی محلی تائب ہوئے-آمد کی برکت کا ظہور ہوا۔

سلام ومصافحہ سے احتراز: ڈاکٹر مولانا عبدالنعیم عزیزی نے لکھا-''مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی پر ان کے کچھ سیاسی حرکات وتحریرات کی بناء پر سیدنا اعلیٰ حضرت نے ان پر فتویٰ صادر فرمادیا -انہیں مولانا عبدالباری صاحب نے نجدیوں کے ذریعہ حرمین شریفین کے قبہ جات گرانے اور بے حرمتی کرنے کے سلسلے میں لکھنو میں ایک کانفرنس منعقد کی تھی-حضرت حجۃ الاسلام صاحب جماعت رضائے مصطفٰی کی طرف سے چند مشہور علماء کے ہمراہ لکھنو تشریف لے گئے-وہاں عبدالباری صاحب اور ان کے متعلقین ومریدین نے زبردست استقبال کیا-جب مولانا عبدالباری صاحب نے حجۃ الاسلام سے مصافحہ کرنا چاہا تو آپ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا-جب تک میرے والد گرامی کے فتویٰ پر عمل کرتے ہوئے آپ توبہ نہیں کرلیں گے-میں آپ سے نہیں مل سکتا-حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی علیہ الرحمہ کا لقب ''صوت الایمان'' تھا-لہٰذا انہوں نے حق کو حق سمجھ کر کھلے دل سے توبہ کرلی-اور یہ فرمایا-''لاج رہے یا نہ رہے-میں اللہ تعالیٰ کے خوف سے توبہ کررہا ہوں-مجھ کو اس کے دربار میں حاضر ہونا ہے-مولوی احمد رضا خاں نے جو کچھ لکھا ہے-صحیح لکھا ہے''۔(فتاویٰ حامدیہ ص۵۶،۵۷-تعارف حجۃ الاسلام از ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی)

اشتراک عمل: بدمذہبوں سے بوجہ حاجت وضرورت اشتراک عمل یا بات چیت کی اجازت ہوگی-لیکن سلام وبلاضرورت کلام،مصافحہ ومعانقہ،اتحاد ومحبت وغیرہا امور حسب سابق ممنوع ہی رہیں گے-اگر کوئی یہ چاہتا ہو کہ اشتراک عمل کے وقت بھی جو اعمال ممنوع ہیں،وہ بھی جائز ہوجائیں-تو بتایا جائے کہ-وہ آیات قرآنیہ واحادیث مبارکہ جن میں بدمذہبوں سے انقطاع تعلق کا حکم ہے،ان پر عمل کیونکر ہوگا؟''الحب فی اللہ و البغض للہ'' کا حکم ظاہر-اعداء اللہ سے عداوت ہونی چاہئے۔

حکم شرع: علامہ تفتازانی (۷۲۲ھ-۷۹۲ھ) نے لکھا﴿وحکم المبتدع البغض وَالْعَدَاوَۃُ

وَالْاِعْرَاضُ عَنْہُ وَالْاِھَانَۃُ وَالطَّعْنُ وَاللَّعْنُ وَ کَرَاھِیَّۃُ الصلوٰۃ خَلْفَہٗ﴾(شرح المقاصد ج۲ص۲۷۰)

(ت) بدعتی کا حکم اس سے بغض وعداوت رکھنا،اس سے روگردانی کرنی اور توہین کرنی،اسے برا بھلا کہنا اور اس کے پیچھے نماز کو ناپسند کرنا ہے۔

بدمذہبوں کے احکام: ''جب علماء حرمین طیبین زادہما اللہ شرفا وتکریماً نانوتوی وگنگوہی وتھانوی کی نسبت نام بنام تصریح فرماچکے ہیں کہ یہ سب کفار مرتدین ہیں اور یہ کہ ''من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر'' جو ان کے کفر میں شک کرے،وہ بھی کافر-نہ کہ ان کو اپنا پیشوا وسرتاج اہل سنت جاننا-بلاشبہہ جو ایسا جانے-ہرگز ہرگز صرف بدعتی وبدمذہب نہیں بلکہ قطعاً کافر ومرتد ہے-اور ان تمام احادیث کا کہ سوال میں فتاوی الحرمین سے منقول ہوئیں،مورد ہے-بلاشبہہ ان سے دور بھاگنا اور اسے اپنے سے دور کرنا-اس سے بغض،اس کی اہانت،اس کا رد فرض ہے-اور توقیر حرام،ہدم اسلام-اسے سلام کرنا،اس کے پاس بیٹھنا حرام-اس کے ساتھ کھانا پینا حرام-اس کے ساتھ شادی بیاہت حرام اور قربت زنائے خالص-اور بیمار پڑے تو پوچھنے جانا حرام-مرجائے تو اس کے جنازے میں شرکت،اسے مسلمانوں کا سا غسل وکفن دینا حرام -اس پر نماز جنازہ پڑھنا حرام بلکہ کفر-اس کا جنازہ اپنے کندھوں پر اٹھانا،اس کے جنازے کی مشایعت حرام-اسے مسلمانوں کے مقابر میں دفن کرنا حرام-اس کی قبر پر کھڑا ہونا حرام-اس کے لئے دعاء مغفرت یا ایصال ثواب حرام بلکہ کفر-والعیاذ باللہ رب العلمین''۔(فتاویٰ رضویہ ج۶ص۱۰۸-رضا اکیڈمی ممبئی)

نفرت کاحکم: ''نفرت دینیہ مکروہ تنزیہی واسائت ومکروہ تحریمی وحرام،صغیرہ وکبیرہ ومراتب بدعت و ضلال وانواع کفر وارتداد سب سے حسب مرتبہ ہے-جس کے درجات مستحب سے فرض اعظم بلکہ ضروریات دین تک ہوں گے-لیکن جو اخبث مراتب سے نفرت نہ کرے،ادون سے ادعائے نفرت میں جھوٹا ہے-مکروہ تنزیہی سے اسائت بری ہے-اسائت سے مکروہ تحریمی بدتر ہے-اس سے کبائر اپنے اپنے مرتبہ پر بدتر ہیں- اور ان سب سے بدعت وضلال بدتر ہیں-اور ان کے بھی مدارج مختلف ہیں-اور ان سب سے کفر بدتر ہے- اور اس میں بھی مراتب ہیں-کفر اصلی سے ارتداد بدتر ہے-اور اس میں بھی ترتیب ہے-کفر اصلی کی ایک سخت قسم نصرانیت ہے-اور اس سے بدتر مجوسیت-اس سے بدتر بت پرستی-اس سے بدتر وہابیت-ان سب سے بدتر اور خبیث تر دیوبندیت-افعال کیسے ہی شنیع ہوں،کسی کفر کی شناعت کو نہیں پہونچ سکتے-مگر ہم دیکھتے ہیں

کہ بدتر از بدتر سے بدتر کافروں، بت پرستوں سے اتحادووداد منایا جاتا ہے- کیساوداد؟ کہاں کااتحاد؟ بلکہ غلامی وانقیاد- اوران سے بھی بدتر کفار وہابیہ کواپنی مجلسوں کی صدارتیں دی جاتی ہیں- اوران تمام بدتر از بدتر سے بدتر دیوبندیت کے سرمشیخیت ہند کی پگڑی باندھنے کی فکر کی جاتی ہے- جب مشرکین ومرتدین سے یہ کچھ اتحاد ہے-توکسی فعل ومعصیت سے نفرت کا ادعاء محض سفید جھوٹ ہے- اگر تمہاری نفرت اللہ کے لئے ہوتی- توافعال سے ایک درجہ ہی، بت پرستوں سے لاکھ درجہ ہوتی- اگر بت پرستوں سے لاکھ درجہ ہوتی- دیوبندیوں سے کروڑ درجہ ہوتی- تو نفرت کے دعوے محض مکروفریب ہیں''۔ (فتاویٰ رضویہ ج۶ ص۴)

اقول: اگرعوام کواختلاط کی اجازت دی جائے تولامحالہ بدمذہب اسے گمرہی کی جانب کھینچ کرلے جائیگا- جیسا کہ بدمذہبوں کی عادت معروفہ ہے- اس طرح اختلاط گمرہی کا سبب عادی بن جائے گا- امام اہل سنت نے لکھا- ''جوامر منجر بہ ضلال ہو، اس کی اجازت نہیں ہوسکتی''۔ (فتاویٰ رضویہ ج۹ نصف اول ص۱۶۶)

رد بدمذہباں فرض: بدمذہب جماعتیں امت دعوت میں سے ہیں جیسا کہ توضیح وتلویح بحثِ اجماع میں تصریح ہے- انہیں دعوت الیٰ سبیل الحق کی ضرورت ہے- اور یہ فریضہ علماء اہلسنت ہی کوانجام دیناہے- جوعلماء رد بدمذہباں کرتے ہیں، وہ دراصل جماعت حقہ کی صیانت وحفاظت اور بدمذہبوں کودعوت حق دیتے ہیں- ہاں، فرمان الٰہی ﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ﴾ پرنظر رکھتے ہوئے عبارات والفاظ حسب موقع ہونے چاہئے- باہمی مختلف فیہ مسائل نجی مجلسوں میں حل ہوں، نہ کہ اسٹیج پر- بدمذہبوں سے مراسم وروابط کے عدم جواز وتعلیمات مصطفویہ کی صحیح ترجمانی ''فتاوی الحرمین'' میں ہوچکی ہے- بلکہ مجدد گرامی کوردندوہ یعنی ردصلح کلیت کی وجہ سے ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء میں پٹنہ میں پہلی بار اعلانیہ طور پر مجدد کا خطاب ملاتھا- وسطیت واعتدال کا جدید مفہوم حکم قرآنی ﴿وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ﴾ کے متضاد ہے- وسطیت، ندویت کی جانب جاتا ہوا ایک خوشنما راستہ ہے؟ - ظاہری نظریہ بھی سم قاتل ہے- خلیل بجنوری (م۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء) کا بھوت بھی اہل سنت پر دھاوا بول رہا ہے- اِس افراتفری کے عالم میں بعض افراد ''حسام الحرمین'' پر نکتہ آفرینی کرتے ہیں- تکفیر دہلوی وتکفیر دیابنہ سے متعلق کوئی سوال ہوتو رابطہ فرمائیں- اکابرین واصاغرین ہرایک کوسوال کاحق حاصل- جواب کی ذمہ داری میری- حضرت حبیب محتشم ﷺ عالم ماکان ومایکون- پھر خوف کیونکر ہو۔

تحریک دعوت اسلامی کامنصفانہ جائزہ

صلح کلی کی اصطلاح: اہل ندوہ نے تمام کلمہ گویان اسلام کو برحق تسلیم کیا اور سب سے عمدہ تعلقات رکھنے کا قول کیا- پس ندویوں کے لئے صلح کلی کا لفظ استعمال ہونے لگا- قادیانیوں کا ذکر کرتے ہوئے امام اہل سنت نے لکھا- ''ندوہ مخذولہ اوراس کے اراکین کہ صرف طوطے کی طرح کلمہ گوئی پر مدار اسلام رکھتے- اورتمام بددینوں، گمراہوں کوحق پر جانتے- خدا کوسب سے راضی مانتے- سب مسلمانوں پر مذہب سے لادعوے دینا لازم کرتے ہیں- جیسا کہ ندوہ کی روداد اول ودوم ورسالہ اتفاق وغیرہا میں مصرح ہے- ان اقوال (اقوال قادیانی) پربھی اپناوہی قاعدہ ملعونہ مجرد کلمہ گوئی، نیچریت کا اعلیٰ نمونہ جاری رکھیں- اس کی تکفیر میں چوں وچرا کریں تووہ بھی کافر، وہ اراکین بھی کفار''۔ (فتاویٰ رضویہ ج۶ ص۳۰۶- رضا اکیڈمی ممبئی)

مفہوم میں توسیع: ندویوں کے افکارونظریات کی تفصیل ''فتاوی الحرمین برجف ندوۃ المین'' میں ہے- اب اکیسویں صدی میں صلح کلی اسے بولنے لگے جو بدمذہبوں سے راہ ورسم رکھتا ہو- اگر ناجائز جان کر میل جول رکھے تویہ ناجائز وحرام ہے- گمرہی یاکفرنہیں- اگر کسی مصلحت شرعیہ یا حاجت صحیحہ یا ضرورت یقینیہ کی وجہ سے کبھی اشتراک عمل یابات چیت کی نوبت آجائے توکسی معتمد عالم وفقیہ سے دریافت کرلے- خود تاویل کے ذریعہ مبتلاء بلا نہ ہو- اجازت کے تمام فتاویٰ میں بالعموم شرط کا ذکر موجود ہوتا ہے- کوئی فتویٰ بلاشرط ہوتومطلق مقید پرمحمول ہوگا- دلیل فاسد سے امرممنوع کو مباح قرار دینا درست نہیں۔

مختلطین: صلح کلی کا لقب صرف اعتقادی صلح کلی تک محدود رکھا جائے تو بہتر اور یہی اصطلاح قدیم- بدمذہبوں سے اختلاط رکھنے والوں کیلئے کوئی دوسری اصطلاح وضع کی جائے تاکہ غلط فہمی نہ ہو- موجودہ حالات کے تناظر میں قرین قیاس یہی ہے کہ ایسوں کی تعداد میں اضافہ ہوگا- لہٰذا تحریر وتقریر میں سواداعظم کی صحیح رہنمائی کی جائے- ورنہ رفتہ رفتہ اعتقادیات میں خلل درانداز ہوگا- مثلاً حسام الحرمین کاانکار، بدمذہبوں کی نماز جنازہ، اقتداء فی الصلوٰۃ، شادی بیاہ، خوشی وغم میں شرکت، بدمذہبوں کے مدارس میں حصول تعلیم، جلسوں اورسیمیناروں میں شرکت، اپنے میگزین میں بدمذہبوں کے مضامین کی اشاعت، ندوی وغیرہ ٹائیٹل لگانا، متقدمین کی تحریروں میں معنوی تحریف، بدمذہبوں کے یہاں تعلیم وغیرہ فتنے رونما ہونے کا امکان ہے۔

سوال: ایک پٹرول آبیاشی نہر پروہابی ہے- اورایک ڈاکیہ خط تقسیم کرنے والابھی شیعہ ہے- ان شخصوں سے بات چیت کرنا پڑتی ہے- کبھی روٹی کا بھی اتفاق اپنے مطلب کی غرض سے ہوتا ہے- اوران کواپنا دشمن ہی سمجھا جاتا

ہے-میل جول کچھ نہیں کیا جاتا ہے- جہاں تک ممکن ہوتا ہے- بچتے ہیں- اور کام کے وقت بات کرنا ضرور ہوتی ہے؟

الجواب: اگر یہ امر واقعی ہے- کہ قلب میں ان سے نفرت وعداوت واقعی ہے- اور کوئی میل جول نہیں رکھا جاتا- نہر یا خط کے متعلق کوئی بات کبھی کر لی جاتی ہے- یا کبھی روٹی دے دی جاتی ہے- جس میں کوئی مصلحت صحیح خیال کی گئی ہو تو حرج نہیں- اور اللہ دلوں کا نور جانتا ہے- واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ ج۹ جز۲ص۱۷۶)

اقول: اس میں سائل اور مجیب دونوں نے قیود کا ذکر کیا ہے(۱) قلب میں نفرت کا ہونا (۲) وہابی سے صرف نہر اور شیعہ سے صرف خط کے متعلق بات ہونا اور یہ بھی بوقت حاجت- دوسری باتیں نہ ہونا (۳) میل جول نہ ہونا یعنی سلام ومصافحہ نہ ہونا (۴) حتی الامکان بچنا- ان شرائط کے ساتھ محض بات کی اجازت- اسی طرح ان تمام فتاویٰ میں اجازت، شرط کے ساتھ مشروط- تعظیم ومحبت یا عمومی اختلاط کی اجازت کہیں نہیں۔

سوال: کافر، مرتد، مبتدع، بدمذہب کو، فاسق معلن یا اس کو جس کا ان جیسا ہونا قائل کے نزدیک متردد ہو- کوئی رشتہ مثل باپ، دادا، نانا، بھائی، بیٹا وغیرہ خود اپنا کہنا یا کسی اور مسلم کا کہنا حالانکہ ان کو کافر مرتد وغیرہ جیسے ہیں، ویسے ہی مانے- یہ کیسا ہے؟ یا ایسے لوگوں کو ابتداءً سلام کہنا یا ان سے بخندہ پیشانی پیش آنا، ہنسنا بولنا، ایسی دوستی رکھنا جیسے دنیادار ہنسنے بولنے کھیلنے کی رکھتے ہیں- اور اسی سلسلہ میں انہیں تحائف روانہ کرنا یا ان کی ایسی تعظیم کرنا کہ وہ آئیں تو کھڑے ہو گئے- تحریراً تقریراً انہیں ’’عنایت فرمایا، کرم فرمایا، مشفق، مہربان یا جناب، صاحب لکھنا- یا اسی طرح کے اور برتاؤ ان سے برتنا جیسے آجکل شائع ہیں- کثرت سے خصوصاً ایسوں میں کے دنیاوی بااثر لوگوں سے- خلاصہ کلام یہ کہ ایسے لوگوں سے ایسا برتاؤ جس سے وہ خوش ہوں یا اس میں اپنی تعظیم جانیں- اگرچہ فاعل کی نیت اس خوش یا تعظیم کی ہو یا نہ ہو- جبکہ مذہبی نقطہ نظر سے انہیں ان کے لائق قبیح ہی سمجھیں- جائز ہیں یا ناجائز؟ ناجائز تو کس درجہ کی؟ غرض کہاں تک اس حد تک نہیں پہونچتیں کہ فاعل پر بھی خود ان کی طرح حکم کفر یا بدعت وغیرہ عائد ہو؟ اور اگر یہ باتیں کسی جائز دینی ودنیاوی غرض کیلئے کریں تو کیسا حکم ہے؟

الجواب: ان لوگوں کو بے ضرورت ومجبوری ابتداء بسلام حرام- اور بلاوجہ شرعی ان سے مخالطت اور ظاہری ملاطفت بھی حرام- قرآن عظیم میں قعود معہم سے نہی صریح موجود- اور حدیث میں ان سے بخندہ پیشانی ملنے پر قلب سے نور ایمان نکل جانے کی وعید- افعال تعظیمی مثل قیام تو اور سخت تر ہیں- تو یوں ہی کلمات مدح -

حدیث میں ہے﴿اذا مدح الفاسق غضب الرب واهتزله عرش الرحمن﴾دوسری حدیث میں ہے ....ان میں فاسق کا حکم آسان ہے- مصالح دینیہ پر نظر کی جائے گی- اور مرتد ومبتدع داعیہ سے بالکل ممانعت اور ضروریات شرعیہ ہر جگہ مستثنیٰ ﴿فان الضرورات تبيح المحظورات﴾ رشتہ بتانے میں مطلقاً حرج نہیں- جیسے عمر بن الخطاب وعلی بن ابی طالب مع ان الخطاب وابا طالب لم یسلما- ان کے ساتھ جو برتاؤ قولاً فعلاً ممنوع ہے- بے ضرورت ان کا مرتکب عاصی ہے- ان کا مثل نہیں- جب تک ان کے کفر وبدعت وفسق کو اچھا یا جائز نہ جانے- واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ ج۹ نصف اخیر ص۱۲۱)

اقول: اس فتویٰ میں بھی شرط کا ذکر مرقوم- افعال تعظیمی والفاظ تکریمی ممنوع- بلاضرورت ارتکاب گناہ۔

تدوین فتاویٰ: اگر صرف ان فتاویٰ کو یکجا کر دیا جائے، جن میں کسی وجہ سے اشتراک عمل کی اجازت ہے تو غلط فہمی ہو سکتی ہے- لہٰذا اجازت وممانعت دونوں قسم کے فتاویٰ جمع کئے جائیں- اور حد اجازت کی تشریح ہو۔

طاہر پر کفر کا فتویٰ: طاہر پاکستانی کو تمام علماء اہل سنت مذہب اہل سنت سے خارج اور گمراہ تسلیم کرتے ہیں- حضرت تاج الشریعہ ومحدث کبیر دام ظلہما العالی نے اسے کافر فرمایا ہے- حضرت علامہ ازہری دام ظلہ متبحر فقیہ، حضور مفتی اعظم ہند کے پاس قریباً پندرہ سال تربیت یافتہ مفتی اور فتویٰ تکفیر کے اہل ہیں- حضور محدث کبیر بھی علوم حدیث وباب فقہیات میں کثیر الادراک، وسیع النظر ومعتمد فقیہ ہیں۔

مکتوب طاہر: جام نور دسمبر ۲۰۱۳ء میں طاہر کا مکتوب شائع ہوا ہے- علامہ تقدس علی خاں کا جواب الجواب ’’فتنہ طاہری کی حقیقت‘‘ مرتبہ قاری محبوب رضا خاں میں ہے- علامہ کے جواب الجواب کا اس نے جواب نہ دیا- اس کی تاویل، مثل تاویل دیابنہ ہے- بعض شکم پرور مولوی منہاجی ہو گئے- ان سے دور بھاگو۔

ویب سائٹ:- (www.tahirulpadri.com) میں علماء کرام کے اقوال وفتاویٰ موجود ہیں۔

اقول: اہل سنت وجماعت کے بعض حضرات کا نظریہ ہے کہ اہل سنت تعداد میں کبھی کم بھی ہو سکتے ہیں- اور بدمذہب بہ نسبت اہل سنت کثیر التعداد ہو سکتے ہیں- اس فکر سے میں متفق نہیں- اسی طرح بعض حضرات یہ سوچتے ہیں کہ اگر ہم نے تبلیغ دین نہ کیا تو اہل سنت کی تعداد کم ہو جائے گی- میں اس خیال سے بھی متفق نہیں۔

باب پنجم / سواد اعظم اہل سنت وجماعت

اقول: اہل حق کی دو ظاہری علامت ہے ‹۱› **عہد رسالت سے اتصال** ‹۲› **کثرت تعداد**

〈۱〉**اتصال:**〈۱〉﴿عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لاتزال طائفۃٌ مِنْ اُمَّتِیْ ظَاھِرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ لَا یَضُرُّھُمْ مَنْ خَذَلَھُمْ حَتّٰی یَاتِیَ اَمْرُاللّٰہِ–وَھُمْ کَذٰلِکَ﴾ (صحیح لمسلم ج۲ کتاب الامارۃ)

〈۲〉﴿عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ کَعْبٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لاتَبْرَحُ عِصَابَۃٌ مِنْ اُمَّتِیْ ظَاھِرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ لَایُبَالُوْنَ مَنْ خَالَفَھُمْ حَتّٰی یَخْرُجَ الْمَسِیْحُ الدَّجَّالُ فَیُقَاتِلُوْنَہٗ﴾ (سنن سعید بن منصور ج۲ ص۱۴۵)

〈۲〉**کثرت تعداد:**〈۱〉﴿عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لا یَجْمَعُ اللّٰہُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃَ عَلَی الضَّلَالَۃِ اَبَدًا–وَقَالَ یَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ،فَاتَّبِعُوا السَّوَادَالْاَعْظَمَ،فَاِنَّہٗ مَنْ شَذَّ شَذَّ فِی النَّارِ﴾ (المستدرک علی الصحیحین ج ۱ ص ۱۹۹ – دار الکتب العلمیہ بیروت)

〈۲〉﴿عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ اُمَّتِیْ لَا تَجْتَمِعُ عَلٰی ضَلَالَۃٍ،فَاِذَا رَأَیْتُمْ اِخْتِلَافًا کَثِیْرًا فَعَلَیْکُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ﴾ (سنن ابن ماجۃ ص ۲۸۳)

"**السواد الاعظم-من عہد الرسالۃ الٰی قرب القیامۃ**" میں تفصیل ہے-اس کتاب میں احادیث نبویہ واقوال متقدمین ومتأخرین کی روشنی میں دونوں علامتوں کو دلائل سے مزین کیا گیا۔

مقدمات اتحاد

اجتہادوتحقیق میں خطأ ممکن-بعدعلم واطلاع رجوع لازم-اصرارعلی الخطأ افتراءعلی الشرع-رجوع،حق شناسی و لاادری نصف علم ﴿عَنِ الشَّعْبِیِّ قَالَ–لَااَدْرِیْ نِصْفُ الْعِلْمِ﴾ (سنن الدارمی ج۱ص۷۴) قلت فقاہت، ظہورخطأ پرعدم رجوع اورحکمت عملی کا فقدان موجودہ اختلافات کی علت حقیقیہ ہیں۔فقہاءاپنا مطالعہ وسیع کریں-وقوع خطاپررجوع کریں-سربراہان ملت حکمت عملی تبدیل کریں-پھرکوئی انتخاب قدیری نہیں چاہئے!

معصوم: صرف حضرات انبیاءکرام وملائکہ علیہم السلام معصوم ہیں-ان کےعلاوہ سے خطاممکن۔

تغلیط: کبھی قائل راہ حق پرہوتا ہے۔معترض خطاپر-ایسی صورت میں کسی صاحب علم کوحکم بنایا جائے۔

کبیروصغیر: کبھی صغیرراہ حق اورکبیرخطاپرہوتا ہے-بزرگی دلیل حقانیت نہیں-حقائق پرنظرہو۔

مسلک اہلسنت کی فریاد: سال۱۹۹۰ء سے ہم اتحادکی خوشبو سے محروم ہیں-﴿وَاعْتَصِمُوْابِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَاتَفَرَّقُوْا﴾ کی فکراپناؤاوراکیسویں صدی اپنی بناؤ-عشاق رسول ﷺ!عشق مصطفوی کا واسطہ!

کثرت میں وحدت: جامعہ اشرفیہ،دعوت اسلامی وغیرہماعقائداعلیٰ حضرت پرقائم ہیں-بعض فقہی

جزئیات میں اختلاف-نہ ہرایک کی تحقیق پراورنہ ہرایک کواپنی تحقیق پرعمل کی اجازت-غیرمجتہدکاہرقول دین الٰہی نہیں ہوتا-فقیہ کوافقہ کی جانب رجوع وظہورخطاپررجوع کاحکم-کثرت میں وحدت لائی جائے۔

اے گنبدخضریٰ کےمکیں!وقت دعاءہے ﷺ امت پہ تیری آ کےعجب وقت پڑا ہے

SYLLABUS MODERNIZATION PROGRAMME

دعوت فکر: عہدحاضرمیں مدارس اسلامیہ کےنصاب تعلیم میں تبدیلی ایک لازمی امرہے-علماءدین کا مساجدومدارس تک محدودرہنا دین ومسلک کی تبلیغ واشاعت میں اہم مانع ہے-عہدماقبل میں محدثین صرف حدیث کی،فقہاءصرف فقہ کی تعلیم دیاکرتے-پھرجب تعلیم گاہوں کا وجودہواتوفقہ، حدیث،نحووصرف وغیرہاعلوم کی تعلیم ساتھ ساتھ ہونےلگی اورطلباءہرعلم کا معتدبہ حصہ محفوظ کرنے میں کامیاب ہوئے-مختلف مدارس میں تجربات ہوچکے ہیں کہ عصری مضامین کابھی معتدبہ حصہ محفوظ کرلیتے ہیں۔

اب جاگواورجگاؤ: بدمذہبوں کےبعض مدارس میں اورکیرلا میں مذبذبین کےبعض مدارس میں طلباء کودینی وعصری تعلیم ساتھ ساتھ دی جارہی ہے-وہاں سنی بچےبھی تعلیم کےنام پرچلے جاتے ہیں-اوراکثر طلباءضعف اعتقادکےشکارہوجاتے ہیں-ارباب مدارس جاگنےکی تیاری کریں۔

〈۱〉درس نظامی میں چارعصری مضامین/انگلش،سائنس،حساب،سوشیالوجی کوشامل نصاب کیا جائےتاکہ طلباء بعدفراغت عصری تعلیماتی ڈگریاں حاصل کرسکیں۔

〈۲〉مذکورہ بالاچاروں عصری مضامین (انگلش،سائنس،حساب،سوشیالوجی) میں سےہرایک،ہفتہ میں صرف تین دن پڑھائےجائیں-اس طرح چارمضامین کی تعلیم کےلئےہرکلاس میں صرف دوپیریڈکےاضافہ کی ضرورت پیش آئےگی-شعبہ عالمیت وفضیلت کےموجودہ نصاب تعلیم سےبعض کتابیں ساقط کردی جائیں یا بعض کتابوں کوہفتہ میں صرف تین دن کردیا جائے-اس طرح عصری مضامین کوشامل نصاب کرنےکی گنجائش نکل آئےگی-طلباءکےذہن پرزیادہ بوجھ بھی نہ آئےگا-اورمستقبل کی راہیں آسان ترہوجائیں گی۔

〈۳〉فضیلت کورس کا نصاب آٹھ سالہ ہوتا ہے-چھ سالہ درجات تعلیم کو"عالمیت"اورآخری دوسالوں کو "فضیلت" کہاجاتا ہے-**ALMIYAT** کےدرجہ اولیٰ میں کلاس سوم کےعصری مضامین شامل نصاب

ہوں تو شعبہ **FAZILAT** کے آخری سال میں طلباء دسویں کلاس کے عصری مضامین پڑھ سکیں گے۔

﴿۴﴾ عصری مضامین کی کتابیں **NCERT / CBSE** کے اردو میڈیم کی کتابیں ہوں۔ جب کبھی یہ پروگرام ترقی کر جائے اور عصری مضامین کی کتابیں انگلش میڈیم کی داخل نصاب کردی جائیں تو امید ہے کہ اہل ثروت بھی اپنے بچوں کو اس تعلیم سے منسلک کردیں۔ ہماری جانب سے **GUIDE BOOK FOR DISTANCE EDUCATION** تین سال قبل مدارس اسلامیہ (ہند) میں تقسیم کی گئی۔

﴿۵﴾ فضیلت سال دوم میں طلباء کو میٹرک کا امتحان دلوا کر انٹرمیڈیٹ یا فاصلاتی نظام تعلیم کے تحت گریجویشن (بی اے۔ بی ایس سی۔ بی کام) میں داخل کردیا جائے تاکہ طلباء بتدریج عصری علوم حاصل کرتے جائیں۔

﴿۶﴾ نیا نصاب تعلیم درجہ اولیٰ سے شروع کیا جائے اور اسی طرح سلسلہ وار ہر سال ایک ایک کلاس کا اضافہ ہوتا جائیگا۔ قدیم طلباء قدیم نصاب کے مطابق تعلیم مکمل کرتے جائیں اور قدیم نصاب سے منسلک طلباء کی تکمیل تعلیم کے بعد پرانا نصاب تعلیم کالعدم قرار دیدیا جائے۔ قدیم طلباء کیلئے عصری تعلیم کا خصوصی انتظام ہو۔

عرض کنندگان: طارق انور مصباحی * عبدالخالق خاں و جملہ اراکین **حافظ ملت ایجوکیشنل اینڈ کلچرل سوسائٹی** رانی بنور ہاویری کرناٹک۔ 9844741692/9008822840

خاتمہ / گونج اٹھے ہیں نغمات رضا سے بوستاں

دعوت اسلامی کے تبلیغی شعبہ جات: (۱) تبلیغ سنت وسنیت (۲) غیر مسلموں میں تبلیغ اسلام (۳) مدنی قافلے (۴) گونگے، نابینا، بہروں کے درمیان تبلیغ (۵) جیل خانوں میں تبلیغ (۶) ہفتہ واری اجتماع (۷) صوبائی اجتماع (۸) ملکی اجتماع (۹) عالمی اجتماع (۱۰) خواتین کا اجتماع (۱۱) مدنی انعامات (ترغیب برائے اعمال صالحہ) (۱۲) مدنی مذاکرات (دینی سوال وجواب) (۱۳) انٹرنیٹ سروس برائے تعلیم وتبلیغ دینیات۔

تربیتی شعبہ جات: (۱) مدنی تربیت گاہیں (۲) تربیتی اجتماعات (۳) تربیت حجاج کرام۔

تعلیمی شعبہ جات: (۱) مدرسۃ المدینہ برائے اطفال (حفظ وناظرہ) (۲) مدرسۃ المدینہ برائے بالغان (حفظ ودینیات) (۳) جامعۃ المدینہ (درس نظامی کورس) (۴) تخصص فی الفقہ (تربیت افتاء کورس) (۵) دارالمدینہ (انگلش میڈیم اسکول مع دینیات) (۶) شریعت کورس (۷) تجارت کورس (۸) مختلف دینی کورسز

شعبہ تحقیقات وفتاویٰ: (۱) دارالافتاء اہلسنت (۲) دارالافتاء ویب سائٹ (انٹرنیٹ کے ذریعہ

تحریک دعوت اسلامی کامنصفانہ جائزہ

استفتاء وفتویٰ سسٹم) (۳) مجلس تحقیقات شرعیہ (مسائل جدیدہ کا حل اور شرعی تحقیقات)

تصنیفی وتحقیقی شعبہ جات: (۱) مجلس تراجم کتب (۲) مجلس تفتیش کتب ورسائل (تصحیح باعتبار عقائد ومسائل) (۳) مجلس تحقیق وتخریج (حوالوں کی تخریج وتخریج احادیث)

اشاعتی شعبہ جات: (۱) مجلس المدینۃ العلمیہ (کتب اعلیٰ حضرت کی اشاعت) (۲) مکتبۃ المدینہ (اہل سنت وجماعت کے رسائل وکتب کی اشاعت) (۳) مجلس کتب درسیہ (۴) مجلس کتب تزکیہ وتصوف۔

تعمیری شعبہ جات: (۱) مجلس خدام المساجد (مختلف ممالک میں سنی مساجد کی تعمیر)

انتظامی شعبہ جات:۔ (۱) انتظام ائمہ ومؤذنین (انتظام ومشاہرہ کی ادائیگی) (۲) مکتبۃ المدینہ کے بستے (آرڈر دینے پر شادی ودیگر مجالس کیلئے تقسیم کتب دینیہ) (۳) ایصال ثواب کے انتظامات۔

مجالس تزکیہ وعملیات: (۱) اجتماعی اعتکاف (۲) روحانی علاج واستخارہ (۳) تعویذات ونقوش

دیگر شعبہ جات: (۱) شفاخانے (۲) مجلس رابطہ (۳) مجلس مالیات۔ تقریباً پچھتر ۷۵/ شعبے ہیں۔

مسلک اعلیٰ حضرت سے ارتباط وترغیب دینیات

۷۲/ مدنی انعامات: امیر دعوت اسلامی کی جانب سے ترغیب اعمال صالحہ کیلئے یہ کتابچہ مبلغین کو دیا جاتا ہے۔ اس میں مندرج بعض اعمال کو روزانہ انجام دینا ہے۔ بعض کو ہر ماہ اور بعض کو سال میں ایک بار۔ یہ کتابچہ دفتر محاسبہ کی مثل ہے۔ ہر مبلغ اسے پر کر کے نگراں کے پاس جمع کرتا ہے۔ عوام کا بڑا طبقہ دینی مسائل سے واقف ہو رہا ہے۔ فروغ علم دین کا یہ عمدہ فارمولہ ہے۔ اس میں ''سالانہ 8 مدنی انعامات'' کے تحت ہے۔

﴿۱﴾ کیا آپ نے اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی کتب ''تمہید الایمان'' اور ''حسام الحرمین'' نیز نصاب شریعت پڑھ یا سن لی ہیں؟

﴿۲﴾ کیا آپ نے اس سال کم از کم ایک مرتبہ بہار شریعت حصہ ۹ سے مرتد کا بیان۔ حصہ ۲ سے نجاستوں کا بیان۔ اور کپڑے پاک کرنے کا طریقہ۔ حصہ ۱۶ سے خرید وفروخت کا بیان، والدین کے حقوق کا بیان (اگر شادی شدہ ہیں تو) حصہ ۷ سے محرمات کا بیان اور حقوق الزوجین۔ حصہ آٹھ سے بچوں کی پرورش کا بیان، طلاق کا بیان، ظہار کا بیان اور طلاق کنایہ کا بیان پڑھ یا سن لیا؟

﴿۳﴾ کیا آپ نے مخارج سے حروف کی درست ادائیگی کے ساتھ کم از کم ایک بار قرآن پاک ناظرہ ختم کرلیا

ہے؟اوراسے اس سال دہرالیا؟

﴿۴﴾ کیا آپ نے بہارشریعت یارسائل عطاریہ حصہ اول سے پڑھ یاسن کراپنے وضو،غسل اورنماز درست کر کے کسی سنی عالم یاذمہ دارمبلغ کوسنادیئے ہیں؟

﴿۵﴾ کیا آپ نے اس سال کم ازکم ایک بارامام غزالی علیہ رحمۃ الوالی کی آخری تصنیف منہاج العابدین سے توبہ،اخلاص،تقویٰ،خوف ورجا،عجب وریا،آنکھ،کان،زبان،دل اور پیٹ کی حفاظت کابیان پڑھ یاسن لیا۔

(۷/۲ مدنی انعامات ص۱۹)

احترام علماء اورعلماء دوستی کی ترغیب

''ماہانہ 6 / مدنی انعامات''میں ہے﴿۱﴾کیا آپ نے اس ماہ کسی سنی عالم (یاامام مسجد،مؤذن،خادم) کو 112 / روپے یاکم ازکم 12 / روپے تحفۃً پیش کیئے؟(نابالغ اپنی ذاتی رقم نہیں دے سکتے)(۷/۲ مدنی انعامات ص۱۸)

معمولات اہلسنت کی ترغیب: کیاآپ نے اس ہفتے اجتماع میں آغازہی سےشریک ہوکر (جتنابیٹھ سکیں اتنی دیر)دوزانوبیٹھ کرحتی الامکان نگاہیں نیچی کئے ہربیان،ذکرودعاءاور کھڑے ہوکرصلوٰۃ و سلام میں شرکت اورمسجد میں (مع حلقہ تہجد،نمازفجر،اشراق،چاشت)ساری رات اعتکاف کیا؟(ایضاً ص۱۷)

اقول: درس ووعظ''الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ''سےشروع اورصلوٰۃ وسلام پرمجالس تمام ہوتی ہیں۔

اقول وباللّٰہ التوفیق: ہماری تمناتویہی ہے کہ اہل سنت وجماعت کےتمام طبقات شیروشکرہوجائیں - یہ اسی باب کی اولین تحریرہے-حالات حاضرہ کی پیشین گوئی یہی ہے کہ اتحادکیلئے بعض افرادکوبعض امورسے رجوع یاتوبہ کی ضرورت پڑسکتی ہے-اس لئے اولاًاس بندۂ عاصی نے اپنے تمام قولی،عملی،تحریری، تقریری،سہواًعمداًخطاوگناہ سے رجوع وتوبہ کی-اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ بِحُرْمَۃِ حَبِیْبِی الْمُصْطَفٰی ﷺ ﷺ

والحمد للّٰہ رب العٰلمین والصلٰوات والتسلیمات علٰی حبیبنا الکریم وعلٰی آلہ واصحابہ اجمعین